وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

(جملہ حقوق طباعت واشاعت بحق آستانہ بکڈپو محفوظ ہیں)

مرقع یادگار شہادت

تصنیف لطیف شاعر اعظم لسان الحسان حضرت الحاج

علامہ مولینا ضیاء القادری البدایونی قبلہ دامت برکاتہم

ناشر

آستانہ بک ڈپو۔ پوسٹ بکس ۱۲۰۶ دہلی

قیمت تین روپیہ

اعلیٰ پریس دہلی

فہرست عنوانات مرقع شہادت

Acc 40410

تقریظ

فاضل جلیل عظیم المجاہد حضرت الحاج مولٰینا عبد الحامد صاحب قادری دامت برکاتہم

مولانا یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری بدایونی کی شخصیت اب کسی تعارف کی محتاج نہیں، اُن کا کلام بدایوں کی علمی و ادبی دُنیا سے نکل کر محیط ہند میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اخبارات و جرائد کے صفحات پر بھی ان کا کلام نمایاں جگہ حاصل کرتا رہتا ہے۔

علماء و مشائخ اور اربابِ علم و ادب یکساں طور پر حضرت ضیاء صاحب کی نظموں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ مولٰینا ضیاء القادری محض ایک کامیاب شاعر ہی نہیں بلکہ علم و ادب اور فنِ تاریخ میں بھی خاص درک اور مہارت رکھتے ہیں۔ اور کثیر تصانیف مُلک کے سامنے پیش فرما چکے ہیں۔

حضرت قدوۃ السالکین شیخ المفسرین مولانا شاہ مطیع الرسول محمد عبد المقتدر العثمانی البدایونی قدس سرہ النورانی کے خاندان اور دوسرے خانوادوں کے متعلق آپ نے اکمل التاریخ کے نام سے ایک ایسی تاریخ مرتب کر کے شائع کی ہے، جو ہر طرف عزت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی ہے۔ اس کے بعد سے اب تک مختلف علمی و ادبی مضامین پر آپ کی ٹھوس اور معلومات سے لبریز کتابیں شائع ہو چکی ہیں مرقع شہادت، جو اس وقت میرے زیر نظر ہے اس کے کچھ حصے میں نے سب سے پہلی بار بمبئی کی ایک عظیم الشان محفل میں میاں شکیل احمد صاحب قادری (علیگ) کی

زبانی سنے۔ مجھے وہ منظر یاد ہے کہ جس وقت یہاں شکیل احمد صاحب نے مرقعِ شہادت کے چند اشعار پڑھے تو ہزاروں کا مجمع بیخود ہو گیا۔

اس عظیم الشان مجمع میں شاید ہی کوئی فرد ایسا ہو جس پر کیفیت طاری نہ ہو گئی ہو، اس وقت سے "مرقعِ شہادت" ہر محفل و مجلس میں اپنے تاثرات پیدا کرنے لگا اور حضرت ضیاؔء سے اصرار ہونے لگا کہ اس بے مثل مرقع کو شائع کیا جائے۔ مقام مسرت ہے کہ یہ تالیف زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر ملک کے سامنے آرہی ہے جس پر حضرت ضیاؔء مستحق تحسین و مبارکباد ہیں۔

اس تالیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حادثۂ کربلا کو نہایت حزم و احتیاط اور ادب و احترام کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور غلط روایات نہیں آنے دی ہیں اس تاریخی واقعہ کا وہ صحیح فلسفہ جس نے حضرت سیدنا امامؓ عالی مقام اور آپ کے رفقائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صبر و رضا، قربانی و فداکاری کے واقعات کو دنیائے عشق و محبت میں نمایاں کر دیا۔ حضرت ضیاؔء نے پوری محنت کے ساتھ اس قدر مؤثر انداز میں پیش کیا ہے جو اپنی صنف میں بے مثال ہے اور ان خصوصیات میں مرقع شہادت سے بہتر کوئی دوسری کتاب نہیں دیکھی گئی۔

میری دلی دعا ہے کہ ربِ مقتدر ضیائے قادری کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور یہ تالیف ان کو حسنِ خاتمہ اور مغفرت کا سبب ہو +

فقیر

محمد عبد الحامد القادری البدایونی

مقدمہ

مولانا قمر الدین احمد صاحب بی۔ اے، بی ٹی علیگ بدایونی اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول رائچور حیدر آباد دکن

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را — گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را

بلگرام کے بارے میں تاریخ ہندوستان (آرائش محفل) کا اعلان ہے کہ ایک بڑا قصبہ ہے اکثر وہاں کے لوگ قابل، صاحب کمال اور صاحب طبع ہوتے ہیں۔ قصبہ کے نزدیک ایک کنواں ہے جو کوئی چالیس دن تک اس کا پانی پیئے خوب گانے لگے۔" شہر بدایوں بھی جو اکبر کے زمانہ تک صوبہ کا مستقر تھا مردم خیزی میں بلگرام سے کچھ پیچھے نہیں رہا اور اب یہ خدا کو علم ہے کہ یہاں کی ملا عبد القادر جیسے صاحب دین، حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی جیسے صاحب دل اور ریزا جیسے صاحب دیوان یہاں کے ساغر تال، قاضی حوض اور سوت کے آبشار سے پیدا کئے ہیں یا حاجی جمال ملتانی رح کی خاک مزار نے۔ اسباب کچھ بھی ہوں نتیجہ سے کسی کو انکار نہیں۔ بدایوں کے دوسرے صاحبان فضل و کمال سے اس وقت غرض نہیں۔ صرف ادبا اور شعرا میں سینکڑوں آفتاب یہاں کے افق سے اٹھے اور "چوں قامت ماہ نو خمیدیم" کہہ کر غروب ہو گئے۔ آسمان شاعری کے تابندہ درخشاں تارے مثلاً اعلیٰ، نازش، تولا، رضی، قمر، فانی ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ قعر گور میں گرے ہیں۔ بقول

خدا کی یہ زمیں کیا اب بھی دیوانوں سے خالی ہے

پروردگار کا شکر ہے کہ علیش، جامی، ضیا، امیر، ثاقب وغیرہ ابھی باقی ہیں۔ اوّل الذکر

تین حضرات نعت منقبت اور منظوم روایات تاریخی لکھ کر اصلاحی اور تعمیری کام انجام دے رہے ہیں۔ کیوں نہ ہو سہ

دہد حق عشق احمدؐ بندگانِ چیدۂ خود را
کہ خاصاں شاہ می بخشد مئے نوشیدۂ خود را

مؤثر تاریخی روایات کو نظم کر کے قومی شعار اور اسلامی کلچر کو دنیا کے سامنے پیش کرنیکا تبلیغی کام سب سے پہلے شبلی مرحوم نے پیش کیا تھا اسی بنیاد پر حفیظ جالندھری نے شاہنامۂ اسلام کا شاندار محل تیار کیا اور عیش بدایونی نے شہنشاہ نامۂ اسلام لکھکر قصر دین کو اور بلند کیا۔ زیر تنقید مرقع شہادت مؤلفہ مولوی محمد یعقوب حسن صاحب ضیاؔ بدایونی اسی سلسلہ کی تیسری کڑی ہے۔ یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ عیش صاحب بدایونی حفیظ جالندھری کی پہلی کاربن کاپی ہیں اور ضیاء صاحب دوسری ضیاء صاحب کو یہ علمی و دینی خدمت اپنے یگانہ روزگار استاد مولانا علی احمد خاں صاحب اسیر مرحوم سے ورثہ میں ملی ہے۔

لکھنؤ اسکول کے انیس و دبیر جیسے مشاہیر نے مراثی کے ذریعہ جو دینی اور ادبی خدمت کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن مراثی میں شاعری زیادہ ہوتی ہے اور تاریخ کم مرثیہ کا مقصد تاثر اور تبلیغ ہے حقیقت و صداقت سے اس کو زیادہ سروکار نہیں، دقیق النظر حکماء کا خیال ہے کہ دجل اور باطل کا اصل توڑ صدق ہے نہ کہ کذب جو باطل کا جواب بطور خود دروغ و مبالغہ سے دیتے ہیں۔ وہ کوئی بڑا دقیق اور پائدار کام انجام نہیں دیتے بقول اکبر مرحوم اُن سے کہا جا سکتا ہے۔ سہ

میں کب کہتا ہوں اے واعظ کہ میں نے کار دیں سمجھا
مگر اتنا سمجھتا ہوں کہ تو بھی کچھ نہیں سمجھا

نیڈی کلیبرنڈا نے کیا اچھی بات کہی ہے تاریخ اور حقائق کی حمایت میں کہتی ہے "کہ میں تو تاریخ کی بے کیف مگر خالص صداقت کے مقابلے میں کذب اور افسانے کے سارے

مفید اثر اور دلچسپ افادہ کو جوتی کی نوک پر مارتی ہوں۔" نظر غور سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ابراہیمی اور محمدی تعلیم کا بھی اصل منشا یہی تھا کہ صدیق بنائے جائیں کم ہمت دنیا بالعموم کذب کا مقابلہ کذب سے کرتی ہے۔ اور یہ ایمان و انصاف کے نزدیک کوئی قابل لحاظ خدمت نہیں کسی شومی بخت یا بے احتیاطی سے حقیقت کا پردہ ذرا اٹھ جائے کہ آن کی آن میں ساری ملمع سازی کھل جاتی ہے اور بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے کچھ عرصہ ہوا کہ انگلستان میں ایک بلند آہنگ مگر پست اخلاق مقرر سامعین سے پُرزور طریقہ پر کہہ رہا تھا میں اسوقت جو کچھ کہہ رہا ہوں حق و صداقت کی زمین پر کھڑے ہو کر کہہ رہا ہوں ایسی حالت میں ممکن نہیں ہے کہ آپ میرے ہم خیال نہ ہوں" اتنے میں مجمع میں سے ایک کفش فروش کی آواز آئی۔ مقرر صاحب آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں آپ حق و صداقت کی زمین پر نہیں کھڑے ہیں۔ آپ اس جوتے پر کھڑے ہیں جس کی قیمت آپ نے سال بھر سے مجھکو اب تک ادا نہیں کی ہے اور روز لیت و لعل کرتے ہیں۔

مرقع شہادت میں مجھے ایک قابل قدر اور مستقل خوبی یہ نظر آئی کہ مستند تواریخ کے مطابق اس میں قدم قدم پر صداقت واقعات اور حقیقت حال کا خیال رکھا گیا ہے۔ کسی واقعہ کو نظم کرتے ہیں اگر کم قوت شاعر محض صداقت اور اظہار حقیقت پر نظر رکھے تو نتیجۂ فکر ع

چشمانِ تو زیر ابرو انند

دندانِ تو جملہ در دہانند

ہو کر رہ جاتا ہے اور شعر کا برقی موثر جو اس کا فطری سحر ہے غائب ہو جاتا ہے مگر یہ ضیاء صاحب کے قلب کا خروش، گفتار کی طاقت اور بیان کی سلاست ہے کہ ایک ایک شعر دل میں نشتر کی طرح چبھتا ہے بالخصوص المناک حالت میں سوز و گداز کے نیزے جگہ جگہ

دل زخمی کرتے ہیں کہ پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ گویا قدم قدم پر دل میں چٹکیاں لیتا جا رہا ہے۔ شعروں سے ادا ہوا کہ دل میں اُتر گیا۔ اکبرؔ مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

سخن تو بس وہی ہے جو نشِ خاطر سے جو ہو پیدا
کہ دل میں بیٹھ جاتا ہے وہی جو دل سے اٹھتا ہے

شاعری کچھ نہیں ہے دل کی گہرائیوں میں رہنے والے لطیف محسوسات کی تصویر ہے اور تصویر کشی کا سچا کمال شاعر کو اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا۔ جبتک کہ وہ انسانی جذبات اور احساسات کا ماہر نہ ہو۔ مثال کے طور پر مرقع شہادت میں جناب امام کی کعبہ سے کوفہ کو روانگی دیکھئے۔ تاریخ ذنا ثر حقائق و وجدان۔ واقعات و محاکات کو کیسا یکجا کیا ہے۔ ضیاءؔ صاحب فرماتے ہیں ؎

ابھی تک حج بیت اللہ میں مشغول تھی دُنیا
حرم کے گلشنوں سے چُن رہی کچھ پھول تھی دُنیا

کہیں سعیٔ صفا مروہ پہ تھی مخلوق آمادہ
منا میں تھے کہیں اللہ والے زیبِ سجادہ

کہیں تھا شور و غلِ تہلیل و تسبیح الٰہی کا
اُجالا تھا کہیں حجروں میں نورِ صبح گاہی کا

فضاؤں میں یکایک اِک روا افزا صدا گونجی
ہوئی گُم مرکزِ اسلام سے اسلام کی پونجی

دل و جانِ خلیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے
شہیدِ فی سبیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے

امانت حق کی دامانِ حرم سے نکلی جاتی ہے
متاعِ دین و دنیا آج ہم سے نکلی جاتی ہے

جگر پر فرطِ غم سے سنگِ اسود نے رکھا پتھر
صفا مروہ بھی اس اندوہ میں کھانے لگے چکر

شہادت کا تھا جذبہ عورتوں میں اور مردوں میں
بیاسی آدمی تھے قافلے کے رہ نوردوں میں

خدا کی راہ میں گھر سے خدا کا مہمان نکلا
خود اپنے کارواں کو لیکے میرِ کارواں نکلا

ارباب نظر کے نزدیک کمال نظم یہ ہے کہ اگر انسان اسے نثر کرنا چاہے تو نہ کر سکے چوتھا، پانچواں اور نواں شعر پھر پڑھیے اور دیکھئے کہ ان سلیس رواں اور سہل ممتنع اشعار کی نثر اور کیا ہو سکتی ہے۔ ماہر نفسیات ہونے کی خصوصیت وہ خصوصیت ہے جو شاعر کو

معلم اور مصلح بناتی ہے۔ اس خصوصیت کی بناء پر شاعر جانتا ہے کہ کس واقعہ کو پھیلا کر بیان کیا جائے اور کہاں اختصار سے کام لیا جائے کون سے مواقع رزم کے ادا پر فخر ولولہ کے ہیں۔ اور کون سے نرم وعظ اور پند کے۔ کس موضوع کے لئے سادگی زیور ہے اور کس کے لئے شوخی و رنگینی۔ ضیاء صاحب نے کعبہ سے کوفہ تک نوسنازل کے حالات و واقعات ایسی صحت ایسی صفائی، اور ایسی تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں کہ مستند کتب تاریخ و جغرافیہ کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اعلان و ادعا، مردانہ جوش اور میدان جنگ کی جیتی جاگتی تصاویر دیکھنی ہوں تو "مرقع شہادت" میں حضرت مسلم بن عوسجہ رضؓ خطیب کوفہ کی منظوم تقریر ملاحظہ فرمایئے طرفداران اسلام علیہم السلام میں حضرت مسلم بن عوسجہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے میدانِ جنگ میں سب سے پہلے جام شہادت پیا۔ ان کی خوش نصیبی دیکھئے کہ ابھی کچھ دم باقی تھا کہ جناب امام سرہانے پہونچ گئے اور جھک کر کان میں بشارت دی "مسلم جنت میں پیش قدمی مبارک" آپ نے پر اشتیاق نظروں سے چہرۂ امام کو دیکھا اور ہمیشہ کے واسطے آنکھیں بند کر لیں۔

اب حشر تک بہار تماشا ہے اور ہم   آنکھیں ہوئی ہیں بند رخِ یار دیکھ کر (رغب)

اس مرقع پر ربطِ مضمون کے بخیال اگر اسلامی تاریخ کے متعلقہ باب کی چند سطروں پر نظر ڈالی جائے تو ناظم کی خصوصیت اور نظم کی قوت کا صحیح اندازہ ہو جائیگا۔ تاریخ کا اعلان ہے۔ عشرہ کی صبح سے قبل جناب امام رضؓ نے ساتھیوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا اور ہم کو قرآن کا فہم دیا۔ لوگو آج روئے زمین پر میرے اہلبیت سے زیادہ ہمدرد اور میرے ساتھیوں سے زیادہ غمگسار نہیں۔ تم کو اللہ جزا دے کل میرا اور دشمن کا فیصلہ ہو جائیگا۔ کامل غور کے بعد میری رائے ہوئی ہے کہ تم لوگ متعلقین کا ہاتھ پکڑو اور تاریکی میں یہاں سے چل دو میں تم کو خوشی سے رخصت کرتا ہوں، دشمن صرف میری جان چاہتے ہیں اسے لیکر تم سے غافل ہو جائیں گے یہ سن کر اہلبیت بے چین ہو گئے۔ حضرت عباس رضؓ نے کہا کہ جناب امام یہ کیوں کیا اس لئے

کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں خدا ہم کو وہ دن نہ دکھائے اب امامؑ نے مسلم بن عقیلؓ کے رشتہ داروں سے کہا مسلمؓ کا خون کافی ہے تم چلے جاؤ۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے سردار اور اپنے عم زادوں کو چھوڑ کر چلے جائیں، ہم نے نہ ان کے ساتھ تلوار چلائی نہ تیر پھینکا۔ جنابِ امام آپ کو چھوڑ کر جانا ہم سے ہرگز نہ ہوگا۔ ہم آپ کے ساتھ جانیں قربان کر دیں گے۔ جو آپ پر گذرے گی وہی ہم پر بھی۔ خدا ہمیں آپکے بعد زندہ نہ رکھے۔ اتنا سُنکر آپ کے دوسرے ساتھی کھڑے ہو گئے۔ پہلے حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا۔ جنابِ امام! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم آپکے کہنے سے آپ کو چھوڑ دیں گے واللہ کبھی نہیں میں لڑوں گا اور اپنا یہ نیزہ دشمنوں کے سینہ میں توڑ دوں گا جب اسکا قبضہ بھی ہاتھ میں نہ رہیگا تو تلوار چلاؤنگا۔ تلوار بھی جاتی رہیگی تو پتھر پھینکوں گا۔ یہانتک کہ موت میرا خاتمہ کر دے گی۔ سعد بن عبداللہ الحنفی رضؓ نے کہا جنابِ امام! ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جبتک کہ "خدا دیکھ لے کہ ہم نے اس کے رسولؐ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر میں ستر مرتبہ بھی آگ میں بھونا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑونگا زہیرؓ ابن القین رضؓ نے کہا۔ جنابِ امامؑ! واللہ اگر ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑونگا۔ خوشا نصیب میرے اگر میری قربانی سے خاندانِ رسولؐ کی جانیں بچ جائیں۔"

ضیاء صاحب حضرت مسلم بن عوسجہؓ کی عروسِ تقریر کو زیورِ نظم سے یوں آراستہ کرتے ہیں

مٹانا چاہتا ہے ہمکو باطل زور و طاقت سے
ہمیں حق کی مدد کرنا ہے امکانی شجاعت سے

ہمارے ہاتھ میں جبتک سنان و تیغ و خنجر ہیں
ہمارے سامنے باطل کے جبتک لاؤ لشکر ہیں

کرینگے تیر باراں ہم پرستانِ باطل پر
چلائیں گے سنان و تیغ افواجِ مقابل پر

جہانتک دست و بازو کام دینگے کام ہم لینگے
نہ ہرگز اک قدم ہٹنے کا پیچھے نام ہم لینگے

امام دوسرا کیا چھوڑ دیں تم کو اکیلا ہم
کریں دنیا ئے اربابِ وفا میں خود کو رسوا ہم

نہ ہوں ہتھیار میدانِ وغا میں پاس گر اپنے — دکھائیں لشکرِ اشرار کو ہم یوں ہنر اپنے
کریں زخمی عدو کو خشت باری سنگباری سے — کسی صورت نہ جیتے جی رکیں میدان داری سے
اٹھے غازی صحابہ تیغ برکف یا علیؓ کہہ کر — کہا مرنے کو ہم حاضر ہیں اے لختِ دلِ حیدرؓ

ضیاء صاحب کی نظم کیا ہے ہر مسلم مجاہد کے بیتابانہ جذبات فدائیت کا ایک روشن آئینہ ہے حضرت مسلم بن عوسجہؓ کا یہ اعلان مجلس میں تھا لیکن دُنیا نے دیکھ لیا کہ اس کا ایک ایک حرف میدان جنگ میں عملاً سچا ثابت کیا گیا ؎

ہم نے جو منہ سے کہا تھا وہی کر کے اُٹھے
جان دی آپ کے دروازہ پہ مر کے اُٹھے

حسینی شمع کے دوسرے پروانے زہیرؓ بن القین کی بھی آخری حالت میدان میں دیکھنے کے قابل ہے۔ ؎

سر و بازو دست و بازو چور تھے زخموں کی کثرت سے — مگر سرشار تھا غازی مئے جامِ شہادت سے
بدن زخمی تھا سارا خون کے چشمے اُبلتے تھے — سنان و تیغ غازی پر کفِ افسوس ملتے تھے
زباں تھی خشک غالب تشنگی تھی رُک رہا تھا دم — مگر تیغ و سنان جنبش میں مثلِ برق تھے پیہم
کہا سرکار نے اے مرنے والے آرزو کیا ہے — کہا پیاسا ہوں کوثر کے سوا اب جستجو کیا ہے
ہوا میت پہ سایا رحمتِ عالم کے دامن کا — تعالی اللہ یہ رتبہ زہیرؓ تیغ افگن کا
ہو بارش عرش سے جلوؤں کی جنت کے بہاروں کی — ہوں قائم یادگاریں مستقل ان جاں نثاروں کی

اپنی فوج کے میسرہ کے افسر حبیبؓ ابن مظاہر کی شہادت پر جناب امام کا جوش انتقام بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ ؎

حبیبؓ ایسا محبِ خاص جب میدان میں کام آیا — حسین ابن علی کے دِل میں جوشِ انتقام آیا
اُٹھائی ذوالفقارِ حیدرِ کرار ہاتھوں میں — بنی برقِ غضب تیغِ قضا تلوار ہاتھوں میں
زرہ حمزہؓ کی پہنی نیزہ عباسؓ چمکایا — رگ و ریشہ میں خونِ ہاشمی جھوم کر اُبھر آیا

یداللٰہی تجلّی نے قبائے ناز کو چوما　　شجاعت نے رکاب مرکب جانباز کو چوما

جگر گوشہ حسین رضؓ جناب علی اکبرؓ کی شہادت تو خیر وہ شہادت ہے جس پر جوانی نوحہ خواں ہے۔ صرف دو اشعار سے اس شہادت کی تمہید دیکھئے کہ کس شان اور کس آن سے اٹھائی گئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جواہرات قدرت نے صرف ضیاء صاحب ہی کی قسمت میں رکھے تھے ؎

ہُوا نسلِ خلیل اللہ میں ابن علیؓ پیدا　　ہوئی گلزار ابراہیم میں تازہ کلی پیدا
نشانِ شانِ خلّت کربلا میں پھر نظر آیا　　پدر کے سامنے پھر ذبح ہونے کو پسر آیا

سُبحان اللہ۔۔۔ ع

ہر اک زباں کو یہ موتی عطا نہیں ہوتے

قاآنی کے بقول بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

دلم گوید کہ تحسیں کن چو سرتا پائے او بینی
تو سرتاپائے تحسینی ترا تحسیں چہ کار آید

جو لوگ شغل شاعری کو شغل بیکاری سمجھتے ہیں ان کو سمجھنا چاہیئے کہ دنیا میں کوئی شغل نہ مستقلاً مضر ہے اور نہ مستقلاً مفید۔ ہر چیز کی قدر و قیمت اس کے نتائج و آثار سے دیکھی جاتی ہے۔ کسی چیز میں حد سے زیادہ تجاوز کرنے یا اسکے غلط استعمال سے بحث نہیں حد سے بڑھ جانا صرف شاعری کے لئے نہیں ہر مفید سے مفید مصروفیت کیلئے برا ہے ؎

جو کوئی حد سے بڑھا اس کی خرابی آئی
خاک میں لوٹتے ہیں یار کے گیسو بڑھ کر

اب رہا یہ سوال کہ انسان کو کاروباری اور عملی زندگی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے تو اس کو کوئی منع نہیں کرتا۔ لیکن اس میں بھی حد سے بڑھ جانا اور ہمہ وقت سرگرداں رہنا اپنے لطیف جذبات اور ذوق سلیم کو گرا دینا ہے اور خود کو مضحکہ بنا لینا ذہن و ذوق

کی تفریح کے واسطے ناگزیر ہے کہ انسان کبھی کبھی ان مشاغل میں بھی حصہ لے جب تک انسان کے ساتھ وجدان ہے نہ موسیقی فنا ہو سکتی ہے اور نہ شاعری یہ چیزیں سوشل لائف کے دسترخوان کی چٹنی ہیں، البتہ اُن کو مستقل غذا نہیں بنایا جا سکتا۔ ان حالات میں تو شاعری کا شغل اور بھی ناگزیر ہو جاتا ہے کہ انسان ضیاء صاحب جیسے لوگوں کی طرح اسکو توشۂ عقبیٰ بنائے۔ اور اس سے خوابیدہ جذبات سماج اُبھارنے کا وہ شریفانہ کام لے جو کبھی میدانِ جنگ میں رجز سے اہل عرب لیتے تھے۔ یا اب فوجی بینڈ سے ممالک متمدنہ میں لیا جاتا ہے۔ کارلائل نے اُنھیں فوائد کے مدِّنظر کہا تھا اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ "تم کلام شکسپیر کا چھن جانا پسند کرتے ہو یا مملکت ہندوستان کا" تو میں بلا تأمل کہوں گا کہ "مملکت ہندوستان کا" اس لئے کہ ہندوستان ہم مخلوق کا نتیجہ ہے۔ اور کلام شکسپیر ہمارے خالق کا عطیہ، ضیا صاحب کے زیرِ کلام کے بعد اس واقعہ اور اس عنوان پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ جس پر یہ زور صرف ہوا ہے۔ ایک عربی مثل ہے کہ اصل حسن وہ ہے جس کی سوکنیں بھی داد دیں ایک مسیحی مؤرخ اسید ماربین اپنی کتاب سیاست اسلامیہ میں لکھتا ہے "جناب امام حسینؑ کے دل میں ملک گیری یا حکومت کی ہرگز ہوس نہ تھی۔ کربلا کی مصائب انھوں نے خود پر اس لئے گوارا کئے کہ وہ اپنے نانا کے دین کو رسوائی اور بربادی سے بچا رکھنا چاہتے تھے۔ اس اعلیٰ مقصد کے مدِّنظر آنھوں نے ایسی اندوہناک صورتِ حال پسند فرمائی بقول ثاقب لکھنوی سے

محبت میں وہ صدمے جھیل کر اُٹھا ہوں دنیا سے
کہ اب تک لفظ غم کے ساتھ میرا نام آتا ہے

فرانسیسی ادیب ڈکٹر ہیگو نے سچ کہا ہے حریت و حق کا پیچ کبھی بار آور نہیں ہو سکتا اگر ظلم کے خنجر سے اس کی آبیاری نہ ہو۔ علم و ادب کے زندہ دیوتا برناڈ شا نے ایک

مرتبہ ایک اخباری نمائندہ نے کہا۔ اگر تمام دُنیا ڈوب رہی ہو اور انسانیت کی بقا کے واسطے آپ سے کہا جائے کہ دنیا میں سے صرف بارہ آدمی لے کر آپ اس کشتی میں پار اُتر جائیے۔ تو آپ کن بارہ نفوس کا انتخاب کرینگے؟" اس کا جواب برنارڈ شا نے اپنی طبعی حاضر جوابی سے دیا۔ انسانیت کی بقا کے واسطے صرف میری زندگی کافی ہے۔ میں باقی سب کو ڈوب جانے دوں گا۔ برنارڈ شا دُنیا میں صرف ایک ہے اور ایک ہی رہے گا۔"

برنارڈ شا جیسے خود پسند دُنیا میں سینکڑوں موجود ہیں، اور سینکڑوں ہونگے لیکن شاہ شہیداں جیسا بے مثل گوہر یکتا محمدؐی دنیا میں صرف ایک تھا اور تا قیامت ایک ہی رہے گا۔ ایسی ذات پاک نے اپنی موت سے جس پر لاکھوں زندگیاں قربان۔ انسانیت کو واقعی بقا دیدی بقول انہیں مرحوم ؎

تباہی میں سفینہ آ چکا تھا اُمتِ جد کا
یہ کشتی بحرِ خوں میں ڈوب کر شہ نے نکالی ہے

ماہِ زہراؑ جیسے عنوان پر ضیاء صاحب کی روشنی طبع نے چار چاند لگائے ہیں "مرثیہ شہادت" دیکھکر کیسی خوشی ہوتی ہے کہ ماشاء اللہ شہید بھی بے مثل اور مرثیہ بھی نہایت پاکیزہ کیوں نہ ہو ؎

حکایت از قدِ آں سرو دل نواز کنم
بایں بہانہ مگر عمر خود دراز کنم

قمر الدین احمد، بی، اے بی ٹی علیگ بدایونی

هو المقتدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و نعت

رواں الحمد للہ حمدِ رب میں ہے قلم میرا
ہے آغازِ کلام اللہ عنوانِ رقم میرا

ہوا باہر نہ ہوگا جادۂ حق سے قدم میرا
کہ دل صرفِ رکوع و سجدۂ بیت الحرم میرا

مذاقِ طبع ہے نعتِ رسولِ پاک پر مائل
دل و جاں ہیں ثنائے صاحبِ لولاک پر مائل

ازل سے بارگاہِ عرش منزل کا سلامی ہوں
ہوں مداحِ محمد ترجمانِ خوش کلامی ہوں

سرورِ جان و دل ہے وصفِ اصحابِ پیمبر کا
ثنا خواں ہوں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کا

وہ اصحابِ نبیؐ ہے نور افشاں ہر طرف جن کا
اصحابی کالنجوم اللہ اکبر ہے شرف جن کا

ثنائے اہلبیتِ مصطفیٰ ایمان ہے میرا
ولائے خامسِ آلِ عبا ایمان ہے میرا

میرا اسلام کامل عشق تو شاہِ زمن سے ہے
عقیدت فی الحقیقت چار یار و پنجتن سے ہے

زہے عزّ و علاءِ اہلبیتِ رحمتِ عالم
ہمیشہ جن کے قدموں پر تصدق دولتِ عالم

مناقب حضور سیدہ رضی اللہ عنہا

وہ فخرِ انس و جاں بنتِ خدیجہؓ دختِ پیغمبرؐ
زنانِ ہر دو حورانِ جناں سے افضل و برتر

وہ خاتونِ جناں معصوم حوریں باندیاں جنکی
ملک جنت سے آکر پیستے تھے چکیاں جنکی

وہ مستوراتِ عالم پر مسلّم جن کی سرداری
وہ جن کا دامنِ عصمت ظہورِ شانِ ستاری

وہ جنکی آلِ اطہر محترم اولادِ آدمؑ سے
وہ جن پر آیۂ تطہیر اتری عرشِ اعظم سے

وہ شب بیدار وہ صرفِ رکوع و سجدۂ پیہم
وہ جن کی ذات پر نازاں حضور رحمتِ عالمؐ

وہ جن کا ایک سجدہ ضامنِ عفوِ خطا کاراں
وہ جن کی جنبشِ لب شافعِ جرمِ گنہگاراں

وہ نور العین وہ لختِ دلِ محبوبِ ربانی
وہ فخرِ ہاجرہ و آسیہ وہ مریمِ ثانی

زکیہ، طاہرہ خاتونِ جنت فاطمہؓ زہرہؓ
وہ جنکا منکرِ توقیر لطفِ حق سے بے بہرہ

بتول فاطمہؓ وہ جن کی الفت حاصلِ ایماں
محبت جن کی عرفانِ خدا نورِ دلِ ایماں

سامانِ نکاح جناب سیدہ زہرہؓ

بحمد اللہ جب ۱۵ برس کی عمر کو پہنچیں
ندائیں عرش سے سرکار کو آئیں بصد تمکیں

فرشتوں کی زبانی حکمِ ربِ ذو الجلال آیا
رسولِ پاکؐ کو زہرہؓ کی شادی کا خیال آیا

مسائلِ عقد کے جب تا طلب خیر الانام آئے
صحابہ کی طرف سے عقدِ زہرہؓ کے پیام آئے

ازل سے یہ سعادت تھی مگر تقدیرِ حیدرؓ میں
کہ تھے مولا علیؑ محبوب تر چشمِ پیمبرؐ میں

علیؓ کا حسن سرمستِ شبابِ جاودانی تھا
کہ اکیس سال کی تھی عمر آغازِ جوانی تھا

تھا گہوارہ مدینہ انعقادِ عقدِ نسبت کا
بہار افزا تھا موسم دوسرا تھا سال ہجرت کا

مناقب حضرت اسد اللہ الغالب مولیٰ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

علیؓ تھے ابن عم، پروردۂ آغوشِ رحمت تھے
علیؓ شیرِ خدا تھے قوتِ بازوئے حضرت تھے

علیؓ دروازۂ شہرِ علومِ مصطفائیؐ تھے
علیؓ گنجینۂ اسرارِ شانِ کبریائی تھے

علیؓ کو وہ رسولِ خالقِ یکتا سے نسبت تھی
کہ عند اللہ جو ہارون کو موسیٰؑ سے نسبت تھی

تھی پابوسِ علیؓ شانِ توکل شوکتِ شاہی
رگ و پے میں علیؓ کے جاذب تھا زورِ ید اللٰہی

علیؓ ابناءنا و ابناءکم کی شرح کامل تھے
علیؓ جزوِ نبیؐ تھے لحمک لحمی کے حامل تھے

علیؓ من کنت مولاہ کی تفسیرِ مکمل تھے
علیؓ میدانِ نصرت کے علمبردارِ اول تھے

علیؓ فخرِ قریش و افتخارِ آلِ ہاشم تھے
علیؓ سے زندۂ جاوید اسلامی مراسم تھے

علیؓ تھے فرد زہد و علم میں زورِ شجاعت میں
علیؓ تھے اول الاصحاب اصحابِ نبوت میں

علیؓ خیبر شکن فتاحِ خندق ہونے والے تھے
علیؓ نام و نشانِ بت پرستی کھونے والے تھے

علیؓ تھے اپنا ثانی آپ وصاف و مجاہد میں
علیؓ میں وصف تھے وہ سب جو ہوں غازی مجاہد میں

علیؓ کا فضل ظاہر ماہ سے لے تا بہ ماہی تھا
علیؓ زوجِ بتولِ پاک ہوں امرِ الٰہی تھا

عقدِ نکاح

غرض اک روز نور و زشرف وقتِ سعید آیا
کہ ہم رشتہ نظر دُرِّ نجف دُرِّ فرید آیا

رسولِ عرش مسند نے بارشادِ خداوندی
نکاحِ حیدرؓ و زہراؓ پہ ظاہر کی رضامندی

علیؓ ابن ابی طالب کا اے صلّی علیٰ رتبہ
نکاحِ فاطمہؓ کا خود پڑھا سرکارؐ نے خطبہ

زمیں سے عرشِ اعظم تک مچی دھومیں رچی شادی
بنی دستِ نبیؐ سے مرحبا دلہن نبی زادی

خوشی سے بزمِ عقدِ پاک میں اصحابِ خیر آئے
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ انسؓ طلحہؓ زبیرؓ آئے

علیؓ جو مجلس میں دولہا بن کے آئے اس تجمل سے
کہ جیسے بوئے گل ہو مونہ چھپائے دامنِ گل سے

قبائے سادہ تھی زیبِ جسم تھی سر پہ عمامہ تھا
شہانہ تھا نہ سہرا تھا نہ متنبع تھا نہ جامہ تھا

ہوئی طے چار سو مثقال چاندی مہر کے بدلے
عروسِ شب نے جوڑے نو عروسِ دہر کے بدلے

لٹائے بزم میں چھوارے شہ والا نے خوش ہو کر
حلاوت یاب محفل میں ہوئے اصحابِ پیغمبر

دلہن دولہا کے ملنے کی مسرت کی گھڑی آئی
جنابِ سیدہ زہراؓ کی رخصت کی گھڑی آئی

ہوئی بعد فراغِ عقد رخصت فاطمہؓ بی کی
رسومِ بزمِ شادی پر نظر تھی ہر صحابی کی

خاتونِ جنّت کا جہیز

جہیز اللہ اکبر جو دیا حضرت نے زہرؓا کو
وہ بہرِ خانہ داری تھا مگس ورس دنیا کو

بچھونے دو یمانی چادریں دو اک کملی تھی
پلنگ تھا چار گدے ایک تکیہ اک چکی تھی

سبو، چہ ایک خالی ایک مشکیزہ تھا پانی کا
یہ ساماں مختصر سا تھا اثاثہ زندگانی کا

طلائی ہار گردن میں نہ پیشانی پہ جھومر تھے
فقط چاندی کے بازو بند دو از قسمِ زیور تھے

جہیز آقا کی جانب سے دلہن کو مرحبا یہ تھا
ظروف و پیرہن زیور غرض جو کچھ کہ تھا یہ تھا

علیؓ کے گھر نبی کے گھر سے خاتونِ جناں آئیں
جنابِ ام ایمن ساتھ بنکر رازداں آئیں

توقف جو لیا جب بعد رخصت چند ساعت کا
ہوا دل روشنائی کو شہنشاہ رسالت کا

علیؓ کے اس نئے آباد گھر میں شاہِ دیں آئے
دعائے خیر دینے رحمۃ اللعالمیں آئے

بلایا فاطمہؓ کو پاس مانگا آپ نے پانی
اٹھائے ہاتھ سوئے آسماں با خندہ پیشانی

جنابِ سیدہ لائیں پیالہ بھر کے پانی کا
سنا مژدہ خوشی سے انبساط و جاودانی کا

دیئے پانی کے چھینٹے بطنِ زہرؓا پشتِ حیدرؓ پر
دعا مانگی کہ اے ربِ دو عالم خالقِ برتر

عطا اولاد ہو وہ فاطمہؓ کو رحمتِ باری
قیامت تک رہے جس کا مبارک سلسلہ جاری

نبوت کا چمن پھولا پھلا گلہائے زہرہؓ سے
بہارِ گلشنِ ایجاد ہے ابنائے زہرہؓ سے

دعوت ولیمہ

ولیمہ دوسرے ہی دن کیا مولا نے شادی کا
عمل مسنون ٹھہرایا مصطفیٰؐ دنیا کے ہادی کا

ولیمہ میں وہی ہر روز کا سادہ سا کھانا تھا
کہ آبِ سرد اور نانِ جویں پہ آب و دانا تھا

بجائے میوہ دستر خوان پر خرمے کھجوریں تھیں
یہ وہ دعوت تھی جسکی دھومیاں جنت میں رہی تھیں

غلط ہے یہ علیؓ نے دعوتیں دو سیر کی ہوں گی
زیادہ سے زیادہ روٹیاں دس سیر کی ہوں گی

تعالی اللہ یہ تقریب شادی اس کے گھر پر تھی
تصدق تھی سلطنت کون و مکاں کی جسکے در پر تھی

درسِ حیات

شہنشاہِ رسالت خسروِ کونین کے صدقے
سریر آرائے عالم صاحبِ قوسین کے صدقے

عجب رشد و ہدایت کی ہمیں تعلیم فرمائی
نظامِ زندگی کی مستقل تنظیم فرمائی

سکھایا بندہ پرور نے طرزِ زندگی ہمکو
بسر کرنا بتایا سادگی سے زندگی ہم کو

تعیش سے ہمیں محفوظ رہنے کی ہدایت کی
تعیش پر تکلف پر نمائش پر ملامت کی

معاش و لہو و رہائش و حریت کے طور سکھلائے
طریقے ارتقائے زندگی کے فی الفور سکھلائے

ہمیں آدابِ تہذیب و تمدن سے کیا واقف
تھے جن اسرار سے ہم بے خبر ان سے کیا واقف

ہمہ اندازی رواداری کے سب اطوار سمجھائے
ہمیں دنیا کی تقریبات کے معیار سمجھائے

ہمیں اسراف بیجا پر بجا تہدید فرمائی
مصارف میں کفایت کی ہمیں تاکید فرمائی

اصولِ راحت و آشتی سمجھا دیئے سارے
مکمل شعبہ ہائے زندگی فرما دیئے سارے

ہماری سرجوشی وخود فراموشی

غم وشادی ہیں روزانہ کے معمولات دنیا میں ۔۔۔ یہ قصے یہ قضیے رہتے ہیں دن رات دنیا میں

مگر ہم روزمرہ شادی و غم کی محافل میں ۔۔۔ تصور یہ کبھی بھولے سے بھی لاتے نہیں دل میں

یہ ہم کیا کر رہے ہیں کیوں یہ اخراجات کرتے ہیں ۔۔۔ نہیں کرنا جو ہم کو چاہیئے وہ بات کرتے ہیں

غم اندوہ کا جب وقت ہم پر کوئی آتا ہے ۔۔۔ نمائش کی طرف لیکر تخیل ہم کو جاتا ہے

حذر ہوتا نہیں اصلا ہمیں بیجا مصارف سے ۔۔۔ ہم اکثر دور ہٹ جاتے ہیں اسلامی معارف سے

ہماری تعزیت کی مجلسیں بے شبہ روزانہ ۔۔۔ ہمارے بے محل اسراف کا بنتی ہیں افسانہ

کچھ اس انداز سے کرتے ہیں تقریبات شادی ہم ۔۔۔ سمجھتے ہیں کہ ہیں سرمایہ دار کیقبادی ہم

تباہی آفریں ہوتی ہے ہر تقریب شادی کی ۔۔۔ گھٹائیں سر پہ منڈلاتی ہیں سو نامرادی کی

ہمیں فکر جہیز و زیور و پوشاک ہوتی ہے ۔۔۔ دماغ و ذہن سے گم قوت ادراک ہوتی ہے

خوشی میں ہمت بے جا از سما افلاک ہوتی ہے ۔۔۔ ہماری سب کمائی دم زدن میں خاک ہوتی ہے

ہمیں اظہار شان و منزلت کا جوش ہوتا ہے ۔۔۔ نمود و نام کی خواہش میں دل مدہوش ہوتا ہے

ہماری حیثیت تک قرض میں مکفول ہوتی ہے ۔۔۔ غلط شہرت کی خاطر نائے زر کی ڈھول ہوتی ہے

ظروف و جامہ ہائے بے ضروری کی خریداری ۔۔۔ مہینوں پیشتر کرتے ہیں ہم نادان یہ تیاری

ہمیں یہ ولولہ رہتا ہے اپنی سربلندی کا ۔۔۔ کہ ہر شادی کی ہو دعوت میں نکلا ناتو سے بندی کا

فضول اسراف جو اخراجات ہم شادی میں کرتے ہیں ۔۔۔ کہ آخر کار پہلے موت سے بے موت مرتے ہیں

کہاں وہ صاف ستھری بے تکلف زندگی سادہ ۔۔۔ کہاں یہ ذوق سرجوشی کہاں یہ کیف بے بادہ

غرض یہ ہے کہ جب کرتے ہیں ہم اولاد کی شادی ۔۔۔ زخود ہو جاتے ہیں آمادۂ تکمیل بربادی

وہ دستور العمل جو قابل تقلید امت تھا ۔۔۔ وہ زرینی اتقا جس پہ مدار دین و ملت تھا

فریب صحبت ناجنس سے ہم نے کیا زائل ۔۔۔ سرور بے ثبات دہر پر ہم ہو گئے مائل

ہمیں دنیا نے خوگر کر دیا اعزاز و شہرت کا
رہا پاس ادب ہم کو نہ احکامِ شریعت کا

دعائے مسلم

خدائے پاک پھر ہم میں ہی احساں پیدا کر — طریقِ ملّتِ حق پر دلِ امّت کو شیدا کر
روایاتِ سلف پھر ہوں عمل کی ذات سے تازہ — الٰہی متحد ہو جائے پھر امّت کا شیرازہ
رہا پابندیٔ رسم و رواجِ غیر سے ہم ہوں — مثالِ واعیانِ خیر اہلِ خیر سے ہم ہوں
طریقِ زندگی میں سادگی پہلی سی آجائے — ہمیں سچا مسلماں بزمِ عالم میں کہا جائے
ہمارے قلب میں ہو جذبۂ تعلیمِ اسلامی — ہمارے ہر عمل سے دور ہو احساسِ ناکامی
ہو پیدا قوتِ حسنِ عمل میں گرمِ جولانی — ہمارے سامنے ہو اسوۂ محبوبِ ربّانی
تمدن ہو ہمارا داعیٔ تہذیبِ انسانی — ہمارا ہر عمل ہو تابعِ احکامِ قرآنی
ہمارا ذوقِ تقریبات نذرِ طاقِ نسیاں ہو — کبھی مائل نہ تفریحات پر یارب مسلماں ہو

بنا سچا نمونہ ہم کو اصحابِ پیمبر کا
ہمیں احساس دے تقلیدِ اہلبیتِ اطہر کا

ولادت حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام

عرب کی وادیوں میں تیسرا تھا سال ہجرت کا — جہاں مرکز بنا ماہِ صیام کی یمن و سعادت کا
پندرھواں عزہ بروزِ شنبہ لیکر یہ خبر آیا — گلِ ریحانِ جنّت خلد سے زہرہؓ کے گھر آیا
ہوئے بطنِ بتولِ گل بداماں سے حسنؓ پیدا — کیا نقاشِ قدرت نے چمن اندر چمن پیدا
مبارکباد دینے عرش سے روح الامیں آئے — فرشتے کرتے ٹوپی جنّت الفردوس سے لائے
سجایا قدسیوں نے گلشنِ خلدِ معلّٰی کو — نویدِ تہنیت حوروں نے دی آآ کے زہرہؓ کو

خوشی سی ہو گئی تھی خوشی انصار و اصحاب پیمبرؐ کو
دیا اللہ نے کیا چاند سا فرزند حیدرؓ کو

خوشی میں تھا خوش سلطانِ خوباں شمعِ نورانی
فروغِ سجدۂ شکرانہ سے روشن تھی پیشانی

سرورِ انبساطِ حیدرؓ و صفدرؓ کو کیا کہیے
خدا کے نور سے گھر تھا منور گھر کو کیا کہیے

دلوں پر حمدِ ربِ شکرِ خدا کا جوش تھا غالب
مقامِ حمد تھا بابِ علیؓ ابن ابی طالبؓ

حسنؓ نامِ خدا منجملۂ اسماءِ احسن تھا
نہاں نامِ حسنؓ مثلِ چراغِ زیرِ دامن تھا

ولادت کی خبر سن کر علیؓ کے گھر نبیؐ آئے
بانداز طرب آئے بصد عیش و خوشی آئے

لیا فرزند کو آغوش میں اس سے دعائیں دیں
مبارکباد کی خاتونِ جنت کو ندائیں دیں

ازل سے تابعِ بعثت شاہنشہِ خوباں
حجابِ قدس میں یہ پاک طیب نام تھا پنہاں

بالہامِ خداوندی نبیؐ نے نامِ شبرؓ کا
بفرطِ تہنیت جوشِ مسرت سے حسنؓ رکھا

عرب میں شور تھا جنت کا مہ پارہ اتر آیا
کنارِ فاطمہؓ میں عرش کا تارا اتر آیا

جمالِ حسنؓ

حسنؓ کا حسن تصویرِ حسنِ صورت گر کا مظہر تھا
بالفاظِ دگر آئینہ ہم شکلِ پیمبرؐ تھا

حسنؓ اک نو شگفتہ پھول تھے گلزارِ جنت کے
نظر آتے تھے کل روشن مرقع نورِ قدرت کے

حسنؓ کی شکل زیبا تھی شبیہِ خسروِ خوباں
حسنؓ کے چاند سے رخ سے عیاں تھا جلوۂ یزداں

حسنؓ سر تا بپا نورِ مجسم ماہِ طلعت تھے
عرب کے چاند تھے محبوبِ حق تھے خوبصورت تھے

عقیقہ

ہوا جب ساتواں دن احسنِ جاں کی ولادت کا
عقیقہ خود کیا شہ نے گلِ ریحانِ جنت کا

سرِ پُرنور کے بالوں کو سر سے خود اُتروایا
علیؓ صدقہ میں دیں ہموزن چاندی حکم فرمایا

مناقب امام حسن رضی اللہ عنہ

حسنؓ کو پاکے زیبِ دوش کہتے تھے حضورؐ اکثر — یہ ہیں محبوب مجھکو ان کو رکھ محبوب اے داور
بجوشِ رحمتِ شفقت حضورؐ شافعِ محشر — بٹھاتے تھے حسنؓ کو کمسنی میں دوشِ اقدس پر
حضورؐ اک دن سرِ راہِ حرم تشریف فرما تھے — حسنؓ شاداں و فرحاں آپ کے دوشِ معلّیٰ تھے
کہا اک شخص نے اے طفل کیا اچھا یہ مرکب ہے — شہِ دیں نے کہا راکب بھی تو یہ خاصۂ رب ہے
حسنؓ کو گود میں لیکر زباں آقا چُسانے تھے — زباں کو چوس کہ یہ شاد ہوتے مسکراتے تھے
نمازِ پنجگانہ کے لیے جب مصطفیٰؐ جاتے — حسنؓ خوش فعلیاں کرتے ہوئے مسجد میں آ جاتے
وہ جب سجدے میں ہوتے پشتِ گردن پہ چڑھ جاتے — بدورانِ رکوع و قومہ ساق پا میں در آتے
حدیثِ پاک ہے صدیقِ اکبرؓ کی زبانی ہے — عیاں جس سے حسنؓ کی خاص شانِ کامرانی ہے
رسول اللہؐ تھے رونق فزا مسجد کے ممبر پر — حسنؓ بھی جلوہ آرا تھے قریبِ حضرتِ سرورؐ
کبھی اصحاب کی جانب نگاہِ بندہ پرور تھی — کبھی چشمِ خدا بیں رشکِ پرنور حسنؓ پر تھی
میانِ خطبہ لوگوں سے شہِؐ والا نے فرمایا — مرا فرزند ہے سید ہے یہ خاتونؓ کا جایا
بلاشک ہے یہ صالح قوں شہیدو کے فریقوں میں — سبب سے اس کے ہوگی صلح دو مسلم فریقوں میں
حسنؓ تھا عطرِ مجموعۂ رخِ زہرہؓ کی نزہت کا — بہارِ گلشنِ ایجاد تھا یہ پھول جنت کا
فصاحت بذلہ سنجی جاں نثاری خوش بیانی تھی — دل آویزی حلاوت آفریں شیریں زبانی تھی
حسنؓ بارِ امامت فضلِ بے پایاں کے حامل تھے — حسنؓ مجموعۂ اخلاق و اوصاف و فضائل تھے

حسین و صاحبِ تمکیں سخی و بندہ پرور تھے
حلیم و ذی وقار و بامروت دافعِ شر تھے

سخاوت

بیاں کوئی کرے سرکار کے کن کن فضائل کو
سخی ایسے کہ بخشے لاکھ درہم ایک سائل کو

خدا کی راہ میں خیرات کی دو بار سب دولت
نہ رکھا پاس اک حبہ پئے آسائش و راحت

دکھائے تین بار ایسے سخا و جود کے منظر
لٹایا راہِ حق میں کل اثاث البیت اندر گھر و در

غنی تھا قلب تھا جوش عطا دستِ تونگر میں
خدا کی دی ہوئی دولت لٹا دیتے تھے دم بھر میں

انداز گفتگو

ہیں ابن سعد راوی آپ کی شیریں کلامی کے
بیاں کرتے ہیں وہ کچھ حال اوصاف گرامی کے

خدا شاہد یہ اندازِ کلام سبط اکبر رض تھا
تصدق گفتگو پہ ہر مخاطب ہر سخنور تھا

شہیدِ جنبش لب تھیں مخاطب کی تمنائیں
یہی جی چاہتا تھا گفتگو حضرت کئے جائیں

زباں سے فحش کلمہ عمر بھر کوئی نہیں نکلا
دمِ گفتن جو نکلا حرف منہ سے دلنشیں نکلا

طریقِ گفتگو کا عمر بھر میں جائزہ لے کے
دبے لہجہ پہ یہ تنقید کی ہے بعض لوگوں نے

زمین پر عمر بن عثماں سے تھی کچھ آپکی ان بن
ہوا جو فیصلہ باہم مخالف اس سے تھا بدظن

ہمارے پاس کیا ہے آپنے یہ لفظ فرمائے
بجز اسکے کہ انکی ناک خاک آلود کی جائے

یہ فقرہ زندگی بھر میں لبِ شیریں سے نکلا ہے
عتاب آمیز قال و قیل کا یہ ایک جملا ہے

عجب شانِ تکلم تھی عجب شیریں مقالی تھی
زبان قدرت نے گویا نور کے سانچے میں ڈھالی تھی

حلم و تحمل

رقم طبقات ابن سعد میں یہ اک روایت ہے
عیاں جس سے سکون حلم نوشاہِ امامت ہے

نماز جمعہ میں ہوتا تھا یہ مروان کا خطبہ — کہا جائے حسنؓ کے سامنے حیدرؓ کو کم رتبہ
تحمل کا حسنؓ کے جائزہ مروان لیتا تھا — سرِ منبر علیؓ کو خیرہ سر دشنام دیتا تھا
سکون و صبر سے سنتے تھے یہ سب سبطِ پیغمبرؐ — زباں سے کچھ نہ کہتے تھے اثر ہوتا تھا جو دل میں
کئے مروان نے ایک روز حملے ذاتِ اقدس پر — غرض یہ تھی کہ ہوں غیض و غضب سے مشتعل شبرؓ
مگر تھا آپ کا قلبِ مصفا مثل آئینہ — کہ تھا والکاظمین الغیظ کا رحمت کدہ سینہ
کہا قاصد سے سن کر آپ نے مروان کی باتیں — رہیں گی یاد مجھکو ظالمِ نادان کی باتیں
مجھے کہنا ہے وہ جو کچھ گلہ اس کا نہیں مجھکو — مگر ہے منتقم قہرِ خدا یہ ہے یقیں مجھکو
کہا مروان نے جو کچھ اگر سچ ہے تو محشر میں — یقیناً آئینہ ہو جائے گا دربارِ داور میں
جزائے راستی ہو یا سزائے باطل و ناحق — بہر صورت حکم ہے منتقم ہے قادرِ مطلق
رضائے حق پر صابر ہوں وہی ہوگا جو ہونا ہے — مگر مروان کے مقسوم میں عقبیٰ کا رونا ہے
ہے یہ بھی واقعہ منجملۂ بیدادِ مروانی — حسنؓ پر روز و شب ظالم تھا مصروفِ ستمرانی
مگر یہ پیکرِ صبر و رضا تھا صرفِ خاموشی — اِدھر یادِ خدا دل میں اُدھر اظہارِ سرجوشی
یکایک ناک دھونے ہاتھ سے مروان نے پونچھی — یہ نامشروع حرکت سبطِ پیغمبرؐ نے جب دیکھی
شریعت کی اہانت پر خمِ ابرو نے بل کھایا — نظر بدلی ہوئے چیں بر جبیں فوراً جلال آیا
کہا مروان سے تف ہے تری فطری جہالت پر — نظر رکھتا نہیں نااہل آدابِ طہارت پر
ہے دستِ راست بہرِ ماکلِ اجزائے جسمانی — ہے بایاں ہاتھ بہرِ شستنِ اندامِ پنہانی
ہوا اس ڈانٹ پر مروان ساکت اور شرمندہ — رہا محجوب اپنے فعل پر جب تک رہا زندہ
زہے حلم و سکوں ہیں ہم مجبور اپنی مصیبت پر — جھڑک دیتے ہیں دشمن کو مگر توہینِ ملت پر

تعداد ازدواج

حسنؓ کا حسنِ احسن دلربا تھا جاذبِ دل تھا — جہاں دیکھا کسی نے اک نظر سو جاں سے مائل تھا

وہ دن آنکھوں میں ہے رخ میں کشش وہ پاک صورت تھی — دل دوشیزگاں میں آپ سے شادی کی حسرت تھی
بکثرت شادیاں کیں آپ نے کوفہ مدینہ میں — طلاق و عقد کا تھا دور گویا ہر مہینے میں
ظہورِ حسنِ صورت آفریں وہ حسن یکتا تھا — جمالِ حق نما کا تا عراق و شام شہرا تھا

خلع خلافت

امیر المومنین مولا علیؓ کے بعد ہی فوراً — ہوئی شیرازہ امت میں پیدا برہمی فوراً
کیا دعویٰ امورِ شامی حکومت نے خلافت کا — حسنؓ کو اس طرف سمجھا گیا وارث امامت کا
خلافت آپ کی تسلیم کی اعیانِ کوفہ نے — کہ بیعت ہاتھ پر کی آپ کے شیعانِ کوفہ نے
کیا کچھ روز تک تو کوفیوں نے پاس بیعت کا — مگر فی الفور ہی جاتا رہا احساس بیعت کا
امیرِ شام سالارِ عرب حضرت معاویہؓ — حریفِ حضرت مولا سمجھتے تھے جنہیں شیعہ
علی الاعلان جب نشرِ خلافت پر ہوئے مائل — لرز اٹھے خیالِ کشت و خوں سے کوفیوں کے دل
امامِ دوسرا نے یہ کوائف برملا دیکھے — تو تنِ آشنا بزدل مقلد بیوفا دیکھے

امام حسنؓ اور فریب اہل فتن

مگر جب قیس ابن سعد کوفی فوج کا افسر — ہوا دربار میں حاضر کہا اے وارثِ حیدرؓ
مرے زیرِ کماں بارہ ہزار افواج کا دل ہے — رسد کا باربرداری کا ہر ساماں مکمل ہے
امیرِ شام کے حملے کا ڈر اصلاً نہیں مجھ کو — ہو کتنا ہی قوی دشمن مگر خطرا نہیں مجھ کو
امام پاک باطن پر عیاں تھا رازِ مستقبل — خلافِ مرضیِ حق تاب گفتن تھی مگر مشکل
حدِ کوفہ سے باہر آئے اصرارِ احباب پر — نظر آیا مقابل میں امیرِ شام کا لشکر
ہوئیں شب باش فوجیں با مقابل دونوں میداں میں — بپا غل یک بیک لشکر میں [illegible] میں
پیادوں اور سواروں میں یکایک ابتری پھیلی — ردائے شب ہوئی گرد و غبارِ فوج سے میلی

ہوئی شہرت کسی نے قیس ابن سعد کو مارا
ہوا شیرازۂ افواج کوفہ منتشر سارا

جب اپنی فوج ہو جائے سپہ سالار کی دشمن
ہے ناممکن حریفانِ دغا پر ہو وہ خنجر زن

امامِ پاک کے ڈیرے میں بھی کچھ لوگ آ گئے
نبیؐ زادے کو بھی مجروح کرنے سے نہ شرمائے

اُتاری دوش سے چادر بساطِ خیمہ کو لوٹا
بہت کچھ ان مظالم سے شہِ والا کا دل ٹوٹا

سحر تک ہو گئے مفرور کوفی بیوفا سارے
کئے سرکار نے سب حمیت سوز نظارے

ربیعہ اور ہمدان آپ کو لائے مدائن میں
شفا زخموں سے پائی آپ نے آخر کئی دن میں

معاویہؓ نے ان حالات کی جس دم خبر پائی
شہ والا سے ملنے کے لئے تقدیم فرمائی

امیرِ شام یہ مانے ہوئے تھے عہد حیدرؓ سے
نہیں تھی جنگ کی خواہش انہیں سبطِ پیمبرؐ سے

مدائن میں حسنؓ ابن علیؑ سے خود ملے آ کر
مکمل گفتگو کی ملکی و مالی مسائل پر

امامِ پاک نے با این ہمہ زور ید اللّٰہی
مسلمانوں کی خونریزی کسی صورت نہیں چاہی

شرائط صلح کے باہم دگر طے ہو گئے سارے
ہوئے جنگ و جدال کے دم زدن میں بند نظارے

خلافت پائیں گے حضرت حسنؓ بعد معاویہؓ
عراق و طیبہ و حجاز نہ دیں گے کچھ زرِ فدیہ

صلحنامہ کے دن تک ہے حسنؓ پر جس قدر قرضہ
کریں گے خود ادا ابن ابوسفیانؓ ہر قرضہ

اہم یہ تین شرطیں ہی صلحنامہ کے اندر تھیں
اُمیدیں منحصر دونوں طرف کی بس انہی پر تھیں

ربیع الاول اکتالیس ہجری میں صلحنامہ
مکمل ہو گیا باہم گر بے شور و ہنگامہ

نہ کی پروائے مال و ملک و دولت ابن حیدرؓ نے
خلافت کا خلع فرما دیا سبطِ پیمبرؐ نے

مکمل جذبۂ ایثار و ذوقِ عذر خواہی تھا
وقارِ ملتِ حق پر تصدق تاجِ شاہی تھا

محبانِ علیؑ کا رویہ

وہ شیعانِ علیؑ اب تک حسنؓ کے جو فدائی تھے
بدلتے ہی ہوا مصروفِ خنجر آزمائی تھے

حسنؓ ابن علیؓ پر تھا تبرا اب شعار ان کا — غرض عنوان بدعہدی تھا ہر قول و قرار ان کا
یہ ننگِ خلق عار المؤمنیں شبرؓ کو کہتے تھے — ہمیشہ فکرِ توہین حسنؓ میں غرق رہتے تھے
مذل المؤمنیں کہہ کر سلام آقا کو کرتے تھے — غرض آزردہ خاطر یوں غلام آقا کو کرتے تھے

واپسی دربار رسولؐ

محبانِ علیؓ کے جور جب حد سے سوا پائے — مدینہ میں امامِ پاک کوفہ سے چلے آئے
مدینہ میں رہے نو سال تک شہزادۂ والا — مدارج پائے دربارِ نبیؐ سے ارفع و اعلیٰ
یہ دورِ زیست تھا دورِ عبادت زاہدانہ — ملا کرتے تھے دینار آکے ایک لاکھ سالانہ
یتیموں بے نواؤں اور بیواؤں میں بٹتے — ہمیشہ صرف کرتے تھے شہ والا بصد رغبت
مدینہ تھا خدا کی یاد تھی حق کی حضوری تھی — تھا حاصل قربِ محبوبِ خدا دنیا سے دوری تھی

سعیٔ یزید

یزید زشت خو آمادۂ بیداد تھا پیہم — خلافت کے نہ ملنے کا اُسے تھا واہمہ ہر دم
سمجھتا تھا کہ بعد مرگ فرزند ابوسفیانؓ — رہے زندہ اگر سبط نبی ابن شہ مرداں
حکومت شام کی ہرگز نہ مجھکو ملنے پائیگی — حسنؓ کے حق میں شرطِ عہدنامہ رنگ لائیگی
بشوق ملک گیری و حکومت کلبیہ زادہ — ہوا قتلِ حسنؓ پر دیدہ و دانستہ آمادہ
دیئے پیغام جعدہ بنت اشعث کو پس پردہ — یزید اس شرط پر لے دختِ اشعث ہے ترا بدہ
حسنؓ کو یعنی اپنے شوہرِ محبوب طلعت کو — پلا زہر ہلاہل بھیج دے گلزارِ جنت کو
یہ جعدہ جو ابھی منجملۂ ازواجِ والا تھی — جفا پیشہ کے شوقِ زوجیت میں ہو گئی اندھی

جہانِ حسن میں عورت عجب نافہم ہوتی ہے
خود اپنی آبرو شوہر کی اپنے جان کھوتی ہے

شہادتِ سیدنا امام حسن رضؓ

پلایا زہر ناہنجار نے معصوم شوہر کو
کیا واصل بحق سلطانِ دیں سبطِ پیمبر کو

غضب کا زہر تھا جس نے غضب تاثیر دکھلائی
نہ ہرگز راس تدبیرِ علاجِ شاہ دیں آئی

جگر کٹ کر دہن کی راہ سے باہر نکل آیا
خدا کا نور عرش اللہ سے باہر نکل آیا

ہوئی محسوس بے چینی شہیدِ عشقِ یزداں کو
نئے جلوے نظر آنے لگے نوشاہ خوباں کو

حسینؓ ابن علیؓ تشریف فرما تھے جو بالیں پر
ہوئے گویا کہ اے جانِ برادر سبطِ پیغمبر

یہ بے چینی ہے کیوں یہ اضطرابِ روح فرسا کیوں
یہ جوشِ ناشکیبائی یہ کربِ حسرت افزا کیوں

نبیؐ کے پاس تم یا مرتضیٰؓ کے پاس جاتے ہو
خدا کے سامنے اے صاحبِ احساس جاتے ہو

خدیجہؓ فاطمہ زہرہؓ جہاں تشریف فرما ہیں
جہاں قاسمؓ ہیں طیبؓ طاہرؓ ہیں جہاں جعفرؓ ہیں حمزہؓ ہیں

وہاں جاتے ہوئے اسدرجہ حیرانی کا کیا باعث
میں قرباں کچھ تو کہیے سوزِ پنہانی کا کیا باعث

کیا ارشاد اے جانِ برادر ماجرا یہ ہے
ہے میرے سامنے اک وہ منظر ماجرا یہ ہے

نہ پہنچا تھا جہاں تک وہاں میں آج جاتا ہوں
نہیں دیکھا تھا جس مخلوق کو وہ دیکھ پاتا ہوں

سپرد اللہ کے تم کو کیا ثابت قدم رہنا
مصائب جھیلنا صدمے اٹھانا رنج و غم سہنا

جنابِ عائشہؓ سے عرض کرنا میری جانب سے
مجھے حجرہ کے اندر دفن ہونے کی رضا دیجیے

اجازت یہ اگر دربارِ صدیقہؓ سے ہو جائے
دمِ تدفین رکاوٹ بھی نہ کوئی پیش اگر آئے

مجھے آغوشِ سلطانِ رسل میں تم سلا دینا
مری میت کو حجرہ میں شہ والا کے جا دینا

یہ کہکر نعمتیں جتنی تھیں نانا جان سے پائیں
سپرد حضرت شاہِ شہیداں شہ نے فرمائیں

کیا رخ سوئے قبلہ ہو گئے واصل بحق حضرت
شہادت نے جبیں چومی ہوئی رخ پہ فدا رحمت

ملے شاہِ رسل سے بعد رحلت سبطِ پیغمبر
ہوئے مسند نشینِ قصرِ جنت سبطِ پیغمبر

شہادت کی خبر سن کر زمانہ کو اچنبا تھا
ربیع الاولیں کی پانچویں تھی پنجشنبہ تھا

سن پنجاہ یا پنجاہ و یک میں امر حق پا کر
شہید اللہ اکبر ہو گئے لخت دلِ حیدر رض

جنازہ پر ہجومِ عاشقانِ آلِ اطہر تھا
شریکِ تعزیت مروان بھی با دیدۂ تر تھا

حسین رض پاک نے مروان[1] سے پوچھا کہ اے خود سر
کئے کیا کیا نہ تو نے زندگی میں ظلم حضرت پر

پسِ مردن اب اُن کی نعش پر رونے سے کیا حاصل
کہا مروان نے میں کیا کہوں مغموم ہے کیوں دل

میں اس مرحوم کو روتا ہوں جو کوہِ تحمل تھا
میں روتا ہوں اُسے اللہ پر جس کو توکل تھا

جنازہ جب امامِ پاک کا بہرِ نماز آیا
حسین رض ابن علی سبطِ پیمبر نے یہ فرمایا

یقیناً خود پڑھاتا میں نمازِ آخر معظم کی
مگر ہے یہ بھی اک سنت سوائے ربِ اکرم کی

نمازوں میں امامت والی و امیر کا منصب ہے
یہی حکمِ شریعت ہے یہی آئین مذہب ہے

سعید[2] اس وقت تھے جو والی و عامل مدینہ کے
پسر تھے عاص کے تھے آدمی بھی کچھ قرینہ کے

اُنھوں نے ہی نمازِ میتِ شہ کی امامت کی
حسین رض پاک نے تعمیل احکام شریعت کی

جنازہ لے چلے جب لوگ سوئے روضۂ انور
ہوا مروان مزاحم کھنچ گئے باہم اگر خنجر

جناب ابو ہریرہ رض نے کیا یہ فیصلہ بڑھ کر
کہا شبیر رض سے فرزند ہے یہ مرتضیٰ داور

کنارِ فاطمہ میں دفن ہو لختِ دلِ زہرا رض
بقیعِ پاک میں ہو تربتِ ابنِ رسول اللہ ص

بالآخر وہ ہوا لکھا تھا جو قدرت کے دفتر میں
علی کا لختِ دل آسودہ ہے آغوشِ مادر میں

کفن بر رخ چھپا ماہِ مبیں آغوشِ تربت میں
چمک کر فاطمہ رض کا چاند ڈوبا بادلِ رحمت میں

---

[1] مروان ابن الحکم خلافت امویہ میں افتراق کا بانی خود غرض فریبی دغا تھا حضرت عثمان غنی رض کے زمانہ سے مسلسل مسلمانوں کے محترم آدمیوں کو لڑاتا رہا معاویہ بن یزید کے بعد ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۶۴ھ کو امارت بنو امیہ پر فائز ہوا۔ ۳ رمضان سنہ ۶۵ھ کو دمشق میں فوت ہوا۔

[2] سعید بن العاصی دو مرتبہ والی مدینہ مقرر ہوئے سنہ ۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۵۹ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۲

ہوا مستور جلوہ شمع قندیل رسالت کا
چراغ پُر ضیا گل ہو گیا قصر امامت کا

حسینؓ بدر کی صورت حسنؓ کی پاک صورت تھی
سراپائے جمالِ صاحب لولاک صورت تھی

جہاں میں بجلیاں چمکیں مسلمانوں کی آہوں سے
حسنؓ کی چاند سی صورت ہوئی پنہاں نگاہوں سے

یہ کہدو کشتگانِ عشق کے غم میں جو روتے ہیں
شہیدانِ محبت زندہ جاوید ہوتے ہیں

ولادتِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

عجب تھی فرخ و مسعود چوتھی سال ہجری کی
خوشی تھی رات دن دونی جناب فاطمہؓ بی کی

طرب افروز تھا دن پانچ شعبان المعظم کا
کہ قصر سیدہ زہرہ سے خورشید شرف چمکا

حسینؓ ابن علیؓ تشریف لائے بزم ہستی میں
مئے جام نجف آنکھوں سے ٹپکی جوش مستی میں

ولادت کی خبر گوشِ رسولِ پاکؐ تک پہنچی
زمیں سے عیش سرمد کی صدا افلاک تک پہنچی

شفق پھولی فضائے چرخ پر انوار قدرت کی
ہوئی پھولوں سے سرخی رونما رنگ شہادت کی

عروسِ صبح نے درِ نجف کا مینہہ برسایا
پھریرا نصرتِ حق کا زمانہ بھر میں لہرایا

فرشتے خیر مقدم کے لئے زہرہؓ کے گھر آئے
مدینہ کی زمیں پر عرش کے تارے نظر آئے

نگاہِ بوتراب آئینہ بر کف نہ یدکو دوڑی
خوشی سو سو قدم تک عیش کی تجدید کو دوڑی

خوشی کے سرخ ڈورے تھے عیاں چشم پیمبر میں
شعاعیں موجزن تھیں چشمۂ خورشید انور میں

تجلّی دیکھ کر نورِ نظر کے روئے روشن کا
رسول اللہ نے بوسہ لیا بچہ کی گردن کا

مبارکباد دی روح الامیں نے عرش سے آکر
ہزاروں نور تھے ہمراہ سلطان رسل حیدرؓ

لب جبریل سے حق کا سنا پیغام سرور نے
حسینؓ اس چاند سے بیٹے کا رکھا نام سرور نے

عطا کی دوسری نعمت نبیؐ کو حق تعالیٰ نے
کیا اس لختِ دل کا بھی عقیقہ شاہِ والا نے

پلایا دودھ ام فضل[1] نے فرزند زہرا کو
فرشتوں نے کھلایا گود میں دلبند زہرا کو

رہے شبیر بطن والدہ میں چھ مہینے تک
کفِ پا سے تھے ہم شکلِ رسولِ پاک سینے تک

سراپا نور تھے نورِ نبی تھے نور کی صورت
جبینِ پاک روشن تھی چراغ طور کی صورت

مناقب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

ازل سے آپ تھے ظلِ جمالِ حضرت یحییٰ
ہر اک خو آپ کی تھی ہمخیالِ حضرت یحییٰ

رہے چھ ماہ وہ بھی اور یہ بھی بطن مادر میں
ہوئے دونوں شہید اللہ اکبر راہ داور میں

سکونِ صبر و تسلیم و رضا دونوں میں یکساں تھے
وہ پیغمبر تھے سچے اور یہ سچے مسلماں تھے

حسین پاک کا بھی نام تھا اسمائے حسنیٰ میں
کوئی پہلے نہ تھا اس نام کا انسان دنیا میں

حسین آئینہ دارِ حسنِ روئے مصطفائی تھے
حسین اک مطلعِ انوارِ ذاتِ کبریائی تھے

حسن کی ہر ادا کے تھے حسین پاک آئینہ
حسن کی طرح تھا آئینہ خانہ آپ کا سینہ

تھے دونوں مشترک خوبی و اخلاق کے حامل
تھے دونوں آسمانِ عرش رفعت کے مہ کامل

یقیناً راکبِ دوش شہ ابرار تھے دونوں
جوانانِ ریاضِ خلد کے سردار تھے دونوں

علی کے لختِ دل زہرہ کے نور العین زیر پردہ
تھے محبوبِ خدا کی گودیوں کے ناز پروردہ

یہ دونوں پھول ہر اک گلِ ریحانِ جنت تھے
تھے دونوں شاہزادے زینتِ ایوانِ جنت تھے

نمازِ مصطفیٰ کی حق نما تصویر تھے دونوں
رکوع و سجدہ ہائے فرض کی تفسیر تھے دونوں

---

[1] ام الفضل کنیت الکبریٰ لقب لبابہ نام بنت حارث خولہ بنت عوف کے بطن سے پیدا ہوئیں خدیجہ کبریٰ کے بعد آپ پہلی خاتون ہیں جو ایمان لائیں حضور انکے دیکھنے کو اکثر جایا کرتے تھے انھوں نے خواب دیکھا کہ حضور کے جسد مبارک کا ایک ٹکڑا انکی گود میں آگیا ہے گھبرا گئیں تعبیر دریافت کی حضور نے فرمایا کہ حسین میرے جگر کے ٹکڑے کو گود میں کھلاؤ گی زمانہ خلافت عثمان غنی میں انتقال فرمایا

رسولِ پاک سے ملتی ہوئی دونوں کی طلعت تھی
رسولِ پاک کے سینے میں دونوں کی محبت تھی

یہ دونوں مصطفےٰ کے سامنے سے جب گذرتے تھے
دُعا یہ مصطفےٰ دونوں کے حق میں حق سے کرتے تھے

یہ ان دونوں کا طالب میں ہوں مطلوب ہیں دونوں
خدا محبوب رکھ ان کو مجھے محبوب ہیں دونوں

بلند اللہ اکبر کس قدر دونوں کے پائے ہیں
حدیثوں میں فضائل مشترک دونوں کے آئے ہیں

حسینؓ ابن علی کا اوج و رفعت کوئی کیا جانے
حسنؓ جانے علیؓ جانے نبیؐ جانے خدا جانے

نبیؐ کا چاند سا فرزند ابراہیم[1] مہ پارہ
نبیؐ کے زانوئے پُر نور پر تھا انجمن آرا

حسینؓ پاک بھی یکبارہ آئے بزمِ سرور میں
ہوئے جلوہ نما آتے ہی آغوشِ پیمبرؐ میں

یہ دونوں لختِ دل سرکار کی آنکھوں کے تارے تھے
زیادہ سب سے دونوں سرورِ دیں کو پیارے تھے

یکایک حضرتِ جبریل آئے عرشِ رحماں سے
گذارش کی بصد تکریم یہ سلطانِ خوباں سے

ہے فرمانِ خداوندی کہ یہ نورِ نظر دونوں
نہیں رہ سکتے مل کر ایکجا با ہم دگر دونوں

خدا کا حکم یہ منظور اے محبوبِ رب کیجئے
ہیں ان دونوں میں جو محبوب اسکو منتخب کیجئے

حسینِ پاک سے از بسکہ تھے مانوس پیغمبرؐ
کیا قربان ابراہیم کو فرزند زہراؓ پر

حسینؓ ابن علیؓ لپٹے رہے دامانِ رحمت سے
ہوئے معصوم ابراہیم پنہاں چشمِ حضرت سے

---

[1] حضرت سیدنا ابراہیم روحی فداہ فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ماریہ قبطیہ جن کو مقوقس بادشاہ مصر نے حضورؐ کو ہدیہ میں بھیجا تھا آپ کی والدہ ہیں ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ کے حصہ عالیہ میں پیدا ہوئے آپ کی قابلہ حضرت سلمہ زوجہ ابو رافع اور دودھ پلائی ام سیف اور ام بردہ تھیں۔ پیدا ہونے کے ساتویں دن حضورؐ نے آپکا عقیقہ کیا نام رکھا اور سر کے بال اُتروائے بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کر کے بال دفن کرائے۔ آپ کی عمر اٹھارہ یا سولہ ماہ آٹھ یوم کی ہوئی حضورؐ کو جتنی آپ کی پیدائش کی خوشی ہوئی اتنا ہی موت کا غم ہوا۔ نماز جنازہ حضورؐ نے پڑھائی فضل بن عباس نے غسل دیا۔ اسامہ بن زید و فضل نے قبر میں اُتارا بعد دفن قبر پر پانی چھڑکا گیا اور علامتِ قبر بنائی گئی حضرت عثمان بن مطعون کے قریب دفن فرمائے گئے۔

رسولِ پاک تھے اک دن مکانِ امِ سلمہؓ میں
کبھی سلمہؓ سے باتیں تھیں کبھی تھے یادِ مولا میں

یکایک آئے جبریلِ امیں عرشِ معظم سے
کہا با صد ادب محبوبِ خلاقِ دو عالم سے

برائے گفتگو ہو تخلیہ اس کی ضرورت ہے
امورِ خاص خلوت ہیں کہے جائیں جو آیت ہے

نبی نے امِ سلمہؓ سے کہا تم اے زنِ با عزت
بنو کچھ دیر تک اب تم نگہبانِ درِ دولت

کوئی داخل نہ ہو حجرہ کے اندر دیکھتی رہنا
کہے کچھ کوئی لیکن ماننا اس کا نہ تم کہنا

جنابِ امِ سلمہؓ تھیں نگہبانِ درِ حجرہ
کہ آئے اک طرف سے کھیلتے لختِ دلِ زہرہؓ

حسینؓ پاک نے نانی سے نانا جان کو پوچھا
کہا حجرہ کے اندر ہیں حضورِ سیدِ بطحا

مگر حجرہ کے اندر کوئی داخل ہو نہیں سکتا
کہ ہے اے راحتِ جاں حکم یہ سرکارِ والا کا

حسینؓ آنکھوں میں آنسو بھر کے بولے امِ سلمہؓ سے
مجھے بھی کیا منع فرما دیا ہے میرے نانا نے

درونِ حجرہ سے آواز آئی ان کو آنے دو
جلیسِ خلوت و جلوت ہے میرا انکو نہ تم روکو

گئے شبیر ہنستے کھیلتے سرکارِ والا تک
ہوئے مسرور سلطانِ الم نشرح لک صدرک

کہا جبریلؑ نے ختم الرسل محبوبِ ربّ ان سے
محبت آپ کو ہے جس قدر شاہِ شہیداں سے

بجا ہے ٹھیک ہے لیکن ازل سے انکی قسمت میں
یہ لکھا ہے کہ ان کا امتحاں ہو دشتِ غربت میں

مفصل مصطفےؐ سے واقعاتِ کربلا بالکل
کہے جبریلؑ نے اکثر بطورِ رازِ مستقبل

نکالی پیرہن سے ایک شیشی خاک تھی جس میں
نہاں آمیزشِ خونِ شہِ لولاک تھی جس میں

حسینؓ پاک و جبریلِ امیں جب ہو گئے رخصت
یہ دیکھی امِ سلمہؓ نے شہِ کونین کی حالت

لہ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کنیت اصل نام ہند۔ امیہ ابو حذیفہ باپ کا نام۔ عاتکہ بنت عامر ماں کا نام ابو سلمہ سابق شوہر کا نام ہے زوجین مسلمان تھے مہاجر تھے۔ ابو سلمہؓ غزوۂ احد میں زخمی ہوئے اور زخم کے اثر سے جمادی الثانی ۴ھ میں وفات پائی ام سلمہؓ آخر ماہ شوال ۴ھ میں حضور کے عقد میں آئیں ۸۴ برس کی عمر میں ۶۳ھ میں قبل واقعہ حرہ وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے آپکی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی۔ ولید بن عتبہ والیٔ مدینہ کسی عذر سے نہ شریک ہو سکا

Jammu & Kashmir University Library,
Accession No 48910

رُخِ انور پہ آثارِ غم و اندوہ طاری ہیں
طبیعت مضطرب ہے اشکِ غم آنکھوں سے جاری ہیں

گذارش کی یہ اُمّ المومنیں نے شاہِ والا سے
مرے ماں باپ صدقے میں تصدّق ماجرا کہئے

کہا باچشمِ پُرنم ارشادِ سلطانِ دو عالم نے
رُلایا ہے مجھے اے اُمِّ سلمہؓ آج اس غم نے

یہ مٹی جو مرے ہاتھوں میں ہے جبریلؑ نے دی ہے
یہ خوں آمیز مٹی آہ دشتِ کربلا کی ہے

کیا جائیگا جس جا قتل یہ فرزندِ زہراؓ کا
بہے گا اُف لہو جس خاک پر دلبندِ زہراؓ کا

یہ مٹی ہے وہی لے اُمِّ سلمہ اس کو تم رکھو
لہو ہو جائے جس دن خاک یہ از خود تو تم سمجھو

حسینؓ ابنِ علی کو دشمنوں نے قتل کر ڈالا
مگر اتنا کہہ کر رو دیئے پھر سرورِ والا

تعالی اللہ تھا یہ علمِ سلطانِ رسالت کا
نظر کے سامنے تھا واقعہ سارا شہادت کا

معلّم تھا خدا روح الامیں تھے مخبرِ صادق
عیاں تھا آپ پر ہر منظرِ مستقبل و سابق

یہی وہ علم ہے علمِ لدنی جسکو کہتے ہیں
یہ ہے وہ علم علمِ غیب سچی جسکو کہتے ہیں

حکومتِ یزید

معاویہؓ[1] کی حکومت ہوئی جب ثابت تبری میں
ہوئے مصروف شامی سلطنت کی خیر خواہی میں

---

[1] حضرت امیر معاویہؓ بن ابو سفیانؓ فتح مکہ سے کچھ قبل مسلمان ہوئے جنگ حنین میں شرکت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمت کتابت وحی پر مامور فرمایا۔ زمانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں اسلامی فوج کے ہمراہ شام پر لشکر کشی میں شریک ہوئے۔ یزید بن ابی سفیان اپنے بھائی کی وفات کے بعد عامل دمشق مقرر ہوئے عہد فاروق میں صرف گورنر دمشق تھے بعدہٗ عہد خلافت ذوالنورین میں کل شام کے عامل ہوئے۔ بیس برس تک گورنر رہے ۳۸ھ میں شام کی جداگانہ خلافت قائم کی اور ۴۰ سال کی عمر میں اپنے خلیفۂ اسلام ہونے کا اعلان کیا۔ ۲۰ سال خلافت کرکے ۸۲ سال کی عمر میں بمقام دمشق انتقال فرمایا۔ اور باب الجابیہ و باب الصغیر کے درمیان مدفون ہوئے۔

بٹھایا تخت پر سب نے یزید کینہ پرور کو
سمجھتا تھا جو دشمن پیشتر سے آلِ حیدرؓ کو

یہ ظالم بیٹھتے ہی شام کے تختِ حکومت پر
اتر آیا تھا یعنی دشمنی فطری عداوت پر

کیے قاصد روانہ شام سے مکہ مدینہ کو
لکھے فرماں کہ حاکم مان لیں سب اس کمینہ کو

ابی سفیانؓ کا پوتہ مدینہ میں گورنر تھا
بظاہر تخت در پردہ خلافِ فتنہ و شر تھا

ولید اس نیک دل کا نام تھا عتبہ کا بیٹا تھا
سفیرِ شام جب آیا تو یہ بستر پہ لیٹا تھا

دیا قاصد نے خط مضمونِ خط اس نے پڑھا سارا
پچھاڑی موت کا تھا سامنے آنکھوں کے نظارا

دیا کچھ لکھ کے نوکر کو کہا اس کو ذرا لیجا
برائے مشورہ مروان کو فوراً بلا بھیجا

ولید آیا یہ نامہ پا کے ایوانِ حکومت میں
ہوا مروان بھی داخل آ کے ایوانِ حکومت میں

سعئ بیعت امامؓ

لکھا تھا حکم میں لی جائے بیعت ان اکابر سے
ہمیشہ رہتے ہیں بیزار جو شاہان جابر سے

حسینؓ ابن علی ابن عمرؓ ابن زبیرؓ اکثر
رہا کرتے ہیں شاہی سلطنت کے باغی و خودسر

ہو جتنا جلد ان تینوں سے لی جائے مری بیعت
پھر اس کے بعد حکم عام ہو جاری پئے طاعت

کہا مروان نے فوراً بلایا جائے تینوں کو
نہ موقع تدبر کا نہ ان انجام بینوں کو

ملازم مسجد نبوی میں ان کو ڈھونڈتا آیا
حسینؓ پاک و عبداللہ زبیری کو وہیں پایا

بہم دونوں بزرگوں نے کہا حکم طلب سنکر
ہم آتے ہیں عقب سے دے خبر عامل کو اے نوکر

ہوئی ابن زبیرؓ و ابن حیدرؓ کو پریشانی
نہ باہم کر سکے کچھ فیصلہ دونوں با آسانی

حسین آئے مکاں پر ساتھ لیکر کچھ سواروں کو
گئے عامل کے گھر باہر بٹھا کر رازداروں کو

ولید ابن رسول اللہ کی عزت کا قائل تھا
جب آئے یہ تو استقبال کی جانب بھی مائل تھا

دیا ابن علیؓ کو خط یزید فتنہ ساماں کا
پڑھا خط رنگ دیکھا ابن عتبہ اور مروان کا

دعائے مغفرت بہرِ امیرِ شام فرمائی — کہا بیعت کی بابت صاف لفظوں میں کہ "نا بھائی"

امیر فاسق و فاجر کی بیعت میں کروں توبہ — خلافِ دین حق الزام اپنے سر دھروں توبہ

یہ کہکر آپ نکلا چاہتے تھے قصرِ عامل سے — کہا مروان نے فوراً ولید خوش شمائل سے

بلا بیعت لئے زندہ نہ جانے دیجئے ان کو — یہی موقع ہے بڑھ کر قتل فوراً کیجئے ان کو

حسینؓ ابن علیؓ نے ڈانٹ کر فی الفور فرمایا — غلط ہے قتل مجھ کو تو کرے مروان بے پایا

نہیں تنہا یہاں میں لے وکیدِ اعمالِ طیبہ — محافظ ہے مرا وَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَاللّٰہ

مکاں سے کہہ کے یہ تشریف باہر آپ لے آئے — مگر امکان رہنے کے مدینے میں نہ اب پائے

گئے دار الامارہ کو نہ خود ابن زبیرؓ[۱] اصلاً — مدینہ سے کیا عزمِ سفر فی الفور مکہ کا

اسی دن رات کو ابن زبیرؓ اک دم مدینہ سے — روانہ ہو گئے کعبہ کو چھپ چھپ کر قرینہ سے

مدینہ چھوڑ کر مکہ کی جانب بے قرار آئے
خدا کے گھر میں محبوب خدا کے جاں نثار آئے

۱؎ عبداللہ ابن زبیرؓ بن عوام آغاز سال ہجری کے دس ماہ بعد پیدا ہوئے حضور نے اپنا لعاب دہن چٹایا ان کے والد حضرت زبیر نبی صلعم کے پھوپی زاد بھائی خدیجہ کبریٰ کے برادر زادے صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے عشرہ مبشرہ میں سے تھے جن کے قطعی جنتی ہونیکی بشارت ہے جو جنگ جمل میں ۱۰ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ بعمر ۶۷ سال بروز پنجشنبہ شہید ہوئے عبداللہ بن زبیر کی والدہ اسما بنت ابوبکر صدیقؓ تھیں یزید ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ میں فوت ہوا مرنے سے پہلے حصین بن نمیر کو ابن زبیرؓ کے خلاف چڑھائی کا حکم دیا جس نے کعبہ پر آتشباری کی واقعہ حرہ اسی کا نام ہے یزید کے مرنے اور معاویہ ابن یزید کی چند روزہ برائے گفت امارت کے بعد بلا اختلاف عبداللہ ابن زبیر حجاز عراق یمن خراسان کے خلیفہ تسلیم کئے گئے۔ مروان بن عبدالملک ابن مروان برابر آپ سے لڑتے رہے حجاج ابن یوسف سپہ سالار لشکر عبدالملک نے یکم ذی الحجہ ۷۲ھ کو کعبہ کا محاصرہ کیا سات مہینے مسلسل کعبہ پر آتشباری کی گئی ۱۵ جمادی الآخر ۷۳ھ کو حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ شہید ہوئے۔ شب بیدار ایسے کہ ایک رات برابر صبح تک قیام کرتے دوسری رات صبح تک رکوع میں رہتے تیسری شب تا سحر سجدہ میں

دربارِ رسولِ انام ؐ اور رخصتِ امام ؓ

مزارِ مصطفےٰ پر شام ہوتے ہی امام آئے
پکار کر سلام اے تاجدارِ عالم امکاں
سلام اے بانیٔ اسلام اے محبوبِ ربانی
سلام اے بے نواؤں کے سہارے رحمتِ عالم
ذرا دیکھو تو چہرے سے اٹھا کر گوشۂ داماں
ذرا حجرے سے نکلو اے مکینِ گنبدِ خضرا
یزیدی زد پہ ہے اسلام ہے سرکار خطرے میں
یزید فاسق و فاجر مخالف ہے شریعت کا
اسے ضد ہے حسینؓ اسکی اطاعت پر ہو آمادہ
میں قرباں اے مجھے ناز و نعم سے پالنے والے
دہائی آپ کی اے دادرس اپنے نواسوں کے
مدد اے التجائیں سننے والے آلِ اطہر کی
مراقب ہو گئے یہ کہہ کے فرزندِ رسول اللہ
نگاہِ یاس و حسرت سے در و دیوار کو دیکھا
گذارش کی لگا کر قبرِ نورانی کو سینے سے
مگر یہ التجا ہے یا نبیؐ یا رحمتِ عالم
ہماری بیکسی درماندگی کی لاج رکھ لینا

اجازت کی غرض سے آخری کرنے سلام آئے
سلام اے سیدِ عالم سلام اے سرورِ ذیشاں
سلام اے صاحبِ لولاک نورِ ذاتِ یزدانی
سلام اے بیکسوں کے دل کی ڈھارس شافعِ اعظم
حسینؓ ابنِ علیؓ پر تنگ ہیں طیبہ کی اب گلیاں
ذرا دیکھو تو اہلِ بیت پر ہیں سختیاں کیا کیا
نواسہ آپ کا اس وقت ہے دشمن کے نرغے میں
نہیں احساس سکو احترامِ دین و ملت کا
مگر تو بین ہے کیونکر وا رکھے نبیؐ زادہ
مصائب آنے والے ہم زدن میں ٹالنے والے
دہائی آپکی اے آسرا بھوکے پیاسوں کے
مدد اے آرزو بر لانے والے سائل در کی
اٹھایا سر تو نکلا یہ ارادہ مونھ سے وا اسفا
بچشمِ اشک افشاں مرقدِ سرکار کو دیکھا
حسینِؓ خانماں برباد جاتا ہے مدینے سے
قدم سے آپکے ہوں خوب رجب ناکام الغث ہم
ہمیں لطف نسلی دیں اپنی صاحبِ معراج رکھ لینا

کہیں پیدا نہ ہو جبتک ٹھکانا بے ٹھکانوں کا
نہو پرساں کوئی جبتک ضعیفوں ناتوانوں کا
رہیں جبتک عدو آمادۂ جور و ستمرانی
رہے جس وقت تک ہم پر ہجوم خانہ ویرانی
ہمیں مکے میں بھی رہنے نہ دے جب دشمنِ خودسر
خدا کے گھر سے بھی ہوں جب وطن آوارگان بے گھر
بلانے والے بنکر دوست جب بنجائیں بیگانے
گذر جائیں جب اپنی بیکسی کے حد سے افسانے
ہمیں جب کربلا میں سامنا کرب و بلا کا ہو
ہمیں جب تیر بیداد اجل نے چلانے تاکا ہو
سپاہِ شام جب محصور کرلے ہم غریبوں کو
کہیں امن و اماں حاصل نہو جب بد نصیبوں کو
خیام اہلبیتِ پاک ہوں جب نصب ریتی پر
تصرف جب خزاں کا ہو بہارِ باغ گیتی پر
نبی زادے علیؓ زادے ہوں جب تلوار کی زد پر
بزیدی ہنستے ہوں جب کشتگانِ حق کے منہ پر
عدو کے ہاتھ سے جب قتل ہو لشکر نواسوں کا
بیاباں میں لٹے جب قافلہ بھوکے پیاسوں کا
سکون برباد اہلبیت پر جب بند ہو پانی
حسینؓ تشنہ لب پر ہوتی ہو جب تیر بارانی
ہوں خاتونانِ اہلبیت جب پابندِ نامحرم
ہوں جب دشمن کے ہاتھوں پابجولاں عابدؓ پر غم
پئے تسکین مرے سرکار تم اس وقت آجانا
سکون و صبر کی تلقین دل افگاروں کو فرمانا
بس اب اے قبلۂ دیں مجھکو جانے کی اجازت ہو
لبِ اطہر سے فرمادو حسینؓ اب جاؤ رخصت ہو

مدینے سے شہ کونین کا نور نظر نکلا
وطن سے بے وطن ہو کر وطن کا تاجور نکلا

مدینہ سے روانگی

غرض با چشم نم شبیر لوٹے آستانہ سے
ملے صبر و سکوں کے ساتھ ہر اپنے بیگانہ سے
لیا ہمراہ اہلبیت و یارانِ مکرم کو
سفر فرمادیا طیبہ سے بیت اللہ اعظم کو
ولید اب تک یہ سمجھا تھا کہ ہیں دونوں مدینہ میں
گرفتاری کی تھی در پردہ حسرت اسکے سینہ میں
تقاضے پر تقاضے آرہے تھے اس کی جانب سے
مگر دونوں نہاں تھے چشم اغیار و اجانب سے

ولید اس علم پر طیبہ سے دونوں ہو گئے غائب
ہوا اپنی تغافل کیشیوں پر خاسر و خائب

یزید تند خو تک شام میں جب یہ خبر پہنچی
کیا صادر ولید پر خطا کر حکم معزولی

مدینہ پر کیا مامور فوراً دوسرا عامل
سعید[1] الاشدق کا تھا پسر جو عمر نا قابل

مدینہ سے پناہِ کعبہ میں ابن زبیرؓ آئے
خدا کے گھر میں بچکر زد سے دشمن کی بچ آئے

محافظ بن کے قدسی آسماں سے راہ میں آئے
امام پاک بھی طیبہ سے بیت اللہ میں آئے

اہلِ کوفہ کے خطوط

خبر اِن اتفاقات خاص کی جب پہنچی کوفہ میں
ہوا معلوم جب شاہِ شہیداں بھی ہیں مکہ میں

سلیمان[2] کے مکاں پر مجلسِ شوریٰ ہوئی قائم
محبانِ علیؓ نے بے خیالِ لومۃ لائم

کیا یہ فیصلہ لکھیں عریضے ابن حیدرؓ کو
بلائیں کوفہ میں بہرِ امامت سبطِ اصغر کو

حبیب ابن مظاہر اور رفاعہ اور مسیب نے
مرتب خط کیا شیعوں کے ہر طبقہ کی جانب سے

لکھا خط میں کہ ہم بیزار ہیں شامی حکومت سے
ہمیں ہے سوئے ظن نعمان کے طرزِ سیاست سے

ہیں شیدائی علیؓ ابن ابی طالب کے ہم شیعہ
ہمارا سخت دشمن ہے یزید ابن معاویہ

بجز سرکار کے ہم غیر کی بیعت سے قاصر ہیں
حضور آئیں تو جان و مال سے ہم لوگ حاضر ہیں

امام دوسرا کوفہ میں گر تشریف لے آئیں
تو ہم نعمان سے کہدیں یہاں سے وہ چلے جائیں

مرتب ہو گیا مضمونِ خط جب بصورت محضر
گئے سوئے حرم دو معتمد قاصد اسے لیکر

یہ قاصد دونوں[3] عبد اللہ ہمدانی و والی تھے
نہایت تیز رو تھے صاحبِ تدبیر عالی تھے

---

[1] عمر بن سعید الاشدق رمضان سنہ ۶۰ھ میں عامل مدینہ ہوا۔ ۱۲

[2] سلیمان بن صرد خزاعی رئیس کوفہ سنہ ۶۵ھ میں قاتلان حسین سے لڑا۔ ۱۲

[3] عبد اللہ بن سبیع ہمدانی۔ عبد اللہ بن وال۔ ۱۲

ابھی دو دن گزرے تھے کہ پھر لوگوں میں جوش آیا | لکھا پھر دوسرا خط پھر رواں قاصد کو فرمایا
پھر اسکے بعد بھی قاصد پہ قاصد خط پہ خط بھیجے | عریضے پے بہ پے ترغیب کے تحریص کے لکھے
خطوں پر دستخط ہوتے تھے صدہا اہل کوفہ کے | اثر یہ خط کہاں تک قلب حضرت پر نہیں کرتے
یزیدی جور سے بصرہ حجاز و شام نالاں تھے | خلیفہ ابن حیدرؑ ہوں بہت سے لوگ خواہاں تھے

خطوطِ اہل کوفہ لے کے اکثر نامہ بر آئے
مگر ناواقفِ انجام آئے بے خبر آئے

اہل بصرہ کے خیالات

گئے شیعانِ بصرہ نے بھی ملکر مشورے اکثر | مکانِ ماریہ[۱] پر رات دن جلسے رہے اکثر
ہر اک ذی فہم کی یہ رائے تھی جس طرح ممکن ہو | بلایا جائے بصرہ میں امام پاک باطن کو
یزید[۲] ابن نبیط اک با ہمت صاحبِ دل تھا | وقارِ اہلبیت پاک پر سوجاں سے مائل تھا
کہا اس نے بجائے نامہ و پیغام بہتر ہے | کہ خود جا کر کہیں ہم راز دل جو دل کے اندر ہے
عبید اللہ و عبد اللہ دو بیٹوں کو یہ لیکر | نواحِ بصرہ سے آیا حضورِ سبط پیغمبر
کہے سب واقعاتِ اہل بصرہ آکے حضرت سے | گزارش کی وہاں کے لوگ ہیں مشتاقِ بیعت کے
بقدرِ حوصلہ کی ترجمانی بصرہ والوں کی | نئی تصویر یہ کھینچی خاص لوگوں کے خیالوں کی

فدائی آکے سب شامل ہوئے یہ زر خرید ان میں
ہوئے قربان شہ والا یہ کہلائے شہید ان میں

---

[۱] ماریہ بنت سعد قبیلۂ عبد القیس ۱۲۔
[۲] یزید بن نبیط مع عبد اللہ و عبید اللہ پسران کے حاضر خدمت امامؑ ہوا۔ تینوں کربلا میں شہید ہوئے۔

خیالات حضرت امامؑ عالی مقام

یہاں کعبہ میں اصحاب نبی سے قبلۂ عالم
کیا کرتے تھے مستقبل کی بابت مشورے پیہم

بکثرت متفق اس رائے پر تھے لوگ مکہ کے
رہیں حضرت حرم میں چین سے حاکم جو رہنے دے

خطوط اہل کوفہ پڑھ کے فرزند رسول اللہ
ارادہ سے ہوا خواہان ولایت ہوئے آگاہ

مقامی مجلس شوریٰ طلب کی شاہ والا نے
ہر اک تجویز پر تنقید کی ادنیٰ و اعلیٰ نے

جماعت کثرت آرا سے پہنچی اس نتیجہ پر
کہ پہلے جائے کوفہ میں نمائندہ کوئی بنکر

اجازت دے اگر اس شہر کا ماحول آئندہ
تو لکھے من وعن حالات سرکاری نمائندہ

زبانی کوفیوں سے مختتم ہر بات کی جائے
مکمل حال مستقبل کی تحقیقات کی جائے

حضرت مسلمؑ کی کوفہ کو روانگی

نمائندہ نے مسلمؑ امام پاک طینت کے
مدینہ سے گذر کر آئے کوفہ میں یہ مکہ سے

یہ جب داخل ہوئے کوفہ میں گھر گھر ایک شادی تھی
یکم تاریخ تھی ذی الحجہ کی سن ساٹھ ہجری تھی

کیا اظہار ارباب حقیقت نے مسرت کا
ہوا سامان گھر گھر خیر سے مسلمؓ کی دعوت کا

بکثرت نزد مسلم لوگ آئے شادماں ہو کر
امام پاک کا یہ خط سناتے ترجمان ہو کر

ترقی رات دن ہونے لگی اہل عقیدت کی
ہزاروں کوفیوں نے حضرت مسلم سے بیعت کی

موافق جب فضائے کوفہ مسلم کو نظر آئی
جماعت لڑنے مرنے کے لئے بھی مستعد پائی

لکھے حالات سب مسلمؓ نے فرزند پیمبرؐ کو
بلایا جانب کوفہ حسینؓ و آل حیدرؓ کو

خلاصہ واقعی حالات کا تحریر فرمایا
نتیجہ اپنی تحقیقات کا تحریر فرمایا

اِنتظاماتِ حکومت

یہ جوشِ انقلاباتِ ہجومِ شورشِ تازہ ۔ ہوا امن و اماں کا منتشر جس سے کہ شیرازہ

نواحِ کوفہ میں فسادات جب بڑھتا نظر آیا ۔ فساد و جنگ کا سیلاب سا چڑھتا نظر آیا

کیا نعمان[1] نے اجلاس اک دارالامارت میں ۔ کہ مسلم کو طلب فرمالیا قصرِ حکومت میں

دیا خطبہ بغاوت کرنے والوں کی ملامت کی ۔ رعیت کو کسی سازش نہ کرنے کی ہدایت کی

کہا خطبہ میں تا وقتیکہ حملہ ہو نہ کوفہ پر ۔ غلط الزام پہ ہرگز اٹھائیں گے نہ ہم خنجر

خلافِ سلطنت جو مرتکب ہوگا بغاوت کا ۔ یقیناً مستحق ہوگا وہ پاداشِ سیاست کا

یہ خطبہ گرچہ تھا بالکل حکومت کے تعاون میں ۔ مگر آیا تھا اس سے فرق کچھ ملکی تمدن میں

حکومت کے ہواخواہ ہونے کی تنقید خطبہ پر ۔ اڑائیں پھبتیاں نعمان کے منصب پہ رتبہ پر

مخالف ہے یہ دشمن پہ نرمی کا تقاضا تھا ۔ دلِ نعمان گر مائل بہ رسمِ استفاضہ تھا

عمارہ[2] اور عبداللہ[3] و عمرِ سعد[4] نے فوراً ۔ حکومت کو خبر کی جان کر یہ امر مستحسن

یہ تینوں فتنہ جو تھے معتمد شامی حکومت کے ۔ جہاں بیٹھے ہوئے تھے سکے انکی ہر سیاست کے

یزید دشمنِ ایماں کو ان لوگوں نے لکھا تھا ۔ کہ ہے نعمان کی کمزوری سے ملک کو خطرا

خبر ہے سیدِ معصوم کے کوفہ میں آنے کی ۔ ہیں جاری کوششیں شامی حکومت کے مٹانے کی

حسینؓ ابن علیؓ کا ہے یہاں موجود اک نائب ۔ امیرِ شام سے جو کر رہا ہے خلق کو تائب

کسی صورت نہیں اس حال میں نعمان اب قابل ۔ یہ بہتر ہے نہ رکھا جائے کوفہ میں اسے عامل

جہاں تک جلد ممکن ہو اُسے معزول کر دیجئے ۔ مقرر اور عامل بہتر و معقول کر دیجئے

یہ خط جس دن یزید کینہ ور نے شام میں پایا ۔ اراکینِ حکومت کو طلب فی الفور فرمایا

---

۱ نعمان بن بشیرؓ والیٔ کوفہ ۱۲ ۔ ۲ عمارہ بن ولید بن عقبہ ۔ ۳ عبداللہ بن مسلم ۔ ۴ عمر بن سعد بن ابی وقاص ۱۲

نہ راس آیا اسے یہ دور کوفہ کی حکومت کا
نیا ساماں کیا فی الفور کوفہ کی حکومت کا

تقرر عبید اللہ ابن زیاد بطور عامل کوفہ

مشیر معتمد سرجون رومی نے کہا اُٹھ کر
عبید اللہ[1] زیادہ ہی سے نہیں زاید کوئی بہتر

عبید اللہ جو اس وقت تک بصرہ کا عامل تھا
مدبر تھا مگر سفاک طینت بد خصائل تھا

یزید اس رائے کو سمجھا کہ منظوری کے قابل ہے
اسے معلوم تھا ابن زیاد اک مرد عاقل ہے

سر اجلاس لکھوایا گیا پروانۂ شاہی
سنا لیکر ہوا بصرہ کو مسلم باہلی راہی

عبید اللہ نے بصرہ میں یہ فرمان جب پایا
اسے فی الفور ہی کوفہ کے جانیکا خیال آیا

مجھے اس پر شورش کوفہ کے ظاہر راز پہلے سے
بغاوت کے سُنے تھے اس نے سازو باز پہلے سے

تدبیر حفاظت بصرہ

امام پاک نے لکھا تھا اک خط اہل بصرہ کو
بنایا تھا مخاطب مالک[1] و منذر وغیرہ کو

یہ خط تجدید ایمان اتباع حق کی دعوت تھا
بالفاظ دگر اظہار تنظیم خلافت تھا

امام دوسرا کے خط کو منذر ابن جارود نے
کسی صورت سے پہونچایا عبید اللہ کے آگے

پڑھا خط پڑھ کے خط شعلہ بھبوکا ہو گیا ظالم
پیاسا مفت قاصد کے لہو کا ہو گیا ظالم

تہیہ قتل اہل بیت کا فوراً کیا دل میں
کھلے لفظوں میں لڑنے کا کیا اعلان محفل میں

دلایا خوف دشمن کو سزائے قتل و غارت کا
عطا منصب کیا عثمان[2] کو اپنی نیابت کا

---

[1] مالک ابن سمع بکری۔ احنف بن قیس۔ مسعود بن عمرو۔ قیس بن ہشیم۔ عمرو بن عبید اللہ بن معمر۔ منذر بن جارود۔ افراد بصرہ جن کے نام خط روانہ کیا تھا۔۱۲۔ [2] عثمان بن زیاد برادر عبید اللہ ۱۲

عمائد سے لیا اقرار امداد و اعانت کا
کیا مضبوط بندوبست بصرہ کی حفاظت کا

ابن زیاد کی کوفہ کو روانگی

امورِ انتظامی کر کے طے سب ایک دم ظالم
روانہ ہو گیا کوفہ کو با جاہ و حشم ظالم

یہاں کوفہ میں اربابِ عقیدت کی یہ حالت تھی
ترقی پر امامِ دوسرا کی دل میں الفت تھی

لکھے تھے چونکہ خط پیہم شہ والا کی خدمت میں
طبیعت رات دن بے چین تھی شوقِ زیارت میں

یقیں ہر اک کو تھا کہ آ رہے ہونگے شہ والا
تھے محوِ شوقِ استقبال سب ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ

وفا کوشی قدمبوسی کے ارماں دل میں آتے تھے
نکل کر شب کو آبادی سے باہر لوگ جاتے تھے

غرض یہ حسرتوں کا رنگ ارمانوں کا منظر تھا
مسلسل انتظارِ آمدِ سبطِ پیمبر تھا

قریبِ کوفہ اس انداز سے ابن زیاد آیا
رہا ساتھ پیچھے پیشتر یہ نامراد آیا

وہ شیدائی کھڑے تھے منتظر جو شہر سے باہر
اندھیری شب میں سمجھے آ گئے لختِ دلِ حیدرؑ

صدائیں مرحبا ابن زہرا کی اٹھیں باہم
نظر آئے عقیدتمند کرفی خوشدل و خرم

عقیدت نے نئی اک لہر دوڑا دی وفاؤں میں
صدا تکبیر کے نعروں کی گونج اٹھی فضاؤں میں

ابن زیاد کا داخلہ کوفہ میں

عبید ابن زیاد آہستہ آہستہ خموشی سے
بڑھا دار الامارۃ کی طرف اک گرمجوشی سے

یہ نو وارد بالآخر جو درِ نعمان پر پہونچا
ہجومِ شہر بھی قصرِ رفیع الشان پر پہونچا

درِ قصرِ حکومت بند تھا پہرا مقرر تھا
کوئی اندر نہ داخل ہو سکے یہ حکمِ افسر تھا

مگر پہونچا عبید اللہ فوراً بابِ دولت تک
کہا دروازہ کھولو ورنہ کھولا جائیگا بیتک

تھی یہ آواز پہچانی ہوئی ارباب دولت کی
کھلی زنجیر اس آواز پر باب حکومت کی
عبید اللہ کو آواز سے لوگوں نے پہچانا
ہوا چاروں طرف اک شور ہے یہ ابن مرجانا
فضائے کوفہ پر چھائے ہراس و خوف کے بادل
ہوا مجمع کا مجمع دم زدن میں آنکھ سے اوجھل
اداسی چھا گئی یک بار ارباب محبت پر
گریں اوج فلک سے بجلیاں جوش عقیدت پر

دربار ابن زیاد

سحر ہوتے ہی قصر عام میں ابن زیاد آیا
اراکین و عمائد کو سر اجلاس بلوایا
دیا خطبہ مخاطب کر کے اعیان رعیت کو
یہاں آیا ہوں میں سرکوبی اہل بغاوت کو
مجھے کوفہ کا عامل اب بنایا ہے حکومت نے
مری موجودگی میں سرکشی گر کی رعیت نے
یقیناً سختی میں ایسے عناصر کو سزا دوں گا
مزا اچھی طرح شورش پسندوں کو چکھا دوں گا
مگر وہ لوگ جو خواہان انصاف و عدالت ہیں
یہ بیشک حق بجانب مورد لطف و عنایت ہیں
امیر المومنیں ہے دور حاضر میں یزید اپنا
وہ ہے رعب مجسم ہے یہ نقشہ چشم دید اپنا
خلاف اسکے جو ہے بیشک وہ باغی ہے حکومت کا
امیر اپنا کہے جو اس کو مخلص ہے حکومت کا
مجھے اب جائزہ لینا ہے اعدائے حکومت کا
یہ نصب العین ہونا چاہیئے اعیان دولت کا
مرتب دوست دشمن کی کریں فہرست سب ملکر
علیحدہ تاکہ ہو جائیں سب اہل خیر و اہل شر
بغاوت کا تدارک خنجر و پیکاں سے اب ہوگا
نظام سلطنت قائم نئے عنواں سے اب ہوگا

اہل کوفہ کا تذبذب

عبید اللہ کے احکام سن کر نیک و بد سارے
ہوئے باشندگان شہر مضطر خوف کے مارے

وہ جوشِ اعتقاد و جاذبہ بیعت ہوا رخصت
محبانِ علیؓ کے قلب و دل پر چھا گئی ہیبت

جماعتِ حضرتِ مسلمؓ کی کم ہونے لگی از خود
ہوئی مسدود یاروں کی ہوا خواہوں کی آمد و شد

سُنے مسلمؓ نے جب یہ سخت احکامِ عبیداللہ
خیالاتِ جماعت بھی ہوئے تبدیل جب ناگاہ

پریشاں ہو گئے مختار کے گھر سے نکل آئے
درِ ہانی پہ گھبرائے ہوئے بے برمحل آئے

کہا ہانی نے انکو دیکھکر ناحق یہاں آئے
پھنسانے کو مجھے بھی آپ اے مسلمؓ کہاں آئے

مگر اب جبکہ گھر پر آگئے ہو میرے اے مسلمؓ
اماں ہے آپ کو وہ آنکا کہے کتنا ہی کچھ ظالم

رہے کچھ روز تک ہانی کے گھر مسلمؓ نہاں ہو کر
اسیرِ صاحبِ خانہ تھے گویا مہماں ہو کر

جستجوئے مسلمؓ

عبیداللہ واقف تھا کہ مسلم کوفیوں میں ہیں
مگر پابند ہیں جکڑے ہوئے مایوس یوں ہیں یا

بنایا اک غلامِ خاص کو جاسوس ظالم نے
سکھایا اس کو طرزِ سازش معکوس ظالم نے

کہا اس سے وہ بن جائے عقیدتمند مسلمؓ کا
کرے شکوہ محبانِ علیؓ سے خوب حاکم کا

دیئے زائد سے زائد درہم و دینار بھی اسکو
عقیدت کے بتلائے مختلف اسرار بھی اسکو

غلامِ حیلہ جو یہ جا ملا احبابِ مسلمؓ سے
کیا معلوم مسلمؓ کا پتہ احبابِ مسلمؓ سے

سنیں راز و نیازِ بیعتِ مسلمؓ کی سب باتیں
مسلسل حضرتِ مسلمؓ سے کیں شب کو ملاقاتیں

مکاں پر دو دفعہ ہانی کے خود ابن زیاد آیا
بہت ممکن تھا ہانی قتل ظالم کو کرا دیتا

مگر ہانی بہادر دینداروں نیک طینت تھا
نظر میں اس کی ہر دم پاسِ احکامِ شریعت تھا

ہوا قتلِ عبیداللہ پہ ہرگز نہ وہ مائل
نتیجہ یوں موقعے اپنے کر دیئے بالقصہ خود زائل

بناہم از مسلمؓ مخفی جاسوس عامل کا
عبیداللہ سے کہتا تھا سارا حال محفل کا

کئی دن ہو گئے ہانی نہ جب اجلاس میں آیا
نہ آنے کا سبب عامل نے خود دریافت فرمایا

محمدؐ ابن اشعث نے کہا بیمار ہے ہانی
گواہی عمر نے دی اس کو لاحق ہے پریشانی
عبید اللہ نے ہنس کر کہا یہ سب بہانہ ہے
مجھے ہے علم ہانی خوب اچھا ہے توانا ہے

ہانی کی گرفتاری

بس اب جاؤ بلا کر اسکو میرے پاس لے آؤ
بلانے میں نہ اسکے عذر و حیلہ درمیاں لاؤ
بلانے والے ہانی کے رفیق دیار و ہمدم تھے
فریب فتنۂ عامل سے ناواقف تھے بے غم تھے
بلانے پر عبید اللہ کے ہانی چلے آئے
مگر عامل کے تیور آج کچھ بدلے ہوئے پائے

گفتگوئے ابن زیاد و ہانی

عبید اللہ نے پوچھا کہ مسلمؑ آپ کے گھر ہیں
کہا ہانی نے کیا معلوم کس جا ہیں کہاں پر ہیں
عبید اللہ نے پوچھا اماں دیں نہ تمہاری ہیں
کہا ہانی نے یہ باتیں خلاف رازداری ہیں
عبید اللہ بولا راستی انساں کا زیور ہے
کہا ہانی نے مہماں پر کرم حکم پیمبرؐ ہے
عبید اللہ بولا سلطنت کے آپ باغی ہیں
کہا ہانی نے شاید آپ وقف بے دماغی ہیں
عبید اللہ بولا مجھکو سازش کا پتہ سب ہے
کہا ہانی نے ہم کو کیا غرض کیا اس کا مطلب ہے
عبید اللہ نے جاسوس کو غصہ میں بلوایا
جو دیکھی صورت مخبر تو ہانی کو حجاب آیا
عبید اللہ نے بدلی اُدھر بے ساختہ چتون
ندامت سے اُدھر ہانی کی فوراً جھک گئی گردن
عبید اللہ بحرِ غیض و غضب سے جوش میں آیا
کہا ہانی نے مسلمؑ کو نہیں ہے میں نے بلوایا
یہ مانا نائب ابن رسول اللہ ہیں مسلمؓ
حکومت کے لئے آیا کہ خار راہ ہیں مسلمؓ
مگر جب تک پناہ دامن ہانی میں ہیں مسلمؓ
باذن اللہ کر سکتا نہیں کچھ ان کا تو ظالم
غرض دونوں طرف سے تن گئی جب بڑھ گئیں باتیں
سنائیں کچھ عبید اللہ نے ہانی کو صلواتیں

سرور بار رنگ انقلاب آگیں نظر آیا
ہر اک آئین تخت و تاج بے آئیں نظر آیا

شورش سردارانِ کوفہ

عبید اللہ کو غصہ تھا لیکن خوف تھا اس کا — یہ وہ ہانی ہے صد ہا باغیوں پہ ہے اثر جس کا
مآلِ کار ہانی کو بلا کر مکر سے تنہا — کیا پابندِ زنجیر و سلاسل قید میں بھیجا
سرِ جلسہ عبید اللہ کو اسماء نے یوں ڈانٹا — کہ اے بدعہد اے پیماں شکن کیوں عہد کو توڑا
بلایا تو نے ہانی کو ہمارے ہی ذریعہ سے — ہمارے سامنے ہی قید میں بھیجا انہیں تو نے
غلط ہے یہ سراسر فتنہ جو طرزِ عمل تیرا — یہ اندازِ جفا ہے نا روا ہے بے محل تیرا
سزا دی سخت ابن خارجہ کو بھی ستمگر نے — کمی کہنے میں کی اصلا نہ لیکن اس دلاور نے
سنا جب عمر بن حجاج نے یہ ماجرا سارا — اٹھا یہ آتشِ غیظ و غضب سے بن کے انگارا
نبھایا خوب حقِ دوستی اسماء و ہانی کا — دکھایا مدعی کو رنگ جوشِ نوجوانی کا
بلایا سامنے شمشیر بر کف جاں نثاروں کو — کیا آمادہ بہرِ جنگ مذحج کے سواروں کو
کیا محصور چاروں سمت سے دار الامارت کو — ابھارا جنگ پر ابن زیادِ پست ہمت کو
گماں ہر ایک کو تھا قتل کر ڈالے گئے ہانی — بجوشِ خونبہا عامل کے تھے سب دشمن جانی
ہر اک للکارتا تھا ابن مرجانہ نکل باہر — اڑا دیں گے ابھی اک وار میں گردن سے تیرا سر

تھے آثار بغاوت ہر در و دیوار سے پیدا
صدائے جنگ تھی تلوار کی جھنکار سے پیدا

ابن زیاد کا حسنِ تدبّر

عبید اللہ نے جب یہ رنگ دیکھا گھر کے اندر سے — کہا قاضی شریحِ قاضیٔ شرعِ پیمبر سے

بعجلت لائے ہانی کو جا کر قید خانے سے
فرد کیجئے بغاوت یہ کسی حیلے بہانے سے

زبس قاضی شریح پارسا مردِ معمر تھے
نہایت صاحبِ تقویٰ مسلمانوں کے رہبر تھے

اُنھوں نے مشتعل مجمع کو آکر خوب سمجھایا
ہیں زندہ جب شبہ ہانی زباں سے اپنی فرمایا

غرض جوشِ بغاوت رفتہ رفتہ ہو گیا ٹھنڈا
ہوا شامی حکومت کا بلند اس طرح پھر جھنڈا

عبید اللہ اب منت سے نرمی سے خوشامد سے
ملا ہر سر برآوردہ بہادر نیک اور بد سے

دیا لالچ کسی کو جاہ و منصب یا امورِ دولت کا
لقب بخشا کسی کو خود وفادارِ حکومت کا

نہاں تھا اس فریبِ تازہ میں رازِ ستمرانی
کر تھا پیشِ نظر اعلانِ آغازِ ستمرانی

مسلمؓ کا جذبۂ جہاد

اِدھر مسلمؓ نے یا منصور امت کی ندا کر دی
جہاد فی سبیل اللہ کی پیدا فضا کر دی

ہوئے شامل ہزاروں آدمی آکر جماعت میں
تھے داخل اٹھارہ ہزار وہ افراد بیعت میں

صدائے نعرۂ تکبیر سے لشکر امنڈ آیا
سرِ مسلمؓ پہ ہر جانب سے تھا تلوار کا سایہ

کیا مسلمؓ نے فوجی شان سے آراستہ لشکر
عمائد کو کیا مامور ہر سو کے دستہ پر

کسی ذی حوصلہ کو میمنہ کی افسری بخشی
کسی کو میسرہ کی مرحمت فرمائی سالاری

یہ لشکر یا علیؑ کہہ کر بڑھا دارالامارت میں
عبید اللہ جا کر چھپ رہا قصرِ حکومت میں

یزید ابن زیاد اعدائے مسلم پر تبرہ تھا
یہ فوری جوشِ اظہارِ جلالِ روزمرہ تھا

عبید اللہ کے گھر میں بھی کچھ فوجی سپاہی تھے
کھڑے تھے تیغ بر کف تابعِ احکامِ شاہی تھے

سیاسی حکمتوں میں منتخب تھا عاملِ کوفہ
لڑائی سے گریزاں تھا یہ مردِ کاملِ کوفہ

کہا ہمراہیوں سے اُسنے فوراً چھت پہ چڑھ جائیں
بغاوت پر ہیں جو افراد مائل ان کو سمجھائیں

کہیں اُن سے کہ جو مسلمؓ کے لشکر سے جدا ہوگا
حکومت کی طرف سے مال و زر اس کو عطا ہوگا

کریگا جو اطاعت آج احکامِ حکومت کی
اسے جاگیر دی جائیگی بیش از بیش قیمت کی

نکل کر فوج مسلمؓ سے معافی خواہ جو ہو گا
اماں لینے کو حاضر بارگاہ جو ہو گا
بغاوت دور کرنے کو جو ہم سے متحد ہو گا
امیر المومنینِ شام کا جو معتقد ہو گا
اسے انعام و خلعت سے سرافرازی عطا ہو گی
اسے منصب ملیگا منزلت اس کی سوا ہو گی

علمائے اللہ کے احکام کی تعمیل کی سب نے
کیا یہ کام مل کر اہلِ ملت اہل مذہب نے
وظائف کی زکاتیں دیں مساجد کے اماموں کو
کیا سیر اسبابِ سیم و زر سے تشنہ کاموں کو
کہا ذی مرتبہ لوگوں نے ہر جانب یہ چل پھر کر
عبث ہے یہ غم و غصہ عبث ہے یہ فساد و شر

تم اے ابنائے کوفہ سرکشی ناحق یہ کرتے ہو
بغاوت کا عبث الزام سر پر اپنے دھرتے ہو
بجز تکلیف کے زحمت کے کیا حاصل بغاوت میں
عناد و رنج ہے کس سے تمہیں شاہی حکومت میں
کرو تو غور ٹھنڈے جی سے اے لوگو ذرا دل میں
مخالف کس کو تم سمجھے ہوئے ہو بزم عالم میں

اگر قرآن پہ اسلام پر ایمان لائے ہو
اگر احکام قرآنی کو کچھ سیکھے سکھائے ہو
اگر لا تفسدوا فی الارض کے معنی ہو تم سمجھے
تو لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ پڑھنے
یہ وعظ و پند ان آیا خطیبانِ حکومت کا
ہوا غصہ فرو شازش پسندانِ حکومت کا
کمالِ غیظ میں آیا زوال آہستہ آہستہ
ہوا زائل دلوں سے اشتعال آہستہ آہستہ

تنہائی مسلمؓ

بغاوت کے عناصر خود بخود چھٹنے لگے سارے
جو بڑھ بڑھ کر چلے آتے تھے اب ہٹنے لگے سارے
سحر سے دوپہر تک ہی رہی یہ شورش آرائی
ہوئی جب عصر میں تیزی زیادہ چھٹ گئی کائی
وہ کوفی حضرت مسلمؓ کے جو اب تک فدائی تھے
جو اب تک صبح سے آمادۂ جنگ آزمائی تھے

شکستہ عہد کر کے ہو گئے روپوش میداں سے
ہوئے محروم کوفی اپنے ہاتھوں نقد ایماں سے
فقط تھے تیس کس مسلمؓ کے گرد و پیش مسجد میں
تھے وقتِ طاعتِ حق مسلم درویش مسجد میں
مبادا گھیر لے مسجد میں افواجِ عدو آ کر
نکل آئے بعجلت مسلمؓ ذی حوصلہ باہر

غلط سب دعوئ اہل وفا معلوم ہوتے تھے
مسلماں دشمنِ آلِ عبا معلوم ہوتے تھے

مکانِ طوعہ خاتون میں پناہ گزینی

چلے اصحاب کندہ کی طرف بہر امان خواہی
علیحدہ راستے ہی سے ہوئے ہر ہمراہی

فقط تنہا تھے اب مسلمؑ نہ کوئی یار و یاور تھا
امید و یاس میں ملجا و ماوا لطفِ داور تھا

نہ کوئی مستقر تھا اب کوئی اور منزل تھی
قدم شل ہو چکے تھے قوتِ رفتار زائل تھی

بھٹکتے بھٹکتے پھر اک مکاں پر رک گئے آکر
غم و افکار نے ٹوکا کرو گے کیا کہیں جاکر

زباں تھی خشک جوشِ تشنگی تھا آپ پر غالب
صدائے ہر نفس تھی قطرہ ہائے آب کی طالب

یہ گھر طوعہ کا تھا جو تھی بنی کندہ کی اک عورت
شریف و نیک سیرت باحمیت صاحبِ عزت

یکایک گھر سے یہ خاتون باعزت نکل آئی
جو دیکھا سامنے مسلمؑ کو پوچھا کون ہو بھائی

کہا مسلمؑ نے ہوں لب تشنہ پہلے دو مجھے پانی
مری صورت سے ہے شاہد ہوں میں اک تصویرِ حیرانی

درِ طوعہ پہ مسلمؑ رک گئے جب پی چکے پانی
کہا عورت نے نازیبا ہے یہ ناخواندہ مہمانی

یہاں کیوں آپ ٹھیرے گھر کو اپنے جایئے صاحب
کسی کے گھر زبردستی نہ رکنا چاہیئے صاحب

تمہارا نام کیا ہے گھر کہاں ہے کیوں پریشاں ہو
یہیں کی ہے سکونت یا کسی کے گھر پہ مہماں ہو

کہا مسلمؑ نے مسلمؑ ہوں ابوطالب کا پوتا ہوں
نہ پوچھو میہماں کس کا ہوں شرمندہ میں ہوتا ہوں

مرا گھر دور ہے ہوں خانماں برباد وقت سے
بلایا تھا مجھے اربابِ کوفہ نے محبت سے

مگر اب مہر و الفت کے ہوئے سب بند دروازے
کیے جاتے ہیں مجھ پر میری تنہائی پہ آوازے

ہوا معلوم طوعہ کو ہیں یہ حضرت مسلمؑ
ہوئی خاموش دیکھی غور سے پھر صورتِ مسلمؑ

باخلاق و تواضع گھر کے اندر آپ کو لائی
اقامت آپ نے اک سمت تنہائی میں فرمائی

حیا سے منہ چھپائے ہر خطا پوشِ محبت تھا
سوا مردوں سے مستور اشد جوشِ محبت تھا

سراغ رسی

بلال اس نیک دل عورت کا اک بیٹا سپاہی تھا
وفاداروں میں تھا بنجانۂ خدامِ شاہی تھا

اسے مسلمؓ کا اپنے گھر کے اندر چھپ کے یوں رہنا
نہ تھا منظور لیکن تھا خلافِ عقل کچھ کہنا

ہوئی جب وہ سرے زن ختم سب ہنگامہ آرائی
سکوں کی لہر سارے شہر میں یکساں نظر آئی

مٹے آثارِ شورش ہو چکا امن و اماں قائم
کئے عامل نے ہر ناکہ پہ اپنے پاسباں قائم

خطا بخشی کا ہر جانب کیا اعلان کوفے میں
منادی عفو و بخشش کی ہوئی ہر اک کوچے میں

گرفتاری ہو مسلم کی کیا انعام کا وعدہ
گرفتاری پہ مسلمؓ کی ہوا ہر شخص آمادہ

بلالِ ناخلف نے دی خبر اہلِ حکومت کو
مری ماں نے اماں دی ہے امامِ پاک طینت کو

عبیداللہ نے مظلوم مسلمؓ کا پتہ پا کر
کیا فوراً مرتب فوجیوں کا مختصر لشکر

محمد ابن اشعث تھا سپہ سالار لشکر کا
یہ دستہ یہ گروہ فوج تھا گنتی میں ستر کا

ہر اک فوجی تھا اس دستہ میں غارتگر جفا آگاہ
تھے قیس بکر بن حمران عمر ابن عبیداللہ

بڑھے خنجر بکف تیغ آزمائی کے لئے دشمن
چلے تیر و سناں لیکر لڑائی کے لئے دشمن

جنگ و فریب جنگ

یہ لشکر گھر پہ طوعہ کے یکایک آگیا چڑھ کر
سنا مسلم نے جب غوغا اٹھایا ہاتھ میں خنجر

مکاں طوعہ سے نکلے وہ کہی تکبیر برجستہ
کہا فوجِ عدو سے چھوڑ دو اے بزدلو رستہ

سپاہی فوج کے یلغار کر کر آپ پر ٹوٹے
شکوہِ جنگ مسلمؓ دیکھ کر چھکے مگر چھوٹے

چمک کر تابشِ خنجر سے بجلی سی نکلتی تھی
صفِ دشمن الٹ جاتی تھی جب تلوار چلتی تھی

کئے تیغ و سناں سے تین حملے فوجِ دشمن نے
مگر سب کر دیئے رد مسلمِ شمشیر افگن نے

سرِ میداں عجب جوشِ جہادِ مردِ میداں تھا
جلالِ ہاشمی زورِ یداللّٰہی نمایاں تھا

بڑھا خنجر بکف جب یہ برادرزادۂ حیدرؓ
مقابل چند ساعت بھی نہ ٹھیری فوجِ غارتگر

گرے کٹ کٹ کے سر بزدل ہوئے مفرور آگے سے
لپک کر بکر بن حمران نے یک بار پیچھے سے

کیا تلوار کا ایک وار اس شدت سے چہرہ پر
کٹا جبڑا گرے دو دانت فوراً ٹوٹ کر باہر

سنبھل کر آپ نے حملہ کیا جب ابن حمراں پر
گرا مجروح ہو کر منہ کے بل میداں میں خود سر

ہزیمت خوردہ ساتھی گھس گئے اندر مکانوں کے
کئے ان بزدلوں نے کام چھپ چھپ کر زنانوں کے

چھتوں پر چڑھ کے مبہم خشت باری تیر باری کی
نکالی یہ بھی تدبیر جنگِ اضطراری کی

چلائے سنگریزے گو بھنوں سے آگ برسائی
خلافِ شانِ مرداں خوب نامردی بنی بن آئی

مسلسل زخم کھا کر دل کو جب رنج و قلق پہنچا
تڑپ کر چست کی چھت پر زمیں سے شیرِ حق پہنچا

صدا اللہ اکبر کی لبِ شمشیر سے نکلی
دعائے فتح و نصرت نعرۂ تکبیر سے نکلی

سنان و تیغ سے ٹکڑے اڑائے نامرادوں کے
دکھایا جوشِ حق چھکے چھڑائے بدنہادوں کے

تنِ نازک پہ صدہا زخم تھے گو تیر و خنجر کے
مگر دم خم وہی باقی رہے مردِ دلاور کے

کوئی دم میں فنا ہونے کو تھے یہ سارے چھت والے
محمد ابن اشعث نے کہا او حق کے متوالے

خدارا بند لڑنا کیجئے دیدی اماں ہم نے
خود اپنی بے بسی تسلیم کر لی مہرباں ہم نے

بنی ہاشم سے لڑ سکتا ہے کوئی کس کی ہمت ہے
ازل سے آپ کی ہمت پہ قرباں فتح و نصرت ہے

ذرا دم لیجئے چھت سے اتر کر آئیے حضرت
بس خادم ہوں ذرا مجھ پر کرم فرمائیے حضرت

محمد ابن اشعث نے بہت کچھ جب لجاجت کی
ہوئی تسکین خاطر مسلمؑ معصوم فطرت کی

پڑھے اشعار کچھ حضرت نے جس سے صاف ظاہر تھا
یقیناً ابن اشعث آپ کو بل کر دغا دے گا

محمد ابن اشعث نے گزارش کی قسم کھا کر
تمہیں دھوکہ نہیں منظور دینا مجھ کو اے سرور

قسم پہ مسلمؑ قدسی خصائل کو یقیں آیا
قدم جو تھا علو درج پر سوئے زمیں آیا

بدن زخموں سے گو چکنا چور تھا قوت بھی تھی زائل
جہادِ حریت کا جوش بھی تھا کچھ سکوں مائل

حرارت تھی رگ و پے میں جو خونِ گرم کی جاری ہوائے سر سے وہ بجھ چکی تھی بالیقیں ساری
کمالِ ناتوانی سے غشی تھی آپ پر چھائی ہوا سکتہ کا عالم ہو گئی زائل توانائی
لگا کر آپ بیٹھے ضعف سے دیوار کا تکیہ خدا پر تھا شہیدِ تشنہ دیدار کا تکیہ
مورخ کچھ یہ کہتے ہیں کہ فوجِ کینہ پرور نے بالفاظ دگر یا خود سپہ سالارِ لشکر نے
جو دیکھا آپ کو بے ہوش فوراً جوش میں آ کر چلایا گردنِ معصوم پر بیساختہ خنجر
اسی سکتہ کے عالم میں شہادت آپنے پائی شہیدِ دینِ ملت ہو گئے جنت آپ نے پائی

ہوئے واصل بحق جانِ نذر کی ذوقِ شہادت میں
دعائیں مغفرت دے گی ابد تک ان کو جنت میں

نظر بندیٔ مسلم رضؓ

ہے بعض اربابِ تاریخ و سیر سے یہ روایت بھی ہے اطمینان کے قابل یہ تاریخی شہادت بھی
ہوا سکتہ کا عالم حضرت مسلمؓ پہ جب طاری لہو بے ساختہ زخموں سے جب ہونے لگا جاری
دغا سے تیغ مسلمؓ کی چرائی ابن اشعث نے سمجھکر نیم جاں کی بیوفائی ابن اشعث نے
بظاہر لے لیا مسلمؓ کو ظالم نے حراست میں اور رکھا مگر ملحوظ پابندی کی حالت میں
بٹھا کر آپ کو خچر پہ لائے قصرِ عامل تک بمکر و حیلہ پہونچایا گیا مسلمؓ کو قاتل تک
ہوا نے راہ میں پیہم قبائے ناز کو چوما نسیمِ صبحِ جنت نے لب اعجاز کو چوما
اثنا قہ آپ کو حاصل ہوا سکتہ کی حالت سے دماغ و قلب نے پایا سکوں کچھ استراحت سے
کھلی جب آنکھ دیکھا تھے میں تلوار سے خالی نیام اندر بغل ہے تیغ جوہر دار سے خالی
کہا مکار نے المکار کر یہ میر لشکر سے کہ اے بزدل یہ حیلہ نا روا ہے اگر دلاور ہے
محمد ابن اشعث تو نے دھوکا دیا مجھکو مری تلوار بھی لی اور مقید بھی کیا مجھکو
عبید اللہ تک مجھکو لئے جاتا ہے تو ناحق مجھے یوں قید کر لینے کا تھا ظالم تجھے کیا حق

نہیں کچھ ابن اشعث نے کہا سرکار اندیشہ
کرے گا کیا بھلا ابن زیادِ معصیت پیشہ
جوانمردوں کو ہوتی ہے کہیں تلوار کی حاجت
بنی ہاشم کے شیروں کو نہیں تلوار کی حاجت

تاثراتِ مسلمؓ

جواب ابن اشعث پر ہوئی مسلم کو حیرانی
رواں ہونے لگا چشمِ عتاب آلود سے پانی
کہا مسلمؓ سے یہ ابن عبید اللہ نے ہنس کر
ہے رونے کا سبب کیا اے برادر زادۂ حیدرؑ
کہا مسلمؓ نے میں روتا نہیں رونا تو اس کا ہے
حسینؑ ابن علیؑ کو میں نے خط لکھ کر بلایا ہے
چلا دنیا سے میں کعبہ سے وہ اب چلنے والے ہیں
یہ رونا ہے کہ احکام قضا کب ٹلنے والے ہیں
مجھے آتا ہے رونا اس قیامت خیز منظر پر
مصیبت آئے گی میری بدولت آلِ اطہر پر
محمد ابن اشعث اے عمر ابن عبید اللہ
شکستِ عہد کے باعث یقیناً ہو چکا گمراہ
مجھے چشمِ غلط انداز سے کیوں طعنہ دیتے ہو
مرے آگے عبید اللہ کا تم نام لیتے ہو
جواباً ابن اشعث نے کہا اے حضرت مسلمؓ
یہ مانا ہے عبید ابن زیادِ پر جفا ظالم
مگر ہم نے اماں دی ہے ہماری بات مانے گا
ہمارے کہنے سننے سے حق و ناحق کو جانے گا
ہراساں آپ کیوں ہوتے ہیں کیوں صدمہ اٹھاتے ہیں
اماں دے کر عرب کے لوگ جاں پر کھیل جاتے ہیں
خدا نخواستہ گر رنگ کچھ بدلا نظر آیا
عبید اللہ جو رہِ ناروا پر گر اتر آیا
لکھیں گے ہم مفصّل حال نوشاہِ امامت کو
یہاں آنے نہ دیں گے نونہالانِ نبوت کو
فریبِ گفتگو جاری رہا باب حکومت تک
لگا لائے انہیں باتوں میں دارالامارت تک
رہے نگراں مسلمؓ چند فوجی ناظم و ناظر
بن اشعث ہوا پیش عبید اللہ خود حاضر
مکمل روئیدادِ جنگ عامل سے بیاں کر دی
لڑائی میں جو صورت پیش آئی تھی عیاں کر دی

التجائے میر لشکر

ادب سے التجا کی میں نے مسلمؓ کو اماں دی ہے
ہو جاں بخشی کا طالب پاس عہد ہے زباں دی ہے

عبید اللہ بولا ترش روئی سے خشونت سے
محمد ابن اشعث ہے یہ غداری حکومت سے

دیا تھا میں نے تجھ کو برملا حکم گرفتاری
خلاف حکم باغی کی سفارش ہے یہ غداری

ابھی لایا بجولاں کر کے مسلمؓ کو مرے آگے
سزا دی جائیگی پھانسی کی مجرم آ کے ترے آگے

سر اجلاس مسلمؓ کو سپاہی جا کے لے آئے
نظر ملتے ہی کچھ وہ عہد شکن بد عہد شرمائے

سلام اصلا نہ مسلمؓ نے کیا مغرور عامل کو
نہ سمجھا آپ نے مسلم مسلمانوں کے قاتل کو

عبید اللہ نے مسلمؓ کو چشم قہر سے دیکھا
علیحدہ آپ کو رسم و رواج دہر سے دیکھا

جلالت روئے مسلمؓ سے علی الاعلان ظاہر تھی
سکون صبر و تسلیم و رضا کی شان ظاہر تھی

گفتگوئے ابن زیاد و حضرت مسلمؓ

عبید اللہ بولا تم کو اب میں قتل کر دوں گا
کہا مسلمؓ نے میں راہ خدا میں اپنا سر دوں گا

کہا عامل نے اب ہو جایئے مرنے کو آمادہ
کہا مسلمؓ نے میں شہادت کا ہوں دلدادہ

عبید اللہ بولا تم بغاوت کے ہوئے بانی
کہا مسلمؓ نے ہے یہ افترا اے دشمن جانی

عبید اللہ بولا تم مخالف ہو حکومت کے
کہا مسلمؓ نے ہم تابع ہیں اسلامی شریعت کے

کہا مغرور نے تم ہو یزید شام کے دشمن
کہا مسلمؓ نے ہم ہیں دشمن اسلام کے دشمن

کہا عامل نے تم نے کی نہ پروا کچھ حکومت کی
کہا مسلمؓ نے کی توہین تم نے دین و ملت کی

کہا عامل نے تم نے بادہ نوشی کی مدینے میں
کہا مسلمؓ نے ہے نار جہنم ترے سینے میں

مجھے مینوش کہتا ہے کمینہ فاسق و فاجر
تھا کل تک خاندان تیرا شراب و خمر کا تاجر

پدر نے تیرے ہی اے ناخلف احبارِ کوفہ پر
کھلے بندوں چلائے بیگناہ و بے سبب خنجر
تمہاری سلطنت میں خونِ مسلمؓ کی ہے ارزانی
ہیں تم میں قیصر و کسریٰ کے اندازِ ستمرانی
ہمیں اربابِ کوفہ نے بلایا جب تو ہم آئے
کتاب و سنت و رشد و ہدایت ساتھ میں لائے
ہمیں پر تیرا ہے الزامِ بغاوت اے ستم پیشہ
ہمیں تجھ سے نہ تیرے جور سے تھا کچھ بھی اندیشہ
ہیں تیری طرح تیرے کارکن بدعہد بدطینت
وگرنہ ہیں کہاں ظالم کہاں تیرا زرِ دولت
عبیداللہ چپ سنتا رہا مسلمؓ کی یہ باتیں
سنائیں بعدہٗ غصہ میں جل کر خوب صلواتیں
ہوا یوں نعل در آتش شرر افشانیِ غم سے
ہوائیں شعلے جیسے اٹھتے ہیں نارِ جہنم سے
تبر کھینچا اٹھائی تیغ تھاما ہاتھ میں خنجر
کہا جلاد سے فوراً گرا دے مسلمؓ کو قتل کر کر
سناں بر دوش تصویرِ ہلاکت سامنے آئی
شہادت لے کے پیغامِ شہادت سامنے آئی

وصیت مسلمؓ

کہا مسلمؓ نے عمرِ سعد سے گر حکم دے عامل
دمِ آخر وصیت تم مری سننے پہ ہو مائل
اجازت عمرِ ابنِ سعد کو عامل نے دیدی
سنیں وہ ہر وصیت مسلمِ معصوم فطرت کی
صمیمِ قلب سے باچشمِ نم مسلم نے فرمایا
حسینؓ ابنِ علیؑ کو میں نے خط لکھ کر ہے بلوایا
انہیں تم کوفیوں کی بیوفائی کی خبر کرنا
نہیں ہرگز مناسب انکو کوفہ کا سفر کرنا
ہیں مجھ پر قرض اک اہلِ شرف کے سات سو درہم
ادا کرنا اسے میری طرف سے اے مرے ہمدم
اجازت دے اگر حاکم تو میری نعش کو لیکر
شریعت کے موافق دفن کرنا قبر کے اندر
ہیں دشمن سے مخاطب پاک طینت ایسے ہوتے ہیں
عدو سے بھی صفا ہیں معصوم فطرت ایسے ہوتے ہیں

شہادتِ حضرتِ مسلم رض

رَضِینَا بالقضا مسلم یہ کہکر ہو گئے صد آہ
ہوا مشغول یادِ کبریا قلب محمد آگاہ

دیا فرمانِ قتلِ مسلم رض مظلوم عامل نے
عبید اللہ پہ کی لعنت عبید اللہ کے دل نے

ابد تک تا کہ رہ میں بام و در اُن کی شہادت پہ
کہا لے جاؤ ان کو بامِ ایوانِ حکومت پر

اٹھے خنجر بکف جلاد شورِ الاماں اُٹھا
شہیدِ راہِ حق ہونے کو یہ قرشی جواں اُٹھا

صدائے قتل گونجی ہر طرف ایوان شاہی میں
ہوئے مصروف مسلم رض شغلِ تسبیحِ الٰہی میں

سنبھالا بے تحاشہ بکر بن حمران نے خنجر
ہوئی مصروفِ سجدہ روحِ مسلم قبلہ رو ہو کر

سرِ مسلم رض پہ قاتل نے اُدھر تلوار کو چھوڑا
ادھر دستِ قضا نے رشتۂ روح و جسد توڑا

بہایا قاتلوں نے خون سفیرِ ابنِ حیدر رض کا
فرشتوں میں فلک پہ غُل ہوا اللہ اکبر کا

رہے ثابت قدم مسلم رض عدم کی سخت منزل میں
رہِ حق میں کٹایا سر مدائن کے مقابل میں

رکھا مسلم کو بے گور و کفن ہی نابکاروں نے
زمیں پہ لاش پھینک دی عصیاں شعاروں نے

شہادت ارضِ کوفہ میں ہوئی جس روز مسلم رض کی
نویں ذی الحجہ کی تاریخ تھی سنہ ٦٠ ہجری تھی

وہاں صرفِ طوافِ کعبہ جس دن سب خدائی تھی
یہاں مسلم کو پیغامِ شہادت موت لائی تھی

طوافِ کعبہ تک جا رہے خدائی کی امیدوں کی
طوافِ عرشِ اعظم کرتی ہیں روحیں شہیدوں کی

شہادت فرزندانِ مسلم رض و ہانی

نہ آیا چین اس کے بعد بھی سفاک ظالم کو
کیا دو دن کے اندر قتل فرزندانِ مسلم رض کو

یہ دونوں لختِ دلِ مسلم رض کے نابالغ تھے کمسن تھے
نہاں طوعہ کے گھر بیچارے یہ دونوں ہم سن تھے

بلالِ تیرہ باطن نے انہیں بھی قتل کروایا
عبید اللہ انہیں بھی مار کر دل میں نہ شرمایا

محمد ابن اشعث نے کہا دربار عادل میں
اگر ہو اذنِ جاں بخشی تو ہے یہ آرزو دل میں

اجازت دی عبید اللہ نے باخندہ پیشانی
کہا اس نے کہ ہو چشم عنایت جانب جانی

یہ جملہ سنتے ہی ابن زیاد بے حمیت نے
کہا بیساختہ غیظ و غضب میں ابن اشعث سے

خدا کی مار تجھ پر تو نے ہانی کی سفارش کی
سزا اسکو بھی دیتا ہوں یہاں اسکے جرم سفارش کی

سر بازار ہانی کو کرایا قتل ظالم نے
جگایا فتنۂ خوابیدہ کو شورِ مظالم نے

رفیق ہم سفر مسلم کے تھے مختار و عبداللہ
ہوئے مسلم کی خاطر قید دونوں مرد حق آگاہ

عبید اللہ کا یہ دیکھ کر جوشِ ستمرانی
دفورِ خوف سے لوگوں کے پتے ہو گئے پانی

سکون و امن کوفہ میں ہوا تلوار سے قائم
ہوئی حد مظالم تیغ کی جھنکار سے قائم

عزائمِ امام رض

امام و سر اکبر یہاں تک جلوہ آرا تھے
حرم کی سرزمیں پر عرش کی آنکھوں کے تارا تھے

جلیل القدر اصحابِ نبی ہر روز آتے تھے
سرورِ صحبتِ شاہنشہِ کونین پاتے تھے

ہوا کرتے تھے اکثر تبصرے ملکی مسائل پر
ہجومِ صد تخیل تھا امام پاک کے دل پر

نہ تھا زنہار اطمینان خاطر آپ کو حاصل
کہ تھا آماجگاہ فکر و اندوہ و محن تا دل

تفکر سے تردد سے کوئی ساعت نہ خالی تھی
غم و افکار میں مصروف ہر دم طبع عالی تھی

مخالف تھی حکومت حکمراں خواہانِ عزت تھا
خدا نا آشنا ظالم طلب گارِ خلافت تھا

یزیدی سلطنت تھی مائل خونریزی امت
مصائب کا نشانہ تھی رسول پاک کی عزت

یزید نا سزا کے مخبر و جاسوس ہر کارے
لکھا کرتے تھے اسکو واقعات نیک و بد سارے

امام پاک کو مسلم رض کی صورت یاد آتی تھی
جدائی ان کی اکثر قلب اطہر کو ستاتی تھی

صدائے گوش شور نالہ و فریاد پیہم تھا
نظر کے سامنے اک منظرِ بیداد پیہم تھا

عریضۂ مسلمؓ بحضورِ امامؓ

بہت دن ہو چکے تھے بند تھی خبر نہ خبر اُن کی — تو بد خیریت لایا لیکایک نامہ بر ان کی
پڑھا معروضۂ مسلمؓ امام پاک نے سارا — فضائے کوفہ از خود بن گئی فردوس نظارا
خطِ مسلم میں تھی ترغیب کوفے کے بلانے کی — عیاں تھی نفس خط سے کوفیوں کی بر ملا نیکی
رقم تھے خط کے اندر موقع حالات کوفہ کے — عیاں تھے رنگ جس سے ہر کلی کے ہر شگوفہ کے
خود اپنا شوق استقبال بھی تحریر تھا خط میں — قلم برداشتہ یہ حال بھی تحریر تھا خط میں
اٹھارہ ٹولیاں اک اک ہزار افراد ملت کی — ہیں بیعت کر چکی اب تک امام پاک طینت کی
لکھا تھا بیشتر افراد خواہشمندِ بیعت ہیں — بہت باشندگانِ شہر مشتاقِ زیارت ہیں
نہاں مضمونِ خط میں اک کشش اک جاذبیت تھی — غرض کوفہ پہنچنے کی کھلے لفظوں میں دعوت تھی
بجز اسکے کہے کچھ حال قاصد نے زبانی بھی — اثر انداز شاید کچھ ہوئی جادو بیانی بھی
تہیہ کر لیا سرکار نے کوفہ کے جانے کا — پسِ پردہ وہ تھا حیلہ کار فرما آب و دانے کا

قضا لے کر چلی ذوقِ شہادت نے سلامی دی
درِ فردوس سے حورانِ جنت نے سلامی دی

فضائلِ عبداللہ اربعہ

فضائے کعبہ میں تھے چار چاند انوارِ قدرت کے — یہ چار اصحاب تھے ارکان دربارِ نبوت کے
سپہرِ فضل و دانش کے یہ مہر و ماہ تھے چاروں — بڑے اللہ والے تھے یہ عبداللہ تھے چاروں
تھے عبداللہ اک ابن عمرؓ فاروق کے بیٹے[1] — تھے جن کے ملتِ اسلام میں بیٹھے ہوئے سکے

[1] حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ اجلۂ صحابہ میں ہیں اکثر غزوات میں حضورؐ کی بیعت کا شرف حاصل رہا۔ تفسیر قرآن اور فقہ حدیث میں آپ کا علم صحابہ کے لئے حجت تھا آپکے فتاوی فیصلہ ناطق سمجھے جاتے تھے ۷۳ھ میں فوت ہوئے

تھے عبداللہ[1] عباسؓ ابن عم پیغمبر — بلا شک علم و تقویٰ میں تھا جن کا کوئی ہمسر
تھے عبداللہ اک ابن زبیرؓ صاحب عزت — سیاسی فضل میں حاصل تھی جنکو سرمدی شہرت
صحابی ایک عبداللہ[2] بن مسعود نامی تھے — جو علم و فضل میں سردار اصحاب گرامی تھے

یہ چار ارکان تھے ملت اسلام کے چاروں
مسلم مقتدا تھے امت اسلام کے چاروں

افہام و تفہیم

دیار مکہ میں رونق فزا جتنے صحابی تھے — گرفتار ملال و کشمکش ہائے خرابی تھے
ہر اک کو اپنی جان و مال و عزت کا تھا اندیشہ — ہر اک سے بدگماں تھے جملہ حکام جفا پیشہ
ہوئے آگاہ جب سبط پیمبر کے ارادے سے — ہوئے خدمت میں حاضر اپنے اپنے خانوادے سے
عمر بن عبدالرحمٰن نے بصد منت گزارش کی — کمال عجز سے کوفہ نہ جانے کی سفارش کی
کیا ارشاد عبداللہ بن عباسؓ نے آ کر — کہ اے جان برادر ابن حیدرؓ سبط پیغمبر
نہ ہرگز آپ جب تک کوفہ کو تشریف لیجائیں — نہ جب تک اطلاعیں قتل والی کی یہاں آئیں
بغیر قتل والی آپ سے اقرار بیعت کا — سر ہر اک غلط عنوان ہے باب سیاست کا
مجھے ہے اے برادر آپ کی جانب کا اندیشہ — بلا کر دیں نہ دھوکا آپ کو وہ معصیت پیشہ
شہ والا نے عبداللہؓ سے یہ بات فرمائی — کروں گا استخارہ شب کو میں اے محترم بھائی
گئے جب یہ تو عبداللہؓ فرزند زبیرؓ آئے — سکون افزا تسلی بخش چند الفاظ فرمائے

---

[1] حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ حضور کے چچا زاد بھائی ہیں پیدا ہوئے تو آپ نے اپنا لعاب دہن چٹایا۔ تبحر علمی کے سبب بحر اور حبر الامہ لقب تھا۔ تفسیر و حدیث کا علم بے مثل تھا بعمر ۷۰ سال بمقام طائف سنہ ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔

[2] حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فاروق اعظم سے پیشتر مسلمان ہوئے سنہ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا

بپاسِ خاطرِ شہ پہلے تائید سفر کر دی
مگر فوراً کہا آخر ہو کیوں یہ بادیہ گردی

حفاظت کیلئے حاضر یہاں ہم سب فدائی ہیں
وہاں کیوں جائیے کوفی سراپا بے وفائی ہیں

یہاں سے کیجئے وہ کام جو کوفہ میں کرنا ہے
سنور جائیگی ہر حالت یہیں پہ جو سنورنا ہے

کہا ارشاد فرمایا ہے میرے جدِ امجد نے
رسولِ ربِ اکبر رحمتِ عالم محمدؐ نے

حرم کی ایک مینڈھے کے سبب بے حرمتی ہوگی
وہ مینڈھا تو نہوں میں کہ جس سے میری خونریزی ہوگی

انھیں بھی آپ نے واپس کیا چپ اور رہ سن کر
رہے کچھ دیر غور و فکر میں تنہا مگر سرور

یکایک آ گئے فرزندِ فاروقِ معظمؓ بھی
شہِ والا نے مسند پہ بٹھایا قدرِ عزت کی

بتائے شرع کے احکام عبد اللہؓ اکبر نے
سند کی پیش قرآن و احادیثِ پیمبرؐ سے

گزارش کی ہے جابر حکمراں اچھے نہیں ہیں ان
فساد و جنگ سے بچئے جہاں تک ہو سکے ممکن

پئے سعیِ امارت جائیے ہرگز نہ مکے سے
بلایا جا رہا ہے آپ کو گو اہلِ کوفے سے

دیا تھا اختیار اللہ نے پیغمبرِ دیں کو
کہ دنیا اور عقبیٰ میں جسے چاہو اسے لے لو

مگر دنیا کو محبوبِ خدا نے ترک فرمایا
پسندِ خاطرِ سرکار لطفِ آخرت آیا

ہو آپ ابنِ رسول اللہ فرزندِ پیمبرؐ ہیں
عبث مائل بہ دنیا آپ کیوں اے جانِ حیدرؑ ہیں

عمل فرمائیے اس پر عمل تھا جو پیمبرؐ کا
مگر ہوگا وہی جو حکم ہے خلاقِ اکبر کا

یہ کہہ کر حضرتِ ابنِ عمرؓ بے ساختہ روئے
امامِ پاک بھی سنکر یہ فقرہ برملا روئے

ہوئے دربار سے ابنِ عمرؓ روتے ہوئے واپس
کبیدہ خاطر و آزردہ دل تھے حضرتِ اقدس

ارادہ میں نہ جب شاہِ شہیداں کے کمی دیکھی
تو عبد اللہؓ ابنِ عباسؓ آئے وہ سن کر بھی

خطیبانہ لب و لہجہ میں ہر پہلو کو سمجھایا
جو گذرا تھا حسنؑ کے ساتھ کوفے میں وہ دہرایا

کہا ترکِ وطن پہ ہو چکے ہو گر کمربستہ
بجائے کوفہ بہتر ہے یمن کا لیجئے رستہ

وہاں کے لوگ مخلص ہیں بہادر ہیں دلاور ہیں
وہاں پہ گھاٹیاں ہیں قلعے ہیں سامانِ بہتر ہیں

وہاں موقع ملے گا نشر و تبلیغِ امامت کا
قرینِ عقل ہے قائم وہاں ہونا خلافت کا

امام پاک نے سن کر کہا یہ کیفیت ساری — یہ سب سچ ہے مگر ہے اور ہی کچھ مرضی باری
وہ پیشین گوئیاں کی ہیں جو سلطان رسالت نے — سنا ہے جن کو اکثر اس طلبگار شہادت نے
یقیناً سب کی سب تفسیر ہیں صدق و صداقت کی — یقیناً ہے وہی دنیا مرے ارمان و حسرت کی
لئے جاتی ہے سوئے کوفہ خود مجھکو قضا میری — دعا کیجئے کرے آسان ہر مشکل خدا میری
ہوئے خاموش عبداللہ بن عباسؓ یہ سن کر — کہا جاؤ خدا حافظ تمہارا سبط پیغمبر

قضا کی ہر ادا تصویر احکام مشیت تھی
شہادت برملا تفسیر احکام مشیت تھی

حضرت امامؓ کی کعبہ سے کوفہ کو روانگی

ابھی تک حج بیت اللہ میں مشغول تھی دنیا — حرم کے گلستاں سے چن رہی کچھ پھول تھی دنیا
مناسک حج کعبہ کے ادا ہوتے تھے ہر جانب — زہے بوس حرم سب باخدا ہوتے تھے ہر جانب
کہیں سعی صفا مروا پہ تھی مخلوق آمادہ — منا میں تھے کہیں اللہ والے زیب سجادہ
کہیں صحن حرم میں مائل سجدہ نمازی تھے — کہیں صرف عبادت مصری و شامی حجازی تھے
کہیں تھا شور و غل تہلیل و تسبیح الٰہی کا — اجالا تھا کہیں حجروں میں نور صبح گاہی کا
فضاؤں میں یکایک ایک درد افزا صدا گونجی — ہوئی گم مرکز اسلام سے اسلام کی پونجی
دل و جان خلیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے — شہید فی سبیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے
امانت حق کی داماں حرم سے نکلی جاتی ہے — متاع دین و دنیا آج ہم سے نکلی جاتی ہے
قدوم قبلۂ کون و مکاں کعبہ سے جاتے ہیں — ہمیشہ کو امام دو جہاں کعبہ سے جاتے ہیں
یکایک مجمع حجاج میں جب یہ خبر پھیلی — مٹی تاریکئ شب روشنی وقت سحر پھیلی
ہوا معلوم کعبہ سے گئے فرزند پیغمبر — نبی زادوں سے گویا ہو گیا خالی خدا کا گھر
اداسی چھا گئی کالی گھٹائیں غم کی منڈلائیں — فضائے دہر پر رنج و الم کی بدلیاں چھائیں

در و دیوار کعبہ نے لباس ماتمی پہنا
عروسِ گُل نے پھولوں کا اُتارا جسم سے گہنا

جگر پر فرطِ غم سے سنگِ اسود نے رکھا پتھر
صفا مروہ بھی اس اندوہ میں کھانے لگے چکر

بنی شکلِ حطیم دل شکستہ صورت ماتم
بشکلِ چشم نم تھا اشک افشاں چشمۂ زمزم

مثالِ اشکِ غم دریا بہے میزاب رحمت سے
ہر اک سجدے نے سر ٹکرایا محرابِ عبادت سے

اُڑائی خاک ارضِ مکّہ نے فرطِ کدورت سے
پریشانی عیاں تھی وادی بطحیٰ کی صورت سے

حریم کعبہ سے جس دن سواری آپ کی نکلی
تھی ذوالحجہ کی دس تاریخ اور سن ساٹھ ہجری تھی

امامِ پاک کے ہمراہ تھے سب خانداں والے
چلے جاتے تھے سب کوفہ کی جانب قلب میں ڈالے

شہادت کا تھا جذبہ عورتوں پر اور مردوں میں
بیاسی آدمی تھے قافلے کے رہ نوردوں میں

خدا کی راہ میں گھر سے خدا کا مہماں نکلا
خود اپنے کارواں کو لیکے میرِ کارواں نکلا

پہلی منزل

حلِ کعبہ سے نکلے منزلِ تنعیم میں پہونچے
تھے لب تشنہ حضور ساقیِ تسنیم میں پہونچے

یہاں ٹھیرے ہوا امامِ یمن کا قافلہ دیکھا
یمن سے جا رہا ہے شام کو سیم طلا دیکھا

یہ سارا مال و زر بہرِ یزید فتنہ آرا تھا
بطورِ تحفہ سردارِ یمن نے جس کو بھیجا تھا

امامِ دوسرا نے قافلہ کو قید فرمایا
تصرف میں یہ سب مالِ غنیمت آپ کے آیا

ہوئیں وشوایاں حائل نرالی پہلی منزل میں
رُکے آخر نہ خود سرکارِ عالی پہلی منزل میں

دوسری منزل

بڑھے آگے یہاں سے منزلِ صفّاح میں آئے
بطورِ خود پناہِ حیدرِ ثانی شام میں آئے

حصین ابن نمیر اس مختصر دستہ کا افسر تھا ۔۔۔ جو راہ قادسیہ تک طلایہ پر مقرر تھا

تمیمی خاندان کا تھا حصین اک نامتو قاید ۔۔۔ ستم پرور جفا جو تھا ضرورت سے کہیں زاید

بنایا صدر مرکز قادسیہ کو تمیمی نے ۔۔۔ یہیں چھپ کر نکالے دشمنوں نے بغض اور کینے

یہاں سے اک طرف خفان تک فوج کا پہرہ تھا ۔۔۔ سپاہی فوج کا ہر اک عدوئے آلِ زہرہ رض تھا

یہاں سے کوہِ لعلع تک تھا اک اور دوسرا دستہ
مقرر تھا سواروں کا وہاں بھی جنگجو دستہ

گرفتاری نامہ بر

جو خط لکھا گیا کوفہ کو تھا منجانب سرور ۔۔۔ بنا تھا نامہ بر جوشِ وفا میں قیس بن اشہر

نواحِ قادسیہ کی طرف سے قیس جب گذرا ۔۔۔ تمیمی نے پکڑ کر اپنے عامل تک اسے کھینچا

عبید اللہ نے غصہ میں کہا قیس پریشاں سے ۔۔۔ حسین ع ابن علی ع پر کر تبرا سقفِ ایواں سے

چڑھے حکمِ عبید نامزا سے قیس کوٹھے پر ۔۔۔ کہا آواز سے اے عاشقانِ حیدر رض و صفدر

حسین ع ابن علی ع ہیں فاطمہ ع کے راحتِ جاں ہیں ۔۔۔ علی ع شیر خدا خیبر شکن ہیں شاہ مرداں ہیں

عبید اللہ کاذب ابن کاذب دشمنِ دیں ہے ۔۔۔ یزیدِ ناخلف ملعون و ملحد صاحبِ کیں ہے

حسین ع اب منزل حاجر سے ہیں کوفہ میں آنے کو ۔۔۔ نشانِ جور و استبداد و بے دینی مٹانے کو

امامِ پاک نے خط دے کے بھیجا تھا یہاں مجھ کو ۔۔۔ یہاں آکر ملا قربِ الٰہی کا نشاں مجھ کو

خلافِ حکم عامل نے سنے جس وقت یہ فقرے ۔۔۔ غضب آلودہ ہو کر قیس کو گروا دیا چھت سے

اسی صورت سے عبد اللہ یقطر قاصدِ ثانی ۔۔۔ حراست میں بہ سرِ رہ بار آئے مثلِ زندانی

انہیں بھی حکم تھا دار الامارہ میں کھڑے ہو کر ۔۔۔ کہیں یہ قابلِ نفریں حسین ع و حیدر و صفدر

انھوں نے بھی یزید ابن مرجانہ پہ لعنت کی ۔۔۔ انہیں بھی دستِ قاتل سے ملی دولت شہادت کی

ہے یہ ایمانِ صادق نامہ بر یوں جان دیتے ہیں ۔۔۔ جسے وہ چاہتے ہیں دولتِ ایمان دیتے ہیں

نمازیں کیں ادا مانگی دعا معبود برحق سے — امام دوسرا اس جا ملے شاعر فرزدق سے
کیا دریافت اس سے آپ نے احوال کوفہ کا — کہا اس نے کہ اے نورِ نگاہِ فاطمہؑ زہرا
قلوبِ اہلِ کوفہ آپ کے ہمراہ ہیں یکسر — پئے آلِ امیہ وقف لیکن ان کے ہیں خنجر
ہیں اہلبیت اگرچہ ان کے دیواروں کے سایہ میں — مگر تیغ اجل ہے ان کی تلواروں کے سایہ میں
یہیں عونؓ محمدؓ کے راہِ غلط آئے — یہ دونوں لیکے عبداللہؓ ابن جعفر کا خط آئے
لکھا تھا خط میں ہرگز عزم کوفہ کا نہ فرمانا — ہو جتنی جلد ممکن راستہ سے لوٹ کر جانا
وہاں ہے گرم ہنگامہ فساد و قتل غارت کا — خلافِ آلِ حیدرؓ ہے وہاں عامل حکومت کا
پیاسا ہے تمہارے خون کا غارت گر شامی — وہ جس کی عادتِ ثانی ہے خمر و بادہ آشامی
نہ ملتے آپ تو میں آپ کو پھر لینے آتا ہوں — جو باتیں ہونیوالی ہیں وہ پہلے سے بتاتا ہوں
پڑھا جب خط شہِ دیں نے کہا جو مرضیٔ رب ہے — مرا یہ آنا جانا ہی ارادے سے مرے کب ہے

کہیں مردانِ حق منزل سے پیچھے ہٹ کے جاتے ہیں
جو ہیں ثابت قدم انکے قدم کب ڈگمگاتے ہیں

تیسری منزل

لکھا ابن جعفرؓ کو جواب خط شہِ دیں نے — نہ ہونے دی طبیعت مضمحل کچھ صبر و تمکیں نے
لیا عونؓ و محمدؓ کو بھی ساتھ اپنے بڑھے آگے — یہاں تک چلتے چلتے منزلِ حاجر پہ جا پہنچے
یہاں سے خط لکھا کوفہ کے اربابِ سیاست کو — خبر دی اپنے آنے کی ہوا خواہانِ دولت کو

انتظاماتِ حکومت

حسینؑ ابن علی کے قافلہ کی نقل و حرکت کا — مکمل علم رکھتا تھا عبید آمر حکومت کا
کئے عامل نے بندوبست خفیہ راستہ بھر کے — کہیں پر چوکیاں قائم کہیں لڑ بٹھا دیئے پہرے

چوتھی منزل

بڑھے جب منزلِ حاجز سے آگے سبطِ پیغمبر
رُکے کچھ دیر پھر آب نوشی ایک چشمہ پر

یہاں ابن مطیعِ پاک عبداللہ نے مل کر
گذارش کی کہاں جاتے ہو اے لختِ دلِ حیدر

خدا کے واسطے باز آؤ کوفہ کے ارادے سے
وہاں لُٹے فساد آتی ہے ہر منزل پہ جاوے ہے

وہاں آلِ امیہ کے ہیں خنجر خون سے ڈوبے
بنی ہاشم کی خونریزی کے ہر سو ہیں منصوبے

سُنا سرکار نے جو کچھ کہا اس کہنے والے نے
بھری اک آہ خاموشی سے شاکر رہنے والے نے

پانچویں منزل

مقامِ ثعلبیہ پر یہاں سے قافلہ پہونچا
یہاں اک نامہ بر کوفی کسی کا مرسلہ پہونچا

خبر دی آپ کو قاصد نے مسلمؑ کی شہادت کی
بیاں سب کوفیوں کے حال و مستقبل کی حالت کی

مچی اک سنسنی سی قافلہ میں قتلِ مسلمؑ سے
کہا ان غمزدہ لوگوں نے تھے جو نسلِ مسلمؑ سے

نہیں بعدِ شہیدِ ملتِ حق لطف جینے میں
ہے جوشِ انتقامِ خونِ مسلم اپنے سینے میں

امامِ محترم نے قافلہ والوں سے فرمایا
ہے جب سے حوصلہ فرسا خبر یہ نامہ بر لایا

عزیز و اقربا احباب کو مغموم پاتا ہوں
خود اپنے دل میں دردِ فرقتِ مرحوم پاتا ہوں

طبیعت بے سکوں ہے مشتعل ہے قتلِ مسلمؑ سے
مجھے ہے خوں بہا لینا عبید اللہ ظالم سے

مگر اے سرفروشانِ وفا میں تم سے کہتا ہوں
اُٹھاؤ تم نہ اس غم کو یہ غم میں دل پہ سہتا ہوں

تمہیں اب واپسی کی میری جانب سے اجازت ہے
چلا جائے خوشی سے جس کو جانے کی ضرورت ہے

مرے ہمراہ رہنے میں خطرہ جان و عزت کا
یقیناً عزمِ کوفہ پیش خیمہ ہے ہلاکت کا

عزیزانِ گرامی جن کو ہیں کچھ حاجتیں لاحق
وہ پابندِ بلا ہوں دیدہ و دانستہ کیوں ناحق

خوشی سے بن ضاد بتا ہوں ہر مخلص کس جانے کی
کسی کو کچھ ضرورت ہی نہیں حیلے بہانے کی

کہا ہر سر فروشِ عشق نے اے سرورِ والا
فنا ہونا رہِ اُلفت میں ہے اک منصبِ اعلیٰ

اکیلا چھوڑ کر گر آپ کو ہم لوٹ جائیں گے
خدا کو مصطفےٰ کو حشر میں کیا مونھ دکھائینگے

ہے دُنیا چند روزہ چار دن کی زندگانی ہے
حیاتِ بے بقا کیا ہے حبابِ بحرِ فانی ہے

قدم سے آپکے ہے زندگی کا لطف البتہ
صراطِ مستقیم و راہِ حق ہے آپ کا رستہ

قدم راہِ خدا میں ڈال کر پیچھے کو ہٹنا کیا
حضور آگے کو چلئے آگئی منزل پلٹنا کیا

شہادت فی الحقیقت معرکہ سر کرکے ملتی ہے
حیاتِ جاوداں راہِ خدا میں مر کے ملتی ہے

چھٹی منزل

غرض کہ کاروانِ اہلِ بیتِ رحمتِ عالم
یہاں سے حاجرِ کوفہ کی جانب چل دیا یکدم

زبالہ میں سواری جب رکی سبطِ پیمبر کی
خبر پہونچی وفاتِ قیس و عبداللہ یقطر کی

کیا اظہارِ صبر و شکر شہ نے ان مصائب پر
بڑھے آگے شہیدانِ وفا کی فاتحہ پڑھ کر

ساتویں منزل

گذر کر بطنِ عقبہ سے سرِ راہ شراف آئے
سکونِ صبر کا کرتے ہوئے سب اعتراف آئے

یہاں سے اور آگے قافلہ جب ایک بار آیا
مقابل سے نظر اُٹھتا ہوا گرد و غبار آیا

ہوا معلوم جب یہ آ رہا ہے شام کا لشکر
پریشاں ہوگئے ہمراہیانِ سبطِ پیغمبر

کہا رہبر نے چلیئے جانبِ ذوحشم کترا کر
کہ حشمِ لشکرِ دشمن نہ اسطرح پڑے ہم پر

اُدھر بچتا ہوا جب راہ سے یہ قافلہ گذرا
سپاہِ شام کو چاروں طرف پھیلا ہوا دیکھا

ہوا جب دو بدو یہ قافلہ وہ لشکرِ شامی
اُدھر تھی کامیابی کی خوشی اس سمت ناکامی

تلاشِ آلِ حیدرؓ میں ہر اک فوجی سپاہی تھا
سپہ سالار اس لشکر کا حُر ابنِ ریاحی تھا

نواحِ وادیٔ ذو حسم میں کر گئے ہمسر
یزیدی اک ہزار افراد کا تھا سامنے لشکر

نمازِ باجماعت ظہر کی سب نے پڑھی مل کر
بنے ابنِ رسول اللہ امامِ لشکرِ عسکر

صفیں اغیار کی راہوں میں کانٹے بوتی جاتی ہیں
ادارہ قضا میں بھی نمازیں ہوتی جاتی ہیں

وعظِ امامؓ

امامِ ذی حشم نے فوج میں تقریر فرمائی
کہا اے فوجیو ہم آپ سب ہیں مسلمین بھائی

کتاب اللہ پر ہم آپ سب ایمان رکھتے ہیں
ولائے مصطفیٰ دل میں نہاں ہر آن رکھتے ہیں

ہمارے واسطے یہ عام تعلیم شریعت ہے
مساوات و اخوت پر مدارِ دین و ملت ہے

رسولِ حق محمد مصطفیٰ کو ہم نے مانا ہے
ذریعے سے محمدؐ کے خدا کو ہم نے جانا ہے

محمد مصطفیٰ ہیں کون میرے بے خبر تم کو
میں انکا کون ہوں معلوم ہے اہلِ نظر تم کو

مرے جد ہیں مرے اب ہیں محمد مصطفیٰ لوگو
تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں نہیں خوفِ خدا لوگو

مجھے خط لکھ کے جب تم نے بلایا تو میں آیا ہوں
مدینے سے پیامِ ہادیٔ اسلام لایا ہوں

عبث آلِ رسولِ پاک پر بیداد کرتے ہو
ستم ایجاد کیوں ہو کیوں ستم ایجاد کرتے ہو

معروضاتِ حُرؓ

سنی تقریر جب فوجِ شام و اہلِ لشکر نے
کھڑے ہو کر کہا تعظیم سے حُرِّ دلاور نے

نہ ہم نے خط لکھا اصلاً نہ ہم نے نامہ بر بھیجے
دیا سرکار کو دھوکا کسی نے خط اگر بھیجے

امامِ پاک نے وہ خط طلب فرمائے خادم سے
جو ابتک مطلقاً محفوظ تھے تھیلیوں میں کچھ

کہا حُر نے دغا دی کوفیوں نے آپکو ملکر
مگر ہے حکم حاکم ہمکو یہ اے سبط پیغمبر

یہاں سے آپ کو ہم تا عبید اللہ لیجائیں
ہوئے مامور ہیں حر جس کام پر اس کو بجا لائیں

حصین ابن نمیر اک افسر اعلیٰ ہمارا ہے
اسی کے حکم سے لشکر یہاں ہم نے اتارا ہے

یزید شام کو بہتر تو یہ ہے آپ خط لکھیں
یہاں سے عامل کوفہ کو ہم عرضی جدا بھیجیں

اجازت دونوں درباروں سے ممکن ہے کہ آجائے
ارادہ دوسری جانب سفر کا پھر کیا جائے

جواب امام رضؓ

متانت سے امام دوسرا نے پھر یہ فرمایا
مری نظروں میں ہیں دونوں نا اہل فرمایا

امیر شام روگرداں ہے خالق کی اطاعت سے
نہیں اسکو تعلق دور کا بھی دین و ملت سے

نہیں اسکو ذرا بھی امتیاز حرمت و حلت
نہیں اس کی نظر میں مذہب اسلام کی عزت

اسے فرصت نہیں ہے نفس شیطاں کی اطاعت سے
اسے اصلا نہیں رغبت شریعت سے عبادت سے

اولوالامر اس کو میں تسلیم کرلوں غیر ممکن ہے
مرے نزدیک وہ غدار ہے غاصب ہے خائن ہے

معروضہ حُر

کہا حر نے ادب سے اے امام ملت برحق
یہ مانا ہے مبارک جذبۂ آزادی مطلق

مگر جنگ آزمائی ہے غلط ایسی حکومت سے
جو ہو مائل بہ استبداد ظلم و جور قوت سے

نہیں ہے آپکے ہمراہ کوئی فوج یا لشکر
ہزاروں سے لڑینگے چند ہمراہی بھلا کیونکر

سفر ممکن نہیں ہے آپکو جز طاعت دشمن
سکون و امن سے رہنا بھی ہے اک فعلِ مستحسن

ارشادِ امام رضؓ

امامِ دوسرا کو حُر کی باتوں پر جلال آیا
غضب سے چتون و ابرو پہ بل پڑے دلمیں ملال آیا

کیا ارشاد کیا تو موت سے مجھکو ڈراتا ہے — قدم راہِ جہادِ حق سے میرا ڈگمگاتا ہے
نگاہِ قہر بیں وہ ہیبت پنہاں نظر آئی — کہ حُر کو سامنے تیغ اجل عریاں نظر آئی
غم و غصہ کی حالت میں سفر کا عزم فرمایا — اُٹھے فسخ عزیمت لشکر حُر درمیاں آیا

نہیں ہٹتے مجاہد جب قدم میداں میں دھرتے ہیں
دلاور صف شکن کب فوج سے لشکر سے ڈرتے ہیں

آٹھویں منزل

مگر چلکر وہاں سے آپ تا راہِ غذیب آئے — عذاب جاں کی صورت سا شامی بدنصیب آئے
یہاں کوفہ کے چار افراد حضرت سے ملے آکر — کہی کوفہ کی حالت مجمع طرماح نے اکثر
بتایا اکثریت قبلۂ دیں کی مخالف ہے — عبیداللہ سے ہر آپ کا ہمدرد خائف ہے
عوام افراد کوفہ ہیں بظاہر آپ کے شیدا — مگر انکے ارادوں سے ہے رنگ بزدلی پیدا
کہا طرماح نے اک بار پھر حُسنِ عقیدت سے — فداکارانہ سرجوشی میں انداز محبت سے
مرے ہمراہ چلئے کوہِ آجا کی طرف حضرت — کمینگاہوں کو حاصل ہے وہاں کی یہ شرف حضرت
وہاں شاہانِ غسان حمیر لیسا ابن منذر بھی — نہیں اک عذر جرات کر سکے اب تک کبھی حاکم کی
بنی طے کے ہزاروں آدمی سلمیٰ و آجا میں — یقیناً ہوں گے داخل بیعت سرکار والا میں
وہاں فوج یزید فتنہ خو گر چڑھ کے جائیگی — مقابل میں بنی طے کے یقیناً منہ کی کھائیگی
کہا سرکار نے طرماح کی یہ گفتگو سنکر — خدا تم کو جزا دے خیر دے اے مرد خوش اختر
مگر میں کیا کروں قادر نہیں ہوں لوٹ چلنے پر — وہی ہوگا جو ہے روز ازل سے مرضی داور
دل طرماح پر ناکامیوں سے چھا گئی حسرت — ہوا با دیدۂ پُرنم بدل ناخواستہ رخصت
تمنائے شہادت سب کو با جاہ و حشم لائی — قضا دامن گرفتہ تا بہ راہِ عدم لائی

آخری منزل

یہاں سے چل کے حضرت رُک گئے قصرِ مقاتل میں
رہی فوجِ عدو بھی خیمہ زن نزدیک مقابل میں

سحر ہوتے ہی نکلے قصر سے تا نینوا پہونچے
یہاں سے جب قدم آگے بڑھایا کربلا پہونچے

منجانب حکومت حُر کی نگرانی

ملا ابن زیادِ نابکار کا حُرؓ کو اک فرماں
رقم تھا جس میں یہ مضمون تاکیدی علی الاعلاں

حسینؑ ابن علیؑ واپس ہونے پائیں میداں سے
انھیں محروم رکھنا لطف و آسائش سے احساں سے

جہاں تک ہو نہ ٹھیرین وہ کسی سرسبز وادی میں
نہ آنا تم فریبِ گفتگوئے اتحادی میں

اُنھیں محصور کر دینا کسی بے آب صحرا میں
نہ ہو اُنکی زبوں حالی کا پرساں کوئی دُنیا میں

کسی صورت نہ اُن کے حال پر تم مہرباں ہونا
ہمیں منظور ہے اُن کا جہاں سے بے نشاں ہونا

بطورِ نامہ بر جس معتمد کو ہم نے بھیجا ہے
کمالِ مخبری میں حقِ جاسوسی میں یکتا ہے

ہمیں ہر قسم کی یہ شخص روزانہ خبر دے گا
تمہیں بھی تا حدِ امکاں صلاحِ خیر و شر دے گا

ہوئی پروانۂ عامل سے حُر کو سخت حیرانی
کہا آکر امامِ پاک سے با صد پریشانی

سنا ہو گا اے شاہِ دیں اب آپ بس کر نہیں سکتا
خلافِ حکمِ عامل اک قدم بھی دھر نہیں سکتا

یہ بے آب و گیاہ و بے خس و خاشاک جنگل ہے
جہاں سرکار کا ڈیرہ جہاں فوجوں کا دنگل ہے

اقامت بس یہیں پر آپ فرمائیں تو بہتر ہے
کہ یہ دشتِ بلا ہم صورتِ میدانِ محشر ہے

کربلا میں داخلۂ امام رضؓ

تھی عنوانِ قیامت ابتدائے ششتم یک ہجری
ہوئی بنیاد قائم انقلابِ بزمِ عالم کی

تھا روز پنجشنبہ دوسری ماہِ محرم تھی
سواری کربلا میں سید کونین کی پہنچی

امامِ پاک نے اس سرزمیں کا جب پتہ پوچھا
کہا اک شخص نے ہے نام دشتِ کربلا اس کا

کہا شہ نے یہی ہے منزلِ کرب و بلا شاید
یہیں پر آلِ زہرا کا لٹے گا قافلہ شاید

یہیں پر چڑھتے سورج فتنۂ محشر بپا ہوگا
یہیں پر قتلِ جیشِ اہلِ بیتِ مصطفےٰ ہوگا

رَضِینَا بالقضا اللہ کہہ کر سید والا
اسی صحرا میں خیمہ زن ہوئے ڈیرہ یہیں ڈالا

یہ صحرا بے گیاہ و آب ہیبت ناک صحرا تھا
مکمل محشرستانِ خس و خاشاک صحرا تھا

بجز ریتی کے ٹیلوں کے کہیں سایہ نہ تھا اس میں
قدم یمنِ سعادت کا کبھی آیا نہ تھا اس میں

ازل کے روز سے آثارِ محشر اس میں پنہاں تھے
بجائے خار صحرا تیر و نشتر اس میں پنہاں تھے

ہر اک ذرے سے اس کے تھی عیاں خشکی و بے آبی
لکھی تھی اس کی قسمت میں نہ سرسبزی نہ شادابی

یہاں ذرے بھی آبِ چشمۂ خور کو ترستے تھے
سحابِ خشک سے ہر روز انگارے برستے تھے

یہاں آتے ہوئے پر طائرِ سدرہ کے جلتے تھے
بچا کر آہوانِ دشت بھی دامن نکلتے تھے

تھی گو نہرِ فرات اس وادیِ بے آب میں جاری
مگر تھی سرزمیں اس دشت کی اک کرۂ ناری

ازل سے آجتک دشت سوائے زمانہ تھا
یہاں مثلِ عدم ناپید ذکرِ آب و دانہ تھا

خدا کی شان اس صحرا میں وہ جنت مکیں پہنچے
کہ جن کے جدِ امجد تا سرِ عرشِ بریں پہنچے

ہوئے اس خشک ریگستاں میں وہ خیمہ زن آکر
فدا جن پر ازل سے تھی بہارِ جنت و کوثر

انہیں تپتی ہوئی ریتی پہ ٹھہرایا گیا لاکر
سمجھتے تھے جنھیں آنکھوں کی ٹھنڈک ساقیِ کوثر

بظاہر کربلا کا دشت جنگل تھا بیاباں تھا
بباطن صبر و تسلیم و رضا کا خاص میداں تھا

یہاں ازخود ہوئے تھے کب شہِ والا قیام افگن
برائے امتحاں لائی تھی قدرت کھینچ کر دامن

غرض کل خاندانِ اہلِ بیتِ سبطِ پیغمبر
زمینِ کربلا ہی میں فروکش ہو گیا آکر

یہاں اس کارواں کو سعیِ اہلِ کیں نہیں لائی
مقدر ہو چکی مٹی جہاں کی تھی وہیں لائی

دعائے کربلا

زمینِ کربلا نے ذاتِ باری سے دعا مانگی
برائے خود ابد آثارِ عزت برملا مانگی

بصد آہ و فغاں کی التجا اے حضرتِ باری
جہاں میں ہو چکی میری بہت کچھ ذلت و خواری

یہ مانا ہے جہنم کو بھی نفرت نام سے میرے
ٹپکتا ہے لہو ذراتِ خون آشام سے میرے

یہ مانا ہے جہنم ذرہ ذرہ میری وادی کا
یہ مانا میں ہوں مرکز دو جہاں کی نامرادی کا

یہ مانا آتشِ نمرود مجھ میں شعلہ افشاں ہے
یہ مانا گوشۂ دامن مرا دوزخ بداماں ہے

نوشتہ میری قسمت کی ہیں گو رسوائیاں میری
عذابِ حشر کی تصویر میں پرچھائیاں میری

سقر بر کف ہے ریگستان یہ مانا میرے دامن میں
یہ مانا آگ ہے میری نگاہِ شعلہ افگن میں

ہلاکت آفریں بیشک یہ مانا خاک ہے میری
قبائے زیست مانا تا بدامن چاک ہے میری

یہ مانا باعثِ ننگِ زمانہ میری ہستی ہے
یہ مانا مجھ پہ ذلت اوجِ گردوں سے برستی ہے

یہ مانا میں ہوں مجموعہ جہاں بھر کی برائی کا
بجا ہے مجھ پہ طعنہ اے خدا تیری خدائی کا

مگر یہ ذلتیں آخر الٰہ العالمیں کب تک
رہیگی خوار و رسوا کربلا کی سرزمیں کب تک؟

ازل سے آجتک ساری خطاؤں کی سزا دیدے
تجھے تعزیر جو مرضی ہو تیری اے خدا دیدے

مجھے منظور ہر پاداش ہے اے خالقِ اکبر
مگر رحمت سے اپنی میرے مستقبل کو روشن کر

مرے تا ایک پانی کا مجھے نعم البدل دیدے
مجھے عشقِ نبیؐ اے خالقِ عزوجل دیدے

بنی کم عشقِ اہلبیت کی سچی محبت سے
الٰہی خامسِ آلِ عبا کی مجھ کو الفت دے

زیارت گر نہیں ہے رحمتِ عالم کی قسمت میں
مجھے رکھ آلِ پیغمبر کے ارمانِ زیارت میں

نثارِ آلِ اطہر کربلا کا ذرہ ذرہ ہو
تمنا میری حسینؑ ابن علیؑ کی روضہ ہو

بنے ہر ذرہ میری خاک کا فردوس کا تارہ
شہیدانِ محبت کا بنا دے مجھکو گہوارہ

نرے محبوب کے محبوب کی اولاد کے دشمن
عدوئے دین و دشمن سید الافراد کے دشمن

یزید شام کے کوفی و شامی سنگدل فوجی — جفا پیشہ تھا صورت بلائے مستقل فوجی
عبید اللہ عمر و سعد کا جنگ آزما لشکر — ہلاکت آشنا لشکر خدا نا آشنا لشکر
حسینؑ پاک سے جب برسر پیکار ہو یارب — پریشاں جب سپاہ عترت اطہار ہو یارب
مجھے ہو مرحمت اس وقت وہ جوش فداکاری — مری شعلہ فشانی سے ہو جلکر خاک ہزاری
اماں دے میرا ہر ذرہ فداکاران حیدرؑ کو — غبار اٹھکر چھپا لے خیمہ ہائے آل اطہر کو
جگر پارے رسول اللہ کے جب جاں بلب ہوں گے — مرے آغوش کی زینت مرے دامن پہ [illegible] ہوں گے
ہے ہر لال زہراؓ کا ابد تک میرے داماں میں — مرا چہرہ ہو رنگیں سرخی خون شہیداں میں
مجھے دیدے خداوندا شہیدان رسالت کو — سمٹ کر آئے دنیا تا ابد میری زیارت کو
الٰہی اب یہ میری التجا مقبول فرما لے — دعائے کربلا کو اے خدا مقبول فرما لے

حکومتِ رے

عبید اللہ نے دربار میں پہلی محرم کو — دیا حکم خصوصی اپنے اعوان معظم کو
مہم دیلم کی اُس کو جلد سے تھی جلد سر کرنا — بہر صورت نظام جنگ کو تھا مختصر کرنا
بنایا عمر ابن سعد کو افواج کا قائد — بڑھایا پیشتر سے رتبہ و منصب بہت زائد
سیادت پانچ ہزار افراد پر تسلیم کی اسکی — بنایا والیٔ رے اسکو بہ تکریم کی اس کی
حکومت مرحمت کی عمر ابن سعد کو رے کی — سند دینا بڑھانا منزلت دربار میں طے کی
ابھی دیلم کو ابن سعد جانے بھی نہ پایا تھا — ابھی فکر سفر ہی میں ہر اک اپنا پرایا تھا
کہ دربار عبید اللہ میں قاصد خبر لایا — گروہ اہل بیت مصطفےٰ تا کربلا آیا
نواح کربلا میں آ گئے فرزند حیدرؓ کے — وہیں ڈیرے لگے ہیں شام اور کوفہ کے لشکر کے
بلایا ابن مرجانہ نے ابن سعد کو فوراً — کہا اے مونس من مخلص من یار غار من
نہیں ہے حاجت لشکر کشی اب جانب دیلم — حسینؑ ابن علیؓ سے جنگ کا ہے عزم مستحکم

کرو تنظیم لشکر جا بجا اب تم نئے سر سے
تمہیں لڑنا پڑے گا کربلا میں آل حیدرؓ سے

سُنی تقریر ابن سعد نے عامل کی حیرت سے
مآلِ جنگ پہ تھا سر بزانو فرطِ غیرت سے

کہا یہ عمر ابن سعد نے اے فتنہ خو عامل
حسینؑ ابن علیؑ سے جنگ ہے بیجا و لاحاصل

حسینؓ ابن علیؑ فرزندِ سلطانِ رسالت ہیں
مسلمانوں کے دینی رہنما سردارِ اُمت ہیں

ہے ان سے جنگ کرنا کب روا اے دشمنِ ملت
کہ ہو جائے گا از خود منتشر شیرازۂ اُمت

لڑے ابن علیؑ سے سعد والا جاہ کا بیٹا
نہ ہوگا ایسا کوئی ناخلف تقدیر کا ہیٹا

بنوں اس سعد[1] کا فرزند جو تھا فاتح ایران
میں ہوں اس کا پسر اصحابِ عشرہ جس پہ تھے نازاں

مرے والد نے فتح و کامرانی کی بنا ڈالی
مرے والد کا دنیا جانتی ہے رُتبۂ عالی

عبید اللہ بولا اے عمر یہ باتیں پرانی ہیں
جو باتیں ہو چکیں گیا ذکر ان کا وہ کہانی ہیں

امیرِ شام اب اُمت کا سردارِ مسلّم ہے
اطاعت سب پہ فرض اسکی باقرارِ مسلّم ہے

ہے یہ فرزندِ حیدرؓ کا امیرِ شام کا باغی
حسینؑ ابن علیؑ لاریب ہے اسلام کا باغی

اگر لڑنا نہیں منظور تجھکو ابن حیدرؓ سے
اگر مرعوب ہے تو اقتدارِ آلِ اطہر سے

تو اعزاز و شرف جاہ و مناصب مسترد کر دے
ہمیشہ اس الٰہی رے کی حکومت کی سند کر دے

جو دیکھا منصبِ اقلیمِ رے پر حرف آتا ہے
ملا تھا بے طلب جو ملک اب وہ نکلا جاتا ہے

کہا عامل سے ابن سعد نے اے صاحبِ نخوت
مجھے غور و تدبر کے لئے شب بھر کی دے مہلت

پلٹ کر عمر ابن سعد جب دربار سے آیا
دلِ دنیا طلب کو حد سے زائد مضطرب پایا

بلایا گھر پہ اہل الرائے اصحابِ سیاست کو
کہا ہر ذی شرف نے چھوڑ دے رے کی حکومت کو

---

[1] حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی آپ سے پہلے صرف چھ ۶ صحابی مسلمان ہوئے۔ فاتح ایران اور بانی کوفہ ہیں۔ عہد فاروقی میں دوبار اور عہد عثمانی میں ایک بار عامل کوفہ مقرر ہوئے تیر افگن اور مستجاب الدعوات تھے بعمرِ ۷۰ سال ۵۵ھ میں وفات پائی۔

ہے دُنیا چند روزہ چند دن کی یہ حکومت ہے
ابد آثار لیکن اقتدارِ دین و ملت ہے

ہوئی تسکین ابن سعد کو ارباب شوریٰ سے
نہ پایا دل کو خالی حُبِ جاہ و حُب دُنیا سے

مشیروں نے دلایا خوفِ حق یاروں نے سمجھایا
مگر رنگِ سیہ کاری وہ بائے سے اُبھر آیا

عجب تھا نحسِ اکبر ناخلف یہ سعدِ اعظم کا
چمکنا تھا نہ اس کا طالعِ قسمت ذرا چمکا

نہ آئی نیند رہا جاگا جنگ کی شب بھر مقدر سے
اُٹھا وقتِ سحر گاتا ہوا یہ شعر بستر سے

سزا قتلِ حسینؑ پاک کی دوزخ بلا شک ہے
نہ چھوڑوں گا میں رے کو رے مری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

اُمید اللہ سے قائم ہو جو توڑی نہیں جاتی
حکومت رے کی ملجائے تو پھر چھوڑی نہیں جاتی

دوسرا دن

ہوا دربار میں عامل کے حاضر معذرت کرنے
حسینؑ ابن علیؑ سے جنگ ہے فی الجملہ امر ذی

ہزاروں شہہ بھی نظام بھی تنہا بھی آئے ہیں
عقب نزد ہمراہی ہیں چند اپنے پرائے ہیں

اگر اُن سے لڑائی ہر طرح منظور ہے تجھکو
فضائے امن سے نفرت ہی گر مغرور ہے تجھ کو

معافی دے مجھے مامور کر اصحاب دیگر کو
رشوق جنگ ہے اکثر شرف خواہانِ لشکر کو

سُنی جب معذرت جھلا کے بولا ابن مرجانہ
ابھی لالچ نہیں رے کی جہانبانی کا پروانہ

حکومت مل رہی ہے اور تو حاکم سے خود سر ہے
عجب نا عاقبت اندیش اے مردِ دلاور ہے

نہاں تجھی ملک رے کی سلطنت کی آرزو دل میں
کیا یہ عہد ابن سعد نے دربار عامل میں

مجھے رے کیلئے ابن زیاد اتنا نہ رسوا کر
لڑوں گا میں حسینؓ ابن علیؑ سے کربلا جا کر

عمر نے ساتھ لیکر چار ہزار افواج کا دستہ
لیا کوفہ سے دشت کربلا کا دفعتاً رستہ

ڈبویا نام لالچ کی بدولت دین و ملت کا
بُرا ہو گیا بُرا انجام تھا رے کی حکومت کا

نامہ و پیام

بروز جمعہ یعنی تیسری ماہِ محرم کو
کیا مامور ابنِ سعد نے اک شخصِ محرم کو

کہ شاہِ دوسرا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو
کہے حضرت بیاں فرمائیں جو رجحان خاطر ہو

عمر کا ایلچی جب خدمتِ سرکار میں آیا
مراتب عزت و تعظیم کے سارے بجا لایا

گزارش کی کہ ابن سعد دیرینہ فدائی ہے
مگر مجبور ہے آمادۂ جنگ آزمائی ہے

ابھی موقعہ ہے جو ارشاد والا ہو بجا لائے
کرے حتی الوسع تعمیل اسکی حکم جو پائے

کہا قاصد سے ابن سعد سے کہنا کہ اے بھائی
جماعت میری کب سے عزم سے اپنے یہاں آئی

بلایا جب مجھے اشرافِ کوفہ نے تو آیا ہوں
اجازت ہو اگر تو آج ہی واپس چلا جاؤں

سفیر معتمد لوٹا خیامِ اہلِ حیدرؓ سے
کہے برجستہ سب فقرے سپہ سالار لشکر سے

عبیداللہ کو درخواست ابن سعد نے لکھی
بطورِ خود بھی کی تائیدِ عزمِ ابن حیدرؓ کی

مگر ابن زیادِ کینہ پرور فتنہ ساماں تھا
خیالِ لطف و بخشش اسکا آگے آپ پشیماں تھا

عریضہ سن کے ابن سعد کا یہ حکم لکھوایا
حسینؑ پاک کو ہے مصلحت ہم نے گرمایا

کہو اُن سے ذرا سی بات ہے یہ کام کی کر لیں
حسینؑ ابن علیؑ بیعت یزیدِ شام کی کر لیں

اگر راضی ہوں بیعت پر تو پھر لیکر جو راستے میں
اُنھیں حاضر کرو فی الفور ایوانِ حکومت میں

مگر یہ بات ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا
مطیع مردِ فاسق ابن زہراؓ ہو نہیں سکتا

سر میدان صف آلِ عبا پر تیغ رانی ہو
رفیقانِ حسینؑ ابن علیؑ پر بند پانی ہو

انہیں بھوکا پیاسا دشتِ غربت میں رکھا جائے
کوئی موقع نہ اطمینان کا ان کو دیا جائے

گئے دو چار دن اس عذر و حجت خط کتابت میں
ہے مصروف خدام رسالت سب عبادت میں

بندشِ آب

بحکمِ میرِ لشکر عمر بن حجاج کا لشکر
صف آرا ہو گیا خنجر بکف سوئے فرات آ کر

یہ دستہ پانچ سو افراد کا تھا سخت غارتگر
کیا ان ظالموں نے بند پانی آلِ اطہر پر

ہوا جب ختم پانی خیمہ ہائے آلِ اطہر کا
گھٹا دم تشنگی سے نونہالانِ پیمبر کا

علمبردارِ امت حضرت عباس بن حیدر
بڑھے چالیس کی کل ساتھ لے کر مختصر لشکر

تھے بیس افراد مشکیزے لئے خنجر بکف آگے
حفاظت کیلئے تھے بیس اربابِ شرف آگے

بیک دم شہسوارانِ عرب سوئے فرات آئے
لبِ دریا پہ ایسے آئے جیسے لب پہ بات آئے

جوانانِ عرب زورِ یداللہی کے پیکر تھے
پئے اعدا پیامِ مرگ یہ غازی دلاور تھے

کہا جب نعرۂ تکبیر مل کر سب نے میداں میں
ہر ہیبت چھا گئی اعدا کی افواجِ پریشاں میں

ہوا صرفِ ہزیمت عمر بن حجاج کا دستہ
ہر اک غازی نے بھر کر مشک کو گھر کا لیا رستہ

مبارکباد دی سرکار نے فوجِ حجازی کو
کہا اہلِ فلک نے مرحبا عباسؓ غازی کو

حجازی ہاشمی جب ہاتھ میں خنجر اٹھاتے ہیں
ترانے فتح و نصرت کے فرشتے مل کے گاتے ہیں

ملاقات ابن سعد

اثر قلبِ مبارک پر کیا اس جنگ پیکیں نے
بنایا عمر بن قرظہ کو قاصد سرورِ دیں نے

پیامِ خاص ابن سعد کو اک پہ بلا بھیجا
قریبِ سرحدِ جنگ انکو وقتِ شب بلا بھیجا

ادھر سے سرورِ دیں اسطرف سے ابن سعد آیا
ملے باہم اگر دقتِ تکلم اس کے بعد آیا

اصولِ جنگ پر ہوتی رہیں کچھ دیر تک باتیں
رہیں رازِ نہاں کی شکل یہ شب کی ملاقاتیں

نہ تھا دونوں طرف کوئی مخل اس رازداری کی
کمی کوئی نہ ابن سعد نے کی جاں نثاری کی

عبید اللہ کی حالت جو دیکھی تھی بیاں کر دی — خود اپنی غدر خواہی اپنی مجبوری عیاں کر دی
طلوعِ صبح سے پہلے ہوئے دونوں جدا آخر — نتیجہ گفتگو کا دوسرے دن یہ کھلا آخر
عریضہ عاملِ کوفہ کو ابن سعد نے لکھا — خلاصہ گفتگوئے باہمی کا لکھ دیا سارا
لکھا حمد و ثنا کے بعد مضموں یہ سرِ نامہ — نہیں شکرِ خدا اب کوئی خوفِ شر و ہنگامہ
نہیں اب اختلاف ایسے ہم میں اور سرور میں — ہوئی جاتی ہے ساری کشمکش یوں ختم دم بھر میں
حسینؑ ابن علیؑ اس بات پر ہیں صاف آمادہ — انہیں دار الخلافت بھیجئے کا ہم کریں وعدہ
جہاں سے یا وہ آئے ہیں وہاں واپس چلے جائیں — انہیں طعنے نہ انکے جوشِ ملت پر دیے جائیں
انہیں یا ہم جہاں چاہیں وہاں دیں حکم جانے کا — نہیں اس صلح میں موقع کوئی حیلے بہانے کا
وہ ہیں تیار جانے کے لئے قصرِ خلافت میں — وہاں وہ پیش فرمائینگے ہے جو عذر بیعت میں
شرائطِ صلح کی معقول سب معلوم ہوتی ہیں — بقائے امن امت کا سبب معلوم ہوتی ہیں
قبول اس صلحنامہ کو اگر سرکار فرمائیں — بیک دم جس قدر فتنے ہیں برپا سارے مٹ جائیں

تاثراتِ ابن زیاد

عبید اللہ کو قاصد نے جب یہ خط دیا لا کر — ہوا مسرور و شاداں صلحنامہ کی خبر پا کر
کہا عامل نے ابن سعد کو اک مردِ فرزانہ — اسے ہے شاہ و رعیت سے الفت [illegible]
مجھے یہ صلح ہے منظور میں اس صلح سے خوش ہوں — بلا شک عمر ابن سعد کی یہ رائے ہے [illegible]
مگر تھا حاضرِ دربار عامل شمر ذی الجوشن — ازل سے تھا یہ ظالم اہلِ بیت پاک کا دشمن
کہا اس نے عبید اللہ سے اے نجم عاقل — حسینؑ ابن علیؓ کی شان ارفع ہے تو [illegible]
ہمارے ہاتھ سے گر بچ گئے اس وقت وہ زندہ — امیرِ شام سے ہونا پڑیگا ہم کو شرمندہ
یہاں سے ہٹتے ہی ہو جائیگی قوت انہیں حاصل — قلوبِ امتِ اسلام ہیں ان کی طرف مائل
خدائی ان کے اخلاق و شمائل کی ہے گرویدہ — ہے دنیا انکی شکلِ پاک کی مشتاق نادیدہ

غضب ہو جائیگا گر صلح پر دیدی رضامندی
یہ بہتر ہے کہ فوراً بھیجئے احکام پابندی

مجھے معلوم ابن سعد کے حالات ہیں سارے
حسینؑ ابن علیؑ اس کے لئے ہیں عرش کے تارے

وہ لشکر کے کنارے شب کو جا کر ان سے ملتا ہے
تولائی ہے اُن کا چھپ چھپا کر ایسے ملتا ہے

عبید اللہ پہ شمرِ لعیں کا چل گیا جادو
کئے احکام جاری ہو گیا غصہ سے بے قابو

ستمگر جنگجو دشمن سے غداری نہیں جاتی
لہو آشام ہیں جو ان سے خونخواری نہیں جاتی

ابن زیاد کا جوش استبداد

ہے یہ قدرت خدا کی بات لیکن جب بگڑتی ہے
مصیبت پھر نہیں ٹلتی کسی کے سر جو پڑتی ہے

غضب بھڑکا غضب ابن زیادِ خبث باطن کا
کیا مسعود و شمر نے ہر سعیٔ ممکن کا

لکھا فرمان جنگِ سخت کا بے رحم قاتل نے
دکھایا قلب ابن سعد کو سفاک عامل نے

لکھا اے عمر ابن سعد یہ معلوم ہے تجھ کو
امیر شام کے حق نے کیا محکوم ہے تجھ کو

میں حاکم ہوں امیرِ شام کی جانب سے کوفہ کا
ہے میرے حکم میں سب نظم عزل و نصب عملہ کا

تعیناتی ہے دشتِ کربلا میں اس لئے تیری
کہ ہو ابن علیؑ کو زندگی میں زیست سے سیری

جو ہوں ممکن مظالم انکے لشکر پر کئے جائیں
مصائب پر مصائب پے بہ پے انکو دیئے جائیں

یہاں تک سختیاں جھیلیں کہ تنگ آ جائیں جینے سے
نکل جائے امامت کا تخیل اُن کے سینے سے

کریں مجبور ہو کر وہ ہمارے ہاتھ پر بیعت
یزیدِ شام کے آگے جھکا دیں گردن طاعت

تعجب ہے خلافِ مرضی و احکام اینجانب
ابھی تک ابن حیدرؓ سے ہے تم صلح کے طالب

خلافِ مصلحت سرکار سے رحم نگارش ہے
ہمارے سامنے ابن علیؑ کی کیوں سفارش ہے

اماں ہرگز سرِ میداں انہیں تم دے نہیں سکتے
بطورِ خود اماں دیگر اماں یہ لے نہیں سکتے

اگر اقرارِ بیعت وہ یزیدِ شام سے کرلیں
بالفاظِ دگر توبہ نمود و نام سے کرلیں

تو ان کو پابجولاں کر کے کوفہ کی طرف بھیجو
سنو اُنکی نہ بات اصلا نہ اُنکو کوئی مہلت دو

نہ مانیں اس ہمارے حکم کو گر وہ کسی صورت
کرو فی الفور ان کو بے تکلف قتل و غارت

سر اُن کے کاٹ کر دربارِ عالی میں رواں کردو
کچل دو اُن کی لاشیں ان کی بے نام و نشاں کردو

مرے اس حکم کی تعمیل فوراً تم نے گر کر دی
عطا ہونگے تمہیں بیشک خطاباتِ جوانمردی

نہیں منظور گر لڑنا تمہیں ان سے تو ہے بہتر
رہو ہرگز نہ تم اب نینوا کی فوج کے افسر

کرو تعمیل فرماں آپ کو معزول تم سمجھو
ہے تم پہ تف نہ اب بھی مردِ نامعقول تم سمجھو

رواں ہم کرتے ہیں شمر ذی الجوشن کو پیہ انہیں
تمہیں امداد دیگا وہ ہر اک کارِ نمایاں میں

اگر تم جنگ سے اعراض پر ہو اب بھی آمادہ
تو رکھدو سامنے تم شمر کے تسبیح و سجادہ

سپہ سالارِ لشکر شمر ذی الجوشن اگر ہوگا
مخالف ہم نہ اصلا مہرباں وہ عمر بھر ہوگا

رقم جب ہو چکا فرمانِ خون آشام یہ سارا
کہا شمر لعیں سے اس کو لے جا بن کے ہرکارا

اُسے یہ بھی ہدایت کی کہ جاسوسی کی ہر خدمت
بطورِ راز دے انجام لشکر میں بہر صورت

دیا جب شمر نے لا کر یہ ابنِ سعد کو نامہ
ہوا غصہ سے لرزاں بے تحاشا صورتِ خامہ

کہا افسوس ظالم فتنہ پرور ابنِ مرجانہ
نہ سمجھا صلح کے انجام کو آخر نہیں مانا

کہا اے شمر یہ سب آگ تیری ہی لگائی ہے
تیری فطرت میں پنہاں جذبۂ جنگ آزمائی ہے

گذارش شمر نے کی مصلحت سے بے خبر ہو تم
ہے دشمن سامنے دشمن سے ناواقف مگر ہو تم

بتاؤ یہ برائے جنگ اب کرنا تمہیں کیا ہے
کہا فرمائے ابنِ سعد نے دشمن سے لڑنا ہے

فرو ہوتے نہیں فتنے زبانِ تیغ و خنجر سے
بلا آئی ہوئی ٹلتی نہیں ہرگز کبھی سر سے

اشتباہِ جنگ

نمازِ عصر کا تھا وقت نو ماہِ محرم تھی
زمینِ دشت پامالِ خرامِ اہلِ ماتم تھی

تھے مصروفِ مناجاتِ عامر وانِ غازی سب
صفیں باندھے ہوئے تھے رو بقبلہ تھے نمازی سب

امامِ دوسرا خیمہ سے باہر آ کے بیٹھے تھے
گذارش کی یکایک حضرتِ عباسؑ نے آکر
امامِ پاک نے خنجر پہ رکھ کے ہاتھ فرمایا
کہا عباسؑ نے سرکار ٹھہریں میں ہی جاتا ہوں
یہ کہکر چل دیئے عباسؑ گھوڑا دوڑا کر آگے
ابھی کچھ دور چل کر عمر ابنِ سعد تھا آیا
یہ کیوں نا وقت تم خیموں کی جانب اے عمر آئے
کہا عباسؑ اترو آپ میرے قریب آ کر
امامِ دوسرا سے خط کا مضموں سب بیاں کر دو
عبیداللہ کا خط جنگ کا اعلان مطلق تھا
سُنایا خط کا مضمون خدمتِ سرکار والا میں
دُعا مانگی سکون و صبر سے ارشاد فرمایا
ہمیں شب بھر کی مہلت گر عطا کر دو تو اچھا ہے
پیامِ شاہ دیں عباسؑ نے جس دم پہونچایا
بتا اے شمر ہے کیا رائے ابن سعد نے پوچھا
برابر سے کہا یہ ابن حجاج زبیدی نے
حسینؑ ابن علیؑ مہلت طلب کرتے ہیں شب بھر کی
اگر اغیار و دیلم میں سے مہلت مانگتا کوئی
پکارا قیس ابن اشعث کہ مہلت اک بہانہ ہے
یہ کہکر منتشر ہو گیا میدان سے رخصت
فضا میں خونِ ناحق کی جھلک معلوم ہوتی تھی

لگائے تھے کمر میں تیغ راحت پا کے بیٹھے تھے
شہا آتا ہے ابن سعد کچھ بگڑے سے ہیں تیور
بڑھو عباسؑ آگے تم عقب سے میں ابھی آیا
ابھی باتیں نہیں یا قتل کر کے اسکو آتا ہوں
بڑھے سایہ کی صورت ہیں ہمراہی نفر آگے
کہ روکا راستہ عباسؑ نے اور بڑھ کے فرمایا
یہ کیوں ہے مضمحل چہرہ یہ کیوں بے چین ہو گھبرائے
پڑھو اس خط کا مضمون اُلٹے پاؤں بشکر عاقم
جو فرمائیں شہ والا مجھے آ کر عیاں کر دو
پڑھا عباسؑ نے پڑھنے کو لیکن رنگِ رخ فق تھا
اُٹھائے ہاتھ شہ نے بارگاہِ حق تعالیٰ میں
کہا عباسؑ سے کہنا عمر سے اے فلک پایا
کہ ہم کو اپنے رب سے توبہ استغفار کرنا ہے
تو شمر و ابن سعد و عمر بن حجاج تھے یکجا
کہا اس نے کہ ہے سرکار ہی پر فیصلہ اسکا
اثر کس درجہ ہم پر کر لیا ہے نا امیدی نے
غضب ہے مشورت اس میں سپہ لشکر کی
نہ کہتا ایسی مہلت کو یقیناً ناروا کوئی
سحر ہوتے ہی طبلِ جنگ میداں میں بجانا ہے
ہوئے عباسؑ واپس سوئے خیمہ گاہ آنحضرت
زمیں سے نا امیدی تا فلک معلوم ہوتی تھی

خطبۂ امام عالی مقام

فضائے کربلا میں دوسرا یہ پنجشنبہ تھا
ہر اک غازی تھا حیراں ہر مجاہد کو اچنبا تھا

منادی نے ندا دی خیمہ ہائے پاک کے باہر
چلو اے سرفروشانِ وفا خطبہ سنو چل کر

ابھی منبر سے پہلے حکم ہے سرکار والا کا
سنایا جائیگا پیغام تم کو حق تعالیٰ کا

مجاہد اقربا غازی حجازی کوفی و شامی
قریشی ہاشمی ذی حوصلہ نام آور و نامی

بیک آواز گردِ خیمۂ اطہر ہوئے حاضر
ادب سے ساکت و صامت جھکائے سر ہوئے حاضر

ردا بردوش کملی پوش فرزندِ رسول اللہ
برآمد صورتِ صد جلوہ خیمہ سے ہوئے گاہ

ادب سے جھک گئے سر سرفروشانِ محبت کے
چلے جھونکے فضاؤں میں نسیمِ شامِ جنت کے

بیاں حمد و ثنا کی پہلے فرزندِ پیمبر نے
کیا ارشاد اس کے بعد یہ محبوبِ داور نے

ہے یارب یہ ترا بندہ ترے اوصاف کا قائل
تری رحمت کا شیدائی ترے انصاف کا قائل

عطا کیں اپنے بندے کو جہاں کی نعمتیں تو نے
ترے قرباں مجھے غربت میں بخشیں راحتیں تو نے

نبوت میرے نانا کو عطا تو نے ہی فرمائی
انہیں پر ختم کی تو نے جہاں کی عزت افزائی

مجھے چشمِ خدا بیں قلبِ حق آگیں دیا تو نے
کلام اللہ کا عرفان و علمِ دیں دیا تو نے

مجھے خادم بنایا تو نے یارب دین و ملت کا
دکھایا راستہ صدق و صفا رشد و ہدایت کا

مرے ہمراہیوں کو جوشِ جانبازی دیا تو نے
مجھے بخشے مرے مخلص عزیز و اقربا تو نے

شرف حسنِ عمل کا میرے اہل بیت کو بخشا
نمایاں کر دیا مجھ پر مرے انجام کا نقشا

رفیقانِ سفر کو میرے یارب اجرِ کامل دے
ہے معمور تیرے نور سے جو ان کو وہ دل دے

نثار اک تم پہ رحمت اے مرے احباب ذی رتبہ
تمہارے لطف و احساں کا ہے گنجینہ میرا سینہ

تمہیں معلوم ہے کل صبح صبحِ روزِ محشر ہے
تمہارا دشمنِ جاں شام کا یہ سارا لشکر ہے

یزیدی فوج کل ہم سب کو بےشک ذبح کر دے گی
ہماری بے کفن لاشوں سے میداں کو بھر دے گی

یزید شام میرے خون کا تنہا پیاسا ہے
حسینؑ اسکو یہ غم ہے مصطفؐا کا کیوں نواسا ہے

مری اک جان راہ حق میں گر تن سے نکل جائے
بلا آئی ہوئی سر سے تمہارے آج ٹل جائے

تمنا اے مرے ہمراہیو اں ہے یہ مرے دل کی
مری خاطر نہ تم پر زد پڑے فوج مقابل کی

کرو تم عیش مستقبل پہ اپنے غور اے لوگو ں
رفاقت ترک کر دو ہاں مری فی الفور اے لوگوں

خوشی سے میں اجازت دے رہا ہوں تمکو جانیکی
تمہیں دیگا ابد تک اس کے بدلہ میں خدا نیکی

جہاں جسکی خوشی ہو وہ مسرت سے وہاں جائے
اعزا کو مرے ہمراہ لے جو جہاں جائے

ابھی موقع ہے شب بھر کی ہے مہلت تمکو جانیکی
ہوا کچھ دیر میں کیا جانئے کیا ہو زمانے کی

خدا حافظ رفیقانِ سفر ہاں جلد تر جاؤ
بلا اندیشہ جانا ہے جدھر ہاں جلد تر جاؤ

معروضات رفقائے امام

ادھر سرکار والا جاہ کی تھی گفتگو جاری
اُدھر تھا دیدۂ اہل محبت سے لہو جاری

بھتیجے بھائی لڑکے اقربا احباب بیگانے
ہوئے جاتے تھے رشتے روتے فرطِ غم سے دیوانے

کہا اولاد مسلمؓ نے ادب سے اے شہہ والا
ہوئی دنیا ہماری بعد مسلمؓ کے تہ و بالا

دکھائے دن نہ وہ ہمکو خدا ہم بعد حضرت کے
رہیں زندہ جہاں میں اور دن دیکھیں مسرت کے

کہے گی کیا ہم ابنائے عقیل پاک کو دنیا
کہاں جا کر رہیں گے چھوڑ کر ہم آپ کو تنہا

کسی کو ہائے ہم کونین میں کیا منہ دکھائینگے
نہ جائینگے قدم پر آپکے سر کو کٹائیں گے

کہا سرکار والا جاہ نے اے آل مسلمؓ بس
ہو تم لاریب زندہ یادگار مسلمؓ بیکس

خدارا جاؤ تم جیتے رہو تم رہتی دنیا تک
ہو تم میرے جگر کا چین میری آنکھ کی ٹھنڈک

کہا ہر فرد نے بڑھ کر کہ ہم ہرگز نہ جائیں گے
بلائیں گے عدو کو خاک میں یا سر کٹائیں گے

حضرت مسلم بن عوسجہ خطیبِ کوفہ کی جوابی تقریر

خطیبِ کوفہ ابن عوسجہ مسلم اٹھے صف سے
پڑھیں کچھ آیتیں آغاز میں آیاتِ مصحف سے

نہایت جوش میں تقریر کی محفل کو گرمایا
شہادت کا مکمل فلسفہ لوگوں کو سمجھایا

کہا تخلیقِ انساں خود دلیلِ مرگِ انساں ہے
مدارِ زندگی یہ ہے جو پیدا ہے وہ پنہاں ہے

شرف بے وجہ مخلوقات پہ حاصل نہیں ہم کو
عبث یاں ہیں ہم جو احساسِ حق و باطل نہیں ہم کو

مٹانا چاہتا ہے حق کو باطل زور طاقت سے
ہمیں حق کی مدد کرنا ہے امکانی شجاعت سے

ہمارے ہاتھ میں جب تک سنانِ تیغ و خنجر ہیں
ہمارے سامنے باطل کے جب تک لاؤ لشکر ہیں

کریں گے تیر بارانی پرستانِ باطل پر
چلائیں گے سنان و تیغ افواجِ مقابل پر

جہاں تک دست و بازو کام دیں گے کام ہم لیں گے
نہ ہرگز اک قدم ہٹنے کا پیچھے نام ہم لیں گے

ہے اطمینان کامل ہم کو حاصل نصرتِ حق پر
نگاہیں ہیں یہاں ہماری لطفِ باری رحمتِ حق پر

ہے مرنا ہی مقدر گر تو پھر اس آن سے مریئے
عدو کو مار کر راہِ خدا میں شان سے مریئے

امام دوسرا کیا چھوڑ دیں تم کو اکیلا ہم
کریں منہ نیلے اربابِ وفا میں خود کو رسوا ہم

سمجھ کر آپ کو دشمن اکیلا حملہ آور ہوں
ہماری بزدلی کے تذکرے دنیا میں گھر گھر ہوں

بچا کر جان اپنی ہم تو میداں سے چلے جائیں
اکیلی جان پر سرکار کی دشمن ستم ڈھائیں

خدا شاہد ابھی ہم سرفروشوں میں وہ ہمت ہے
ہمارے جوش پر موقوف دشمن کی ہزیمت ہے

ابھی ہم نیزہ و تلوار اپنے پاس رکھتے ہیں
ابھی خودداری و غیرت کا ہم احساس رکھتے ہیں

نہ ہوں ہتھیار میدانِ وغا میں پاس گر اپنے
دکھائیں لشکرِ اشرار کو ہم یوں ہنر اپنے

کریں زخمی عدو کو خشت باری سنگباری سے
کسی صورت نہ جیتے جی رکیں میدان و وادی سے

دلائے آلِ زہرہؑ عینِ ایمان عینِ ملت ہے
رہیں سرکار شاہد ہم کو ارمانِ شہادت ہے

عجب تیور سے ابن عوسجہ تقریر کرتے تھے
نکل کر منہ سے فقرے قلب کو تسخیر کرتے تھے

ہوا اک جوش تازہ آپ کی تقریر سے پیدا — صدائے مرحبا تھی خنجر و شمشیر سے پیدا
اُٹھے غازی مجاہد تیغ بر کف یا علیؑ کہکر — کہا مرنے کو ہم حاضر ہیں اے لختِ دلِ حیدرؓ
دعا دی سرورِ دیں نے جزاک اللہ فرمایا — ہر اک خادم کو مشتاقِ شہادت بہ ملا پایا
چمک کر خود بخود تلوار جھومی ہر مجاہد کی
شجاعت نے زبانِ تیغ چومی ہر مجاہد کی

حضرت زینبؓ کا اضطراب

رفیقانِ سفر سے ہو کے رخصت سبطِ پیغمبر — ہوئے تشریف فرما خیمۂ پر نور کے اندر
گروہِ عترتِ اطہار کو عبرت بنا پایا — پریشاں زینبؓ خاتون کو سب سے سوا پایا
جو دیکھی زینبؑ معصوم نے سرکار کی صورت — بہے آنکھوں سے آنسو ابر گوہر بار کی صورت
دفورِ غم سے ہچکی بندھ گئی رو رو کے فرمایا — مرے بھائی مرے سر پر تھا اب تک آپ کا سایہ
بتاؤ تو یہاں کل کیا قیامت آنے والی ہے — ہماری دشمنِ جاں کیوں یہ فوج لا اُبالی ہے
مرے ماں جائے بھائی کل بتاؤ تم کہاں ہو گے — میں پہنچونگی وہاں کسطرح بھائی تم جہاں ہو گے
مری ماں فاطمہؓ نے جب بلکتا مجھکو چھوڑا تھا — مجھے کس چیز کا بازیچۂ ہستی میں توڑا تھا
مجھے گودوں میں آبا جان خوش ہو کر کھلاتے تھے — فرشتے خلد سے آکر مرا جھولا جھلاتے تھے
کہیں جاتے تھے باہر گر امیر المومنین گھر سے — حسنؓ تسکین دیتے تھے مجھے آ آ کے باہر سے
کبھی بھائی حسنؓ گر پیار سے مجھکو ڈراتے تھے — مرے نانا کے روضہ پر مجھے تم لیکے جاتے تھے
مصیبت ہائے مجھ پر کل یہ کیسی نے والی ہے — نہ میرا کوئی مونس ہے نہ میرا کوئی والی ہے
علیؑ و فاطمہؓ کی طرح مجھکو پالنے والے — مرے سر پر دفورِ غم میں چادر ڈالنے والے
نہ ہو گے تم تو کیا ہائے گذرے گی مرے دلبر — نہ دکھلائے خدا مجھکو کبھی یہ خونچکاں منظر
مری آنکھوں کے آگے جب نہ ہونگے قاسمؓ و اکبر — مدینے میں نہ رہ سکونگی ہائے غربت میں بھلا کیونکر

لٹے گا کاروانِ آلِ اطہر چند ساعت میں   بنی زادوں کا قتلِ عام ہوگا ہائے غربت میں
دکھا ہرگز نہ یہ دن زینبؓ معصوم کو یارب
بچا اشرار سے یا موت دے مظلوم کو یارب

نصیحت امام عترتِ اطہار کو

امام دوسرا نے بہن کو فرطِ محبت سے   کلیجہ سے لگایا اور فرمایا یہ شفقت سے
مری زینبؓ مری لختِ جگر یہ کیا ہوا تم کو   نہیں لا تقنطوا من رحمۃ اللہ یاد کیا تم کو
ہے اے نورِ نظر صبر و سکوں سادات کا جوہر   مصائب پر نہ ہونا چاہیئے قابو سے اون باہر
رہا ہے کون دنیا میں رہیگا کون دنیا میں   ہے تابِ دم زدن کسکو رضائے حق تعالیٰ میں
یقین جانو بجز ذاتِ الٰہی ہے جہانِ فانی   ہے کل من علیہا فان روشن نصِ قرآنی
رہیگی کل نہ یہ دنیا نہ یہ دنیا کی آرائش   کسے حاصل ہے اس رفنا میں حقِ آسائش
ہو تم چشم و چراغِ خاندانِ فاطمہؓ زہراؓ   نہیں اصلاً نہیں تم صبر کی نعمت سے بے بہرہ
خواتینِ جہاں میں سب سے افضل فاطمہؓ بی تھیں   ہماری والدہ لختِ جگر خیر الوریٰ کی تھیں
علی شیرِ خدا والد ہمارے سب سے بہتر تھے   امیر المومنین تھے فاتح احزاب خیبر تھے
ذرا سوچو تو نانا جان کی کیا شان شوکت تھی   قدم سے جن کے خاکِ ارضِ طیبہ عرش رفعت تھی
حسنؓ سا نیک خو احسن نہ تھا کوئی انسان دنیا میں   ملے گا کیا کسی کو ایسا بھائی جان دنیا میں
مری زینبؓ بتاؤ ہیں کہاں وہ صورتیں ساری   اب جا چکے اے بہن اب کل ہے مری باری
خدارا قلب کو مضبوط رکھنا صبر سے رہنا   مصائب جھیلنا صدمے اٹھانا رنج و غم سہنا
نہ ہرگز قتل پر میرے ذرا نوحہ گری کرنا   کبھی اصلاً نہ سینہ کوبی و جامہ دری کرنا
خدارا صبر اے روحِ روانِ خانداں کرنا
وفورِ غم میں شکرِ خالقِ کون و مکاں کرنا

تنظیمِ لشکر

تسلی دے کے مستورات والا قدر کو بڑھ کر
حجابِ خیمہ سے با دلِ شکستہ آ گئے باہر

بلایا ہاشمی جنگ آزمودہ نوجوانوں کو
رموزِ جنگ سمجھائے دلاور پہلوانوں کو

سیادت میمنہ کی دی زہیرِ پاکؓ طاہر کو
قیادت میسرہ کی دی حبیبؓ ابن مظاہر کو

عطا کی حضرتِ عباسؑ کو با شوکت و با فر
سپہ سالاریٔ لشکر علم برداریٔ لشکر

پیادوں اور سواروں کی صفیں باہم دگر کر کے
قطاریں خیموں کی نزدیک سے نزدیک تر کر کے

بنالیں گویا خیموں کی باہم وصل میداں میں
مسلسل خندقیں کھودی گئیں سطحِ بیاباں میں

بعجلت ہو چکی جس وقت یہ تکمیل و تیاری
ہوئیں آتش بداماں ہم کے دم میں خندقیں ساری

سوارانِ شہیدِ کربلا بتیس غازی تھے
پیادوں میں فقط چالیس کوفی و حجازی تھے

سوا اس فوج کے تعداد اہلبیتؑ دس کہیے
بالفاظِ دگر اللہ بس باقی ہوس کہیے

ادھر یہ مختصر منظم جانبازوں کا لشکر تھا
ادھر حدِ نظر تک فوجِ دشمن کا سمندر تھا

کیا تھا عمر ابن سعد نے یہ نظم لشکر کا
جدا تھا ہر پرے سالار ہر قبیلہ کا ایک افسر کا

بنایا میمنہ کا عمر ابن حجاج کو افسر
امیرِ میسرہ تھا شمر ذی الجوشن جفا پرور

تھا عزرہ ابن قیسِ احمسی قائد سواروں کا
تھا آمر شیث ابن ربعی پیادے پہرہ داروں کا

مدینہ والوں کا سردار عبداللہ ازدی تھا
سپاہ قیس بن اشعث میں ہر کندی ربیعی تھا

تھا مذحج کا قبیلہ عبدالرحمٰن کی قیادت میں
تمیمی اور ہمدانی تھے سب حرؓ کی قیادت میں

غلامِ عمر ابن سعد جو ایک شوخ دریدہ تھا
علمبردار تھا لشکر کا نام اس کا دریدہ تھا

فدائی افسرانِ جنگ کے صدہا سپاہی تھے
تھے جتنے سب کے سب مائل بذوقِ خیر خواہی تھے

شبِ عاشورہ

شبِ عاشورہ دشتِ کربلا کا تھا عجب منظر | یہاں تھے خیمہ زن دو سمت میں دو مختلف لشکر
لبِ نہرِ فرات افواجِ کوفہ خیمہ افگن تھیں | چٹانیں خشک ابنِ ساقیِ کوثر کا مسکن تھیں
مقابل تھا صفِ اسلام سے اشرار کا لشکر | اِدھر تھا نور کا لشکر اُدھر تھا نار کا لشکر
اِدھر تھی شام سے تا صبح نورِ قدس کی بارش | اُدھر تھی شامیوں پر ظلمتِ شب صرفِ آرائش
اِدھر خیموں پہ رحمت عرشِ اعظم سے برستی تھی | پرستارانِ دوزخ کی اُدھر آباد بستی تھی
چراغِ دشتِ ایمن تھا اِدھر صحرا کا ہر ذرہ | اُدھر دیتا تھا شیطاں ناریوں کو جنگ کا پہرہ
اِدھر کیفِ شہادت کی تھی ہر متقی پُرجوشی | اُدھر تھی شامیوں پر بادہ آشامی و مے نوشی
بلند اس سمت تھا خیموں میں شورِ اللہ اکبر کا | اُدھر ہنگامۂ حشر آفریں غوغا تھا لشکر کا
اِدھر ذوقِ رکوع و سجدہ و شورِ نوافل تھا | اُدھر بادہ مستیوں کی نیند تھی ہر شخص غافل تھا
اِدھر تقدیس و تسبیح و تلاوت اور عبادت تھی | اُدھر سر پر اجل آنکھوں میں تصویرِ ہزیمت تھی
اِدھر وہ اہلِ حق ہونے کے در پردہ بہانے تھے | اُدھر رقص آشنا چنگ و دف و نے کے ترانے تھے
فضاؤں میں اِدھر تھی گونج آیاتِ الٰہی کی | اُدھر تھی روح لرزاں خوفِ جاں سے ہر سپاہی کی
امامِ تشنہ کام اس سمت مصروفِ عبادت تھے | اُدھر سب افسرانِ جنگ صرفِ استراحت تھے
اِدھر ہر لحظہ ارمانِ شہادت میں ترقی تھی | اُدھر ساعت بہ ساعت خوابِ غفلت میں ترقی تھی
اِدھر جوشِ جہاد و حریت تھا ہر نفس تازہ | اُدھر تھا منتشر سرجوشیِ لشکر کا شیرازہ
اِدھر تھا بے نیازِ اسلحہ و آلات ہر غازی | اُدھر تھی مشقِ خنجر آزمائی نیمچہ بازی
اِدھر تسلیم و صبر و شکر سے معمور ہر سینہ | اُدھر تھے جوشن و خود و گرز و بکتر چار آئینہ
اِدھر تھا سلسلہ ورد و وظائف کا ابھی جاری | اُدھر ہونے لگی لشکر کشی کی خاص تیاری
اِدھر بہ شوق نے پڑھ کر اذاں ہی تو تڑکے | اُدھر شعلے افق پر دشمنی کی آگ کے بھڑکے

تیمم کرکے خیموں سے ادھر غازی نکل آئے — اُدھر میداں میں فسنتے فوج کے مثلِ اجل آئے
ستارے چھپتے جاتے تھے فلک کے جیبِ داماں میں — طلوعِ صبح کے آثار ظاہر تھے بیاباں میں
ہوئے فارغ نمازِ باجماعت سے شہِ والا — گلیمِ شب کو سورج نے نکل کر چاک کر ڈالا
بجا نقارہ طبلِ جنگ کی ہر جا صدا گونجی — ہراسِ جنگ نے امن و اماں کی لوٹ لی پونجی
بزن بگیر فتح کی آواز پیہم کان میں آئی — سواری عمر ابن سعد کی میدان میں آئی
رسالہ عمرو بن حجاج و فوجِ شمر ذی الجوشن — ہوئی دہنی طرف بائیں طرف آکر قیام افگن
سواروں کے رسالے پاپیادہ فوج کے دستے — پناہ و امن کے روکے ہوئے ہر سمت کے رستے
بڑھے میداں کی جانب شبث و عروہ کی قیادت میں — جنونِ جنگ ظاہر قیس سے تھا جوش و وحشت میں
صفیں آراستہ جب ہو گئیں افواجِ شامی کی — ہوئیں تلوار عریاں سرفروشانِ گرامی کی

رواں ہونے لگیں نہریں نئی خونِ شہیداں میں
ہوئی برپا قیامت کربلا کے ہر بیاباں میں

بریر بن خضیر و عمر ابن سعد کی ملاقات

بریر ابن خضیر پارسا مردِ خدا آگاہ — بزرگِ ملت و شیدائے فرزندِ رسول اللہ
بایمائے امامِ پاک لشکر سے جدا ہو کر — ملے میداں میں ابن سعد سے بدلے ہوئے تیور
سلام اہلانہ ابن سعد کو حضرت نے فرمایا — خلافِ اسلام کے یہ فعل سب نے آپ کا پایا
عمر نے رخ بدل کر ترکِ سنت کا سبب پوچھا — بریر آہستہ بولے اے عدوئے ملتِ بیضا
تجھے اسلام سے کیا کام مذہب سے علاقہ کیا — تجھے ہے دشمنی سبطِ پیمبر سے سگِ دنیا
فرات اک عام دریا اک رواں پانی کا چشمہ ہے — ہر اک ذی روح پانی بے تکلف اس کا پیتا ہے
مگر تو نے خلافِ ملتِ حق آلِ اطہر پر — کیا ہے تین دن سے بند پانی اے جفا پرور
کوئی انسان کسی انسان پہ ایسا ظلم کرتا ہے — ہے غرہ زر و زور کا یہ [illegible]

مسلماں خود کو تو کس منہ سے اے ظالم سمجھتا ہے — امام المسلمیں سے ابن زہراؓ سے اُلجھتا ہے
کہا شمر لعیں سے ابن سعد نے اے عابد و زاہد — مجھے رَے کی حکومت کا وہ سودا ہے خدا شاہد
ہزاروں بار نفرت نفس میں اپنے کرتا ہوں — عذابِ حشر سے نارِ سقر سے لاکھ ڈرتا ہوں
مگر ابن زیادِ قہرماں کا حکم پاتے ہی — بنا دیتی ہے لامذہب محبت مجھکو دنیا کی

خلافِ حکمِ عامل کچھ میں اصلا کر نہیں سکتا
انھیں آب غذا ہو بچاؤں ایسا کر نہیں سکتا

حضرت امامؑ کے ارشادات

امامِ دو سرا نورِ نگاہ فاطمہ زہراؓ — حسینؓ ابن علیؓ شاہِ شہیداں سیدِ والا
عمامہ صاحبِ معراج کا باندھے ہوئے سر پر — ہوئے خیمہ سے ہمراہِ دلیرانِ عرب باہر
زرہ حمزہؓ کی پہنی جسمِ اطہر پہ سرِ میداں — کیا ناقہ کو افواجِ عدو کے سامنے جولاں
قریبِ فوج آ کر فوج سے ارشاد فرمایا — مسلمانوں کہو ہے کون تم میں میرا ہمسایہ
بلند آواز میں اس زور سے تقریر فرمائی — سپاہِ شام پہ ہیبت شہ ذی جاہ کی چھائی
پس حمد و ثنا نعتِ رسولِ حق بجا لائے — حقوقِ عبدیت اللہ کے بندوں کو سمجھائے
کہا اے فوج والو میں جو کہتا ہوں سنو اسکو — نہیں ہے مدعا جو میں کہوں تم مان لو اسکو
مجھے اتمامِ حجت کیلئے کچھ تم سے کہنا ہے — کہ تبلیغ امورِ دینِ حق فرضِ کفایا ہے
اگر منظور احکامِ خدا کو کر لیا تم نے — نہ گر الزامِ جور و ظلم اپنے سر لیا تم نے
خدا شاہد جزائے اخروی کے مستحق تم ہو — عطائے کبریا لطفِ نبیؐ کے مستحق تم ہو
تمہارا دین ہے اسلام امت ہو محمدؐ کی — قیامت ہے اگر تم میں نہ الفت ہو محمدؐ کی
مرے نانا محمدؐ ہیں مری ماں فاطمہ زہراؓ — مرے بھائی حسنؓ ہیں راحتِ جاں میں حیدرؓ کا
بتاؤ تو پیمبرؐ کا نواسہ کیا نہیں ہوں میں — مظالم سے تمہارے بھوکا پیاسا کیا نہیں ہوں میں

خدارا سچ کہو میں نے تمہاری کیا خطا کی ہے
کبھی سختی کسی پر یا کبھی تم پر جفا کی ہے

کسی کو کر دیا ہے ذبح تم میں سے کبھی میں نے
کبھی کی ہے تمہاری اپنے منہ سے بدی میں نے

کسی کی سلطنت چھینی کسی کا ملک چھینا ہے
تصرف میں مرے دولت کسی کی یا خزینہ ہے

عزیز من یہاں لشکر کشی کر کے نہیں آیا
بلایا تم نے خط لکھکر تو مغموم و حزیں آیا

کسی کا کیا چاہیئے ہے سچ کہو کیا خوں بہا مجھ پر
نہیں کچھ بھی تو پھر جور و جفا ہے کیوں روا مجھ پر

کیا ہو ارتکاب جرم اے لوگو اگر میں نے
نہ کی ہو خدمت دین نبی گر عمر بھر میں نے

مجھے تعزیر دو وقف ورد مجلس مجھے کر دو
وگرنہ جانب ارض حرم واپس مجھے کر دو

بلا جرم و خطا کیوں قتل پر تم میرے مائل ہو
زمانہ کیا کہے گا تم کو کیسے بد خصائل ہو

امام پاک کی تھی پر اثر یہ گفتگو ساری
ہوئی ٹھنڈی یکایک آتش جور عدو ساری

عجب سکتہ کا عالم چھا گیا افواج و لشکر پر
ہوئے مبہوت و صرف خامشی بیداد کے خوگر

جواب اصلا کسی کو اس بیاں کا جب نہیں آیا
تو پھر قیس و حجاز و زید سے حضرت نے فرمایا

بتاؤ سچ نہ لکھے تم نے خط کیا دوستو مجھکو
بلایا بھیج کر قاصد کیا اے کوفیو مجھکو

ہوئے کاتب سب خط بھیجنے سے صاف انکاری
نظر آئیں جو تحریریں حقیقت کھل گئی ساری

کہا بے غیرتی سے قیس بن اشعث نے شرما کر
اطاعت کیوں نہیں کرتے عبید اللہ کی سرور

یہ فقرہ سن کے چہرے پر شہ دیں کے جلال آیا
کمینوں کی بد اخلاقی کا رہ رہ کے خیال آیا

نگاہ غیض ڈالی قیس پر غصہ سے فرمایا
کروں میں ملحد بے دیں کی طاعت اے فرومایا

گوارا فاسق و فاجر کی طاعت کی نہیں جاتی
اہانت ملت اسلام کی دیکھی نہیں جاتی

مری یہ التجا ہے بندگان کبریا سب سے
اماں میں چاہتا ہوں اپنے رب آپ کے رب سے

مکمل وعظ اک عنوان تھا رشد و ہدایت کا
کیا حق آپ نے پورا ادا اتمام حجت کا

تقریر زہیرؓ

زہیرؓ باوجاہت نے کیا ہمیز مرکب کو
بذوق سرفروشی بڑھ کے آگے دی ندا سب کو

مسلمانوں یہ کیا آفت ہے کیا شورش مچائی ہے
مسلماں با مسلماں صرف خنجر آزمائی ہے

تمہاری مذہبیت سلب تم سے ہو گئی شاید
خدا کے دین کی عظمت نہیں تم میں رہی شاید

ابھی موقع ہے بیٹھو سوچ لو باہم گر مل کر
کرو صلح و امن اے اہل وطن یہ جنگ سے بہتر

حسینؓ ابن علی اب بھی ہیں تم سے امن کے طالب
مگر تم پر فساد و کشت و خوں کا ہے جنوں غالب

تمہیں ابن زیاد بد نہاد و خبث طینت نے
شقی ابن شقی گم کردہ راہ دین و ملت نے

صراط حق رہِ مذہب سے بہکا دیا بیشک
ہے عقبیٰ میں تمہارا گھر مقام ہاویہ بیشک

عبید اللہ ظالم پر کرو لعنت بچو اس سے
فلانی بن کے فرزند ہمیشہ لڑو اس سے

کرے گا قتل ہانی و حجر رسوا تمہیں عامل
مآل کار اے لوگو دغا دے گا تمہیں عامل

زہیر شیر دل کی سن کے یہ خاطر شکن باتیں
سنائیں کوفیوں نے بھی بڑھ کر خوب صلواتیں

کماں سے تیر چھوڑا شمر ذی الجوشن نے جھلا کر
کہا منہ بند کر اے قین کے بیٹے جفا پرور

زہیرؓ آگے بڑھے اور شمر سے غصہ میں فرمایا
کہ اے گستاخ تو ہے اک سگ [illegible] پایا

تجھے کیا دین سے مطلب ہے دوزخ ٹھکانہ ہے
مآل بد سے تیرے باخبر سارا زمانہ ہے

بڑھی جب بات دونوں سمت کے خنجر نکل آئے
صفوں میں برہمی پیدا ہوئی لشکر نکل آئے

زہیرؓ پاک کو آواز دی شاہ شہیداں نے
بلایا شمر کو لشکر کے امیر مصلحت داں نے

مقابل فوج کے جب فوج خوں آشام آتی ہے
زبانی گفتگو وقت دغا کب کام آتی ہے

آغاز جنگ

بڑھایا عمر ابن سعد نے میدان میں گھوڑا
کماں سے تیر کو سوئے شہید کربلا چھوڑا

کہا لوگو تمہیں اس بات کا شاہد بناتا ہوں ۔ کہ میں ہی تیر پہلے ابن حیدرؑ پر چلاتا ہوں
امیرِ فوج کو دیکھا جو مصروفِ تیراتی ۔ سپاہِ شام نے اک بار کر دی تیر بارانی
کیا اشرار نے خواہانِ امن و صلح پر حملہ ۔ ہوا مظلوم پر ظالم کا سب سے پیشتر حملہ
یسار و سالم از عمر فوجِ شام سے نکلے ۔ کہا لڑنے کو کوئی لشکرِ اسلام سے نکلے
انہیں دیکھا تو ان کے دیکھنے والوں نے پہچانا ۔ کہ ہیں دونوں غلامانِ زیاد و ابن مرجانا
اجازت لیکے عبداللہ کلبی آئے میداں میں ۔ فضائے آسماں سے بجلیاں کوندیں بیاباں میں
کہا سالم نے کیا نام و نشانِ خانداں کیا ہے ۔ نہیں کیا تم میں کوئی باوجاہت نوجواں کیا ہے
یہ بہتر تھا کہ مرنے کو نہ تم اے بدنصیب آتے ۔ سرِ میداں نہ بُریرؓ آتے، بریرؓ آتے حبیبؓ آتے
کہا سالم سے عبداللہ نے خاموش بے غیرت ۔ غلاموں پر اٹھاتا ہاتھ ہے اشراف کی ذلت
یسار آگے کو جھپٹا لیکے خنجر ہاتھ میں ان سے ۔ مگر اک وار ہی غازی کے سر کٹ کر گرا تن سے
ادھر تلوار پر تلوار برسانے لگا سالم ۔ بچا کر آنکھ وار اک ہاتھ پر کر ہی گیا ظالم
گریں غازی کے دستِ چپ کی دو اک انگلیاں کٹ کر ۔ مگر حملہ مجاہد نے کیا سالم پہ وہ ڈٹ کر
اٹھایا ہاتھ جب تلوار سر سے تا کمر پہنچی ۔ ہوا فی النار سالم روحِ ناری تا سقر پہنچی

سپاہِ میمنہ نے حکمِ ابن سعد سے بڑھ کر
کیا تیغ و سناں سے حملہ عبداللہ کلبی پر

امِ وہب کا جوشِ جہاد

بروقتِ جنگ امِ وہب عبداللہ کی بی بی ۔ سرِ میداں چلی آئیں مدد کو اپنے شوہر کی
عجب جوشِ جہاد و جذبِ شوقِ شہادت تھا ۔ کہ مستورات کو بھی عرصۂ پیکار رغبت تھا
کہا شوہر نے لوٹ جا اے بانوئے باعزت ۔ ہو کیوں لڑنے جنگ آزما تم ہے مری ذلت
شہِ دیں نے بھی امِ وہب کو شفقت سے سمجھایا ۔ سنایا حکمِ قرآں جنگ کے میداں سے لوٹایا

بڑھا جوشِ شجاعت قلبِ عبداللہ غازی میں — رہا مصروف یہ جانباز پیہم ترکتازی میں
بہت سے کوفیوں کو شامیوں کو جان سے مارا — پھرے منہ دشمنوں کے جنگ سے اس شان سے مارا

رضائے حق میں کھا کر زخم دل پر صابر و شاکر
شہید فی سبیل اللہ عبداللہؓ ہوئے آخر

آثارِ دعائے امام

ہنوز اس جنگِ مغلوبہ کا تھا کچھ سلسلہ جاری — صفِ مسلم میں آیا ابن جوزہ مردکِ ناری
کہا لوگو کہیں تم میں حسینؑ ابن علیؑ بھی ہیں — حصارِ نار کے قیدی جناں کے متمنی بھی ہیں
جواب اصلاً نہ اس ہرزہ سرائی کا ملا اس کو — رہا مسلم کے اخلاق و مروت کا گلا اس کو
سمجھ کر ابن جوزہ کو کسی غازی نے دیوانا — کہا وہ سامنے ہیں سرورِ دیں اس طرف جانا
یہ ناری خدمتِ والا میں آ کر یہ ملا بولا — خدا نے زندگی میں تجھ پہ ہے دوزخ کا در کھولا
ہوئے سرکار محزوں کی دعائے حضرتِ باری — نواسہ کو ترے محبوب کے کہتا ہے یہ ناری
یکایک آگ کا شعلہ اٹھا ریگِ بیاباں سے — فرس بھڑکا گرا اک بار لے ساز و ساماں سے
رکاب اک پیر کی ٹوٹی رکاب اک پیر میں الجھی — زمیں پہ سر تھا لیکن ساقِ پا مرکب سے تھی اونچی
دولتی جھاڑ کر بھاگا جو گھوڑا وسطِ لشکر سے — جدا تھا سر سے بھیجا سر جدا تھا جسم خود سر سے
دعائے پُر اثر میں کس قدر رنگِ اثر ضم تھا — کہ ناری دم زدن میں کندۂ نارِ جہنم تھا
رفیق ابن جوزہ حضرمی مسروق بن وائل — ہوا ایسا دعائے سرورِ دیں پناہ کا قائل
بغیرِ جنگ بھاگا کہہ کے یہ مسروق بیدل سے — نہیں لڑنا مناسب خاندانِ شاہِ مرداں سے

دکھا دی شانِ تسلیم و رضا پھنس کر بلاؤں میں
اجابت کا اثر تھا آئینہ ورنہ دعاؤں میں

حضرت بریر کی شہادت

یزید ابن معقل پہنچا للکارتا آیا
بریر ابن حضیر سید القراء کو بلوایا

یزید آپے سے باہر تھا کہا کبر و رعونت سے
بریر احوال اپنا تو نے دیکھا چشم عبرت سے

بریر نیک دل بولے خدا کا لاکھ احساں ہے
ہمارا حال اچھا ہے عدو دین و ایماں ہے

یزید تند خو بولا کہ تو کاذب ہے جھوٹا ہے
ہمیں مغلوب اپنے آپ کو غالب بتاتا ہے

یہ کہکر کھینچ لی تلوار غازی کی طرف جھپٹا
مگر اسکا بھی غازی نے بہت ڈانٹا بہت ڈپٹا

بجائے تیغ کے نیزہ لیا ابن معقل نے
بریر پاک بھی خنجر بکف آگے لگے چلنے

کہا اللہ اکبر تیغ چھوڑی سر پہ موذی کے
گئے اک وار میں سر اور خود سر کے دو ٹکڑے

رضی فرزند منقذ نے کیا پہلو سے وار آکر
مگر غازی نے دے مارا زمین پر اسکو ٹکرا کر

ارادہ تھا کہ خنجر سے رضی کا چیر دیں سینہ
کہ آکر کعب بن جابر نے پیچھے سے بصد کینہ

کیا پشت بریر پاک دل پر وار نیزہ کا
غضب تھا جانستاں زخم جگر افگار نیزہ کا

بریر اٹھنے نہ پائے تھے کہ فوراً کعب نے بڑھکر
چلایا نیزہ دستی سے گلوئے ناز پر خنجر

رہی قائم نہ یہ زور آزمائی چند ساعت بھی
ہوئے واصل بحق آخر بریر پاک طینت بھی

ملامت کعب پر کی کعب کی بی بی نے جھلا کر
کہا میں عمر بھر تجھ سے نہ اب بولوں گی غارتگر

کیا دھوکہ سے تو نے قتل اک غازی مجاہد کو
کہاں اب پائینگے ہم ایسے عابد ایسے زاہد کو

شہادت عمرو بن قرظہ

عمرو بن قرظہ انصاری صف اسلام سے بڑھکر
گرے خنجر بکف فوج عدو پر دین ملت پر

بہت بے دین مارے نیزہ و شمشیر کی زد سے
شہید آخر ہوئے تو بھی عدو کے تیر کی زد سے

برادر ابن قرظہ کا جو تھا اشرار میں شامل   بڑھا لڑنے کو اہلبیت سے باجذبۂ کامل

کیا نافع مرادی نے اُسے تلوار سے زخمی   مگر ہمراہیوں نے اسکے آگے بڑھ کے یورش کی

اُٹھا کر لے گئے مجروح کو فی الفور میداں سے

بسر کرنا تھی کچھ دن زندگی اندوہ و حرماں سے

مکالمہ حُر اور ابن سعد

کھڑا تھا قلب میں لشکر کے ابن سعد گھبرایا   سوار اک سمت سے گھوڑے پہ حُر ابن یزید آیا

پریشانی میں ابن سعد بولا حُر سے اے بھائی   ہے بزدل فوج کے باعث ہماری کیسی رسوائی

خدا جانے مسلمانوں کی قوت کیسی قوت ہے   اُدھر زور یداللّٰہی اِدھر پیہم ہزیمت ہے

ہماری فوج ہمت باختہ لڑنے سے عاری ہے   ہر اک شہ زور مسلم الیقیں سو سو پہ بھاری ہے

اُدھر کے چند اِس جانب کے صدہا مر چکے فوجی   شروع جنگ سے ہے پست ہمت سارے لشکر کی

بُلاتا ہوں غرض جس سردار کو وہ جی چراتا ہے   غرض یہ ہے کہ لڑنے سے ہر اک دامن بچاتا ہے

پس اے حُرِ دلاور آج تم کچھ کام کر جاؤ   ہزیمت لشکر اسلام کو دو نام کر جاؤ

کہا حُر نے کہ ابن سعد دنیا تجھ پہ غالب ہے   تجھے رے کی حکومت چاہیے تو رے کا طالب ہے

مسلماں ہو کے تو یہ ہم لڑیں سبطِ پیمبر سے   ہے بہتر یہ کہ سر خود کاٹ لیں شمشیر و خنجر سے

ہمارے ہاتھ شل ہو جائیں کاش اس روز سے پہلے   لڑیں ہم اپنے سلطان جہاں افروز سے پہلے

حسینؑ ابن علیؑ کی کونسی درخواست بیجا ہے   اماں دینے میں انکو سلطنت کا کیا بگڑتا ہے

بیانِ حُر پہ ابن سعد بولا آہ کیا کہیئے   کسی سے قصۂ جورِ عبید اللہ کیا کہیئے

وہ ظالم فیصلہ کی بات سنتا ہی نہیں کوئی

نہیں نزدیک اسکے وقعتِ احکامِ دیں کوئی

حُر خدمت امامؑ میں

سُنا جب حُر نے یہ آہستہ آہستہ وہ پیچھے آگئے
عقب میں آپکے کچھ فوج کے جاسوس بھی بھاگے

ابھی تک فوج کو دھوکہ تھا یہ لڑنے کو جاتے ہیں
کہا اک شخص نے تیور نظر کچھ اور آتے ہیں

کہا اک مردِ واقف کار نے حُر سے کہ اے ہمدم
کبھی دیکھا نہ ہم نے آپکا میداں میں یہ عالم

قدم کیوں سست پڑتے ہیں طبیعت مضمحل کیوں ہے
پریشانی کا ہے اظہار کیوں افسردہ دل کیوں ہے

قدم میں کس لئے لغزش ہے کیوں حس تغیر ہے
لرزتا ہے بدن کیوں کیا تردد کیا تفکر ہے

کہا حُر نے نہیں لرزاں ہوں میں اغلاط حالت میں
قدم کو تولتا ہوں آج میزانِ عدالت میں

مرے زیرِ قدم اس وقت ہیں دوزخ بھی جنت بھی
ہے میرے سامنے فرمانِ حاکم حکمِ ملت بھی

نہیں پروا مجھے دنیا کی اور احکامِ دنیا کی
براہِ راست منزل میں نے پالی آج عقبیٰ کی

یکایک تیز گھوڑا کر دیا حُرِ دلاور نے
مبارکباد دی بختِ رسا اوجِ مقدر نے

ادب سے جا امامِ دوسرا کے سامنے آئے
خطاہائے گذشتہ پر ہوئے محجوب شرمائے

گذارش کی کہ اے سبطِ پیمبر ہادیٔ کامل
ہیں کیا پچھلے جرائم میرے سارے عفو کے قابل

یہ فتنے دیدہ و دانستہ میں نے ہی اٹھائے ہیں
مرے باعث ہی دشتِ کربلا میں آپ آئے ہیں

میں اپنی معصیت کوشی پہ نادم ہوں پشیماں ہوں
خطا بخشی کا طالب مژدۂ بخشش کا خواہاں ہوں

امامِ پاک نے حُر کو دعائیں دیں تسلی دی
کہا توبہ خدا مقبول فرماتا ہے بندوں کی

بصد آداب حُر نے عرض کی اے قبلۂ عالم
نویدِ عفو سنکر ہے یہ میرا عزم مستحکم

اجازت ہو مجھے میداں میں جا کر جنگ کرنے کی
جوانانِ سپاہِ شام کو چو رنگ کرنے کی

باخلاقِ تواضع حُر سے حضرت نے یہ فرمایا
اسے اذنِ دغا ہو جو بطورِ میہماں آیا

کہا ہر لمحہ اے سرکار مجھپر زیست بھاری ہے
شہادت کیلئے بیتاب وقتِ جاں نثاری ہے

خدا جس کا بنے ہادی ہدایت اسکو ملتی ہے
خدا جسکو سعادت دے سعادت اسکو ملتی ہے

حُر عرصہ گاہِ جنگ میں

اجازت لیکے حُر میدان میں شیرانہ وار آیا
سپاہ کوفہ سے لڑنے کو کوئی شہسوار آیا

شجاعت حُر کی پہچانی ہوئی تھی دیکھی بھالی تھی
پیامِ مرگ اس کے ہاتھ میں تیغ ہلالی تھی

کوئی سردار تنہا حُر سے لڑنے پر نہ تھا مائل
سپہ سالار نے یلغار پر سب کو کیا مائل

علم تلوار کی حُر نے لیا اک ہاتھ میں نیزہ
جو آیا زد پہ بس کر بارِ خنجر سے ہوا ریزہ

کبھی تلوار برق آسا کسی جانب چمکتی تھی
کبھی برچھی مخالف کو اجل کی طرح تکتی تھی

صفیں تھیں درہم و برہم سراسیمہ تھا سب لشکر
ادھر کشتہ ہوا کوئی ادھر کوئی گرا کٹ کر

ہوئی ناکام یورش یہ سپاہِ بے سروپا کی
نہ آئی کام دشمن کی سبکدستی و چالا کی

یزید ابن ابی سفیاں بڑھا اعدا کے لشکر سے
ہوا فی النار لیکن دم زدن میں حُر کے خنجر سے

مزاحم بن حریث آیا اُٹھائے ہاتھ میں جھنڈا
مگر نافع ہلالی نے کیا اس کو وہیں ٹھنڈا

عمرو بن حجاج کی رجز خوانی

پکارا عمرو بن حجاج نے اے لشکرِ شامی
سرِ میداں غلط ہے جوشِ یاس خوفِ ناکامی

تمہیں اے کوفیوں اے شامیوں کس بات کا ڈر ہے
مقابل جو تمہارے کیا کوئی شیروں کا لشکر ہے

ہو تم بھی آدمی ہاں آدمی ہیں یہ مسلماں بھی
نہ ہے ان پہ ساز و ساماں ہے تمہارے پاس ساماں بھی

وہ ہیں تعداد میں اس درجہ کم گر دل کڑا ہو تم
تو اک اک کنکری ہے خاک میں ان کو چھپا دو تم

مسلماں ہیں امیرِ شام کی طاعت سے انکاری
نہ اُن میں دیں ہے باقی نہ ان میں جوشِ دینداری

مخالف جو خلافت کا ہے اس کا قتل واجب ہے
تساہل کیوں ہے دشمن کو مٹا دینا مناسب ہے

نہیں خطرہ کوئی اصلا عدو کے فتنہ و شر کا
مٹا دو خلق سے نام و نشاں اولادِ حیدرؓ کا

بڑھوا کے شہسواروں ناتوانوں کو سزا دیدو
بغاوت کی حرم کے بیبیاں کو سزا دیدو

جوابِ امامؑ

کہا حضرت نے سن کر عمرو بن حجاج کا خطبہ
کہ اے بیگانۂ دیں نامسلماں مرد کم رتبہ
مجھے کہتا ہے تو باغی مجھے بیدیں بتاتا ہے
خدا نا آشنا ایماں کو میرے آزماتا ہے
امیرِ شام تو کہتا ہے جسکو اے جفا پیشہ
امارت سے ہے اسکی ملت برحق کو اندیشہ
وہ ہے بیدین ناواقف ہے احکام شریعت سے
نہیں اسکو غرض اصلا وقارِ دین و ملت سے

خیمہ ہائے اہل بیت پر یورش

امام پاک کو جب عمرو بن حجاج نے دیکھا
تو فوراً سامنے سے دوسری جانب کو رخ پلٹا
سواروں کو اشارہ کر دیا ظالم نے حملے کا
کیا رخ لشکرِ خونخوار نے فی الفور خیمے کا

مسلمِ ابن عوسجہ کی شہادت

اُدھر سے مسلمؓ ابن عوسجہ نے یا علیؑ کہہ کر
دیا گھوڑے کو کاوا اور سنبھالا ہاتھ میں خنجر
یہ مسلم خیمہ ہائے آلِ اطہر کے محافظ تھے
امامِ مسجدِ کوفہ تھے خوش تقریر و اعظ تھے
زمن بیکار لیکن مردِ میداں شیر غراں تھے
عجب ہی حوصلہ تھے قوت بازو پہ نازاں تھے
اُدھر سے پانچسو افراد کی یورش تھی خیمہ پر
ادھر تنہا تھے یہ جنگ آزما حق کے بھروسہ پر
عجب دم خم سے کی تیغ افگنی مرد دلاور نے
کہ چھوڑا جنگ سے جی ڈر کے مارے فوجِ خود سر نے
جدھر خنجر چلاتے تھے ادھر سر کٹ کے گرتے تھے
کبھی گردن سے سر الگ کبھی مرکب سے گر مرتے
عیالِ شاہ زور بیؑ مسلم کے میداں میں ہوئے جوہر
یکایک عمرو بن حجاج کا پسپا ہوا لشکر

اُدھر بھاگے ہزیمت خوردہ غارت گر نئے ڈھب سے
ادھر مسلم گرے کمزور ہو کر پشتِ مرکب سے

زمینِ پرمشقت زیں سے آپ جب ہو کر جدا آئے
سرِ بالینِ مسلم خود امام دوسرا آئے

تھے مسلم جاں بلب بجید لہو زخموں سے جاری تھا
بدن سب صورت غربال تھا ہر زخم کاری تھا

حبیب ابن مظاہر بھی قریب شاہِ دیں پہونچے
زیارت کو شہیدِ ملت حق کے قریں پہونچے

کہا حضرت نے رہنا اے حبیب باصفا شاہد
جناں کی اُن کو دیتا ہے خبر یہ بندۂ واحد

رکھا ابنِ مظاہر نے سر مسلم کو زانوں پر
بشارت خلد کی دی آپ کو منجانبِ سرور

سنا جنت کا مژدہ آنکھ کھولی ہنس کے مسلم نے
اشاروں ہی کہا از خود حبیبؓ ابن مظاہر سے

امام دوسرا کا حق جہاں تک ہو ادا کرنا
سپاہِ شام سے لڑ کر خدا کی راہ میں مرنا

یہ کہہ کر ہو گئے تشنہ دہن واصل بحق مسلمؒ
غرض صبر و سکوں کا دے گئے سب کو سبق مسلم

شہادت پائی آخر سر فروشِ دین و ملت نے
نویدِ مغفرت مسلم کو دی حورانِ جنت نے

پہلا حملہ شمر ذی الجوشن کا خیمۂ اہلبیت پر

بن حجاج کا میداں سے جب پسپا ہوا لشکر
بڑھا خود میمنہ سے شمر ذی الجوشن جفا پرور

سپاہِ خاص کو اپنی دیا یہ حکم برجستہ
کرے حملہ امام پاک پر مل کے ہر دستہ

ادھر سے بھی مجاہد نیزہ بر کف بڑھے آگے
جواب ایسا دیا منہ توڑ دشمن خوف سے بھاگے

سوارانِ مجاہد گرچہ اب بتیس سے کم تھے
مگر افواجِ باطل کی نظر میں شکل ضیغم تھے

یہ ڈٹ کر جس طرف کرتے تھے حملہ فوجِ دشمن پر
مقابل میں ٹہرتا تھا کوئی دستہ کوئی لشکر

کد و کاوش بہت کی شمر نے لیکن نہ کام آئی
مآل کار پیچھے کو الٹ کر فوجِ شام آئی

دوسرا حملہ خیمۂ اطہر پر

جو دیکھا عزرہ ابن قیس نے افواج کا نقشہ — سرِ میداں سپہ سالار سے کہلا کے یہ بھیجا
سواروں میں ہے پیدا بے دمی لڑنے سے بدل ہیں — ہزاروں انمیں زخمی ہیں ہزاروں انمیں گھائل ہیں
پیادے اور تیر انداز فوراً بھیجے آگے — سپاہِ تازہ دم سے فتنۂ خوابیدہ تا جاگے
دیا یہ حکم ابن سعد نے شیث ربعی کو — گروہ فی الفور تیر انداز لیکر حملہ آور ہو
کیا انکار لیکن جنگ سے ابن ربعی نے — گوارا تیر بارانی نہ کی سفاک کے جی نے
حصین ابن نمیرِ تند خو حاکم کے ایما سے — پیادے پانچ سو ناوک فگن لیکر بڑھا آگے
کماں بر دوش تیر انداز یہ آگے کو بڑھ آئے — بہت نزدیک سے پیہم انھوں نے تیر برسائے
ہلاک اکثر ہوئے گھوڑے جوانانِ حجازی کے — مگر دم خم رہے قائم وہی ہر ایک غازی کے
اسی حملہ میں گھوڑا حضرت حر کا بھی کام آیا — گروہِ اشقیا تا سرحدِ فوجِ امام آیا
محافظ خیمہ ہائے پاک کے جو چار غازی تھے — نہایت شد و مد سے مائل صد ترکتازی تھے
لڑائی میں اگرچہ تھی بہت تیزی بہت سختی — نہ تھی جرأت عدو کو تا حدِ خیمہ پہنچنے کی

رہا یہ جور و استبداد بھی ناکام دشمن کا
ہوا یہ خونچکاں حملہ شکست انجام دشمن کا

تیسرا حملہ ابن سعد کا خیمۂ اطہر پر

رئی جب سعی تیر اندازی و ناوک زنی باطل — تو ابن سعد نے کی اور اک تدبیر لاحاصل
ہا لے فوج والو تم اگر لڑنے سے عاری ہو — یہ بہتر ہے کہ دور سے خیموں پہ فوراً شعلہ باری ہو
ی آتش فشانی پر سپاہِ ناریاں مائل — مگر ان دوزخیوں کے ہوئے اصلاً نہ ٹھنڈے دل
م پاک نے نادیدنی یہ رنگ جب دیکھا — پس خیمہ ہجومِ شعلہ ہائے جنگ جب دیکھا

کہا اے عمر اے بزدل یہ کیا ہنگامہ و شر ہے ۔ ہے مردوں سے گریزاں عمر تو پھر حملہ آور ہے
نہیں تجھ میں وہ فطری جوش جو ہوتا ہے انساں میں ۔ شجاعانِ عرب کی ناک کٹواتا ہے میداں میں
سپاہ شام میں لڑنے کی ہمت گر نہیں باقی ۔ تجھے احساسِ خودداری و غیرت گر نہیں باقی
تو پھر کس منہ سے لڑنے کیلئے میداں میں آتا ہے ۔ سپہ سالار اے بزدل تجھے کس نے بنایا ہے
ہزاروں بل کے چند افراد سے تم لڑ نہیں سکتے ۔ قدم مردوں کی جانب کیوں تمہارے بڑھ نہیں سکتے
ہوا خاموش ابن سعد فرطِ شرم و غیرت سے ۔ جواب اصلاً نہ بن آیا کوئی پاسِ ندامت سے

چوتھا حملہ شمر کا خیمۂ اطہر پر

مگر شمرِ لعیں ہرگز شرارت سے نہ باز آیا ۔ شرر بر کف قریبِ خیمۂ شاہ حجاز آیا
قسم کھائی کہا ظالم نے خیمہ کو جلا دوں گا ۔ نشانِ اہلبیتِ پاک دنیا سے مٹا دوں گا
امامِ پاک نے اس کی طرف پھیرا رخِ روشن ۔ رہا قائم مگر اپنی ہی ضد پر شمر ذی الجوشن
حمید و شیث سردارانِ کوفہ نے بھی سمجھایا ۔ مگر شمرِ لعیں آتش فشانی سے نہ باز آیا
زہیر تیغ بر کف ساتھ لے کر دس جوانوں کو ۔ بڑھے خیمہ کی جانب روکنے ان سخت جانوں کو
کیا حملہ سپاہِ شمر پہ اس تیز دستی سے ۔ مٹایا بے شمار اشرار کو دم بھر میں ہستی سے
ابو عزہ ضبابی شمر کی افواج کا افسر ۔ ہوا فی النار ابن قین کی زد کا مزہ چکھ کر
ہزیمت خوردہ شمرِ بے حیا میداں سے بھاگا
یہ شیطانِ مجسم سایۂ رحمٰن سے بھاگا

ابتدائے جنگ کا پیام اور نماز جمعہ کا اہتمام

سحر سے تھا ابھی تک سلسلہ جاری لڑائی کا ۔ نتیجہ تھا ابھی مستور خنجر آزمائی کا
سپاہِ شام میں بیحد وبے پایاں سپاہی تھے ۔ اجل کے ہاتھ میں تھے تابع احکامِ شاہی تھے

کمی دشمنِ دیں کے مرنے سے ان میں کچھ نہ آئی تھی
جو مرجاتا تھا اس کی لاش گنتی میں نہ جاتی تھی

مگر ہمراہیانِ شاہِ والا کی شہادت سے
تھا لشکر دم بدم ہمدوشِ کمزوری قلت سے

اسی دوران میں دن ڈھل گیا وقتِ زوال آیا
نمازِ ظہر پڑھنے کا شہِ دیں کو خیال آیا

ادب سے پھر ثمامہ صائدی نے یہ گزارش کی
نمازِ با جماعت ہو اور امید اس میں خواہش کی

نہ ہے جوشِ ادائے فرض و شوقِ اتباعِ حق
نہ تھا خوفِ عدو خوفِ ہلاکت قلب پر مطلق

ثمامہ نے کہا سرکار مصروفِ عبادت ہوں
فدا کارانِ ملت ہم نگہبانِ جماعت ہوں

نہ ہو وقتِ قضا فرضِ خدا ہرگز قضا شاہا
ادا ہو فرض بھی وقتِ شہادت یہ ادا شاہا

شہادت حبیب ابن مظاہر

ثمامہ کو دعا دے کر شہِ والا نے فرمایا
سحابِ رحمتِ حق کا تیرے سر پر ہے سایا

کہو شمرِ لعیں سے وہ بھی ہم آہنگ ہو جائے
برائے چند ساعت التوائے جنگ ہو جائے

نمازِ جمعہ کا پیغام جب اشرار کو پہنچا
حصین ابن نمیر بدخصائل طنز سے بولا

نماز اصلاً نہ یہ مقبول ہوگی حضرتِ حق میں
کہ شامل ہی نہیں ہیں یہ نمازی آلِ حق میں

حبیب ابن مظاہر نے سنا جس وقت یہ فقرہ
حصینِ کفر باطن سے کہا غصے میں برجستہ

غلط ہے اے سگِ دنیا یہ تیرا طعنہ بے جا
سلیقہ بات کرنے کا تجھے اب تک نہیں آیا

نمازِ دشمنانِ دیں تو ہو مقبول اے غافل
نمازِ سبطِ زہرا کو قبولیت نہ ہو حاصل

حصین ابن نمیر اس بات سے غصہ میں جھلایا
اٹھایا نیزہ کھینچا تیغ کو گھوڑے کو دوڑایا

حبیب ابن مظاہر نے بھی کھینچا خونچکاں خنجر
کیا حملہ سرِ میداں حصینِ کینہ پرور پر

ہوا گھوڑا الف ٹانگیں کٹیں سر پر پڑا خنجر
حصین اوندھا گرا تھرایا دم بھر تڑپ کر

سرِ اسپِ حصیں میں تیغ تھی پیوست غازی کی
نہ آنے پائی تھی نوبت ابھی تک نیزہ بازی کی

سپاہِ شام نے یلغار کر دی دفعتاً مل کر
حصینِ بے حیا نے خاکِ ذلت سے اُٹھایا سر

حبیب اللہ اکبر کہہ کے سوئے فوجِ شام آئے
تمیمی فوج کے اکثر سپاہی رن میں کام آئے

بدیل ابن صریم جنگجو آیا مقابل میں
حبیبِ پاک کے حملہ سے تھا خائف مگر دل میں

سنبھلنے بھی نہ پایا تھا سرِ میدان یہ ناری
ہوا واصل جہنم ضربِ غازی وہ پڑی کاری

عقب سے اک تمیمی تیغ زن نے کر دیا حملہ
مگر فوراً ہی کھا کر زد حبیبِ شیرِ حق سنبھلا

پلٹ کر ہاتھ مارا تیغ کا پشتِ تمیمی پر
گرا ناپاک فرشِ خاک پر گھوڑے سے وہ ہو کر

حبیبِ باصفا کا رُخ پلٹنے بھی نہ پایا تھا
ابھی جنبش میں خنجر تھا ابھی نیزہ اُٹھایا تھا

حصینِ بے حیا نے چھوڑ دی تلوار غازی پر
گرا یہ سرفروشِ عشق پشتِ زین سے غش کھا کر

قلم سر کر دیا اک دوسرے ناری تمیمی نے
دیا بوسہ شہیدِ عشق کو شانِ کریمی نے

شہادت ہو گئی حاصل حبیب ابن مظاہر کو
ہوا صدمہ امامِ دوسرا کی روحِ طاہر کو

پئے شاہِ شہیداں اے خدا اے خالقِ داور
ابد تک رحمتیں برسیں حبیبؓ ابن مظاہر پر

شہادتِ حُر

حبیبؓ ایسا محبِ خاص جب میدان میں کام آیا
حسینؑ ابن علیؑ کے دل میں جوشِ انتقام آیا

اُٹھائی ذوالفقارِ حیدرؑ کرار ہاتھوں میں
بنی برقِ غضب تیغِ قضا تلوار ہاتھوں میں

زرہ حمزہؓ کی پہنی نیزہ عباسؑ چمکایا
رگ و ریشہ میں خونِ ہاشمی چھن کر ابھر آیا

بہ اللّٰہی تجمل نے قبائے ناز کو چوما
شجاعت نے رکابِ مرکبِ جانباز کو چوما

فرشتوں نے کہا نصرٌ من اللّٰہ عرشِ اعظم پر
ہوئیں فتحِ مبین کی صف فشاں آیات پرچم پر

کیا عزمِ وغا میدان کی جانب نظر ڈالی
نگاہِ لطف خویش و اقربا احباب پر ڈالی

زہیرؓ و حُرؓ نے دامن پہ مچل کر التجائیں کیں
شمامہ اور نافع نے ادب سے پیش رائیں کیں

کہا سب نے کہ ہم حاضر ہیں سر حاضر ہے جاں حاضر
ہمارے ہوتے کیوں سرکار والا جائیں میداں میں
بامر ارزہیر و نافع و حر رک گئے حضرت
یہ دونوں تیغ بر کف سوئے میدان وغا آئے
کیا ان دو نے فوج اشقیا کو درہم و برہم
نہاں جب تیغ اعدا میں کوئی ایک ہوتا تھا
پہونچتا تھا پئے امداد فوراً دوسرا غازی
نظام جنگ ابن سعد نے جب منتشر دیکھا
سواروں پر کیا غصہ پیادوں پر ملامت کی
ہوئیں حکم سپہ سالار سے پھر مشتعل فوجیں
ہوئی بارش یکایک ہر طرف سے آب پیکاں کی
ہزاروں تیر اک جھٹکے سے ہو جاتے تھے سر یکدم
جدا اک دوسرے سے ہو گئے جانباز یہ دونوں
غضب یلغار تھی بارش عجب تھی تیغ و خنجر کی
اسی گھمسان میں صفوان نے حملہ کیا حر پر
بچا کر وار حر نے سینۂ صفوان کو تاکا
ہوئے صفوان کے پھر تین بھائی حملہ آور حر پہ
اٹھا کر پشت زیں سے ایک کو میداں میں دے مارا
شکم پر تیسرے کے وار نیزہ کا کیا ڈٹ کر
عدم کی راہ لی دوم پھر خوں چار سو بہا جاری
قدم میداں سے اکھڑنے لگے افواج شامی کے

ملول آقا ہوں کیوں جب ہیں غلام و خادمان حاضر
اجازت ہو ہمیں تلوار ہم چمکائیں میداں میں
زہیر و حر نے چاہی رن میں جانے کیلئے رخصت
کیا درہم صفوں کو فوج پر بن کر قضا چھائے
خجل تھے شامی کوفی ہر ایک کا دیکھ کر دم خم
نہ جب یلغار میں احساس شست و نیک ہوتا تھا
غرض میداں میں تھے دونوں محل فخر جانبازی
ہوا مغموم پہلے فوج کو غصہ سے پھر دیکھا
بہت سختی سے پھر یلغار کرنے کی ہدایت کی
ہوئیں پھر شجاعت میں رواں یکبار پھر فوجیں
رواں نہریں ہوئیں دشت وغا میں خون انساں کی
نہ ہوتا تھا ذرا کم غرور ابن سعد کا دم خم
ہوئے گم مجمع اشرار میں ہمساز یہ دونوں
نہ تھی حر کو خبر میدان میں اپنے تن او سر کی
اچانک اک نے نیزہ کا کیا نیزہ کو لہرا کر
اٹھایا پشت زیں سے نیزہ پر ناپاک کا لاشا
کیا فی النار تینوں کو مگر اس شیر نے بڑھ کر
کیا خنجر کی زد سے دوسرے کو صاف پچھاڑا
گرا فرش زمیں پر دھڑ سے یہ شمشیر بھی کٹ کر
رکے دوزخ کے چہرہ ہے یہ جا کر جان یہ ناری
ہوئے آثار ظاہر برہمی بد انتظامی کے

بڑھے شمر و عمر غیرت دلائی سارے لشکر کو
کہا نرغے میں لے لو بزدلوں حر دلاور کو

ہزاروں تم ہو وہ میداں میں تنہا ہی اکیلا ہے
تمہاری فوج دریا موج میلا ہے جھمیلا ہے

جو تم چاہو تو دم بھر میں مجاہد کو فنا کر دو
اٹھاؤ خاک گر مل کر تو جنگل خاک سے بھر دو

دوبارہ مشتعل ہو کر بڑھا یہ مشتعل لشکر
اٹھے یکبار پھر تیغ و سنان و نیزہ و خنجر

اکیلے پر ہزاروں وار ہر جانب سے ہوتے تھے
مگر اس شیر کے نعرے حواس و ہوش کھوتے تھے

غرض تاب توانائی نے جب تک یہ تنہائی کی
چمکتی ہی رہی تلوار میداں میں فدائی کی

اکیلی جان پر حملہ تھا پیہم ہر سپاہی کا
تھا چکنا چور تن زخموں سے حر ابن ریاحی کا

جبیں سے تا کفِ پا زخم تھے پیکان و خنجر کے
مگر کس بل تھے میداں میں وہی حر دلاور کے

لہو پاشی سے تھا اس درجہ رنگیں جسم صد پارہ
کہ تھا ہر زخم تن خون وفا کا ایک فوارہ

کئے جب اشقیاء نے پے بہ پے ہر سمت سے حملے
یہ غازی رو بقبلہ ہو کے مرکب سے لگا گرنے

قصور ابن کنانہ نے کیا حملہ برابر سے
صدا آئی یا علی نکلی لبِ حر دلاور سے

امام دوسرا لبیک کہہ کر بے قرار آئے
پئے تلقین صبر و ضبط سوئے جاں نثار آئے

مگر ابن کنانہ کی طرف سر کر دیا خنجر
قصور بد پہ قصورہ آیا نظر قصر جہنم پر

سنبھالا حر کو دست پاک سے آغوش رحمت میں
ہزاروں زخم پائے جسم مشتاقِ شہادت میں

قریب خیمہ لائے سر رکھا زانوئے اقدس پہ
نظر آیا شہیدِ عشق کو اب دوسرا منظر

جمالِ ساقئ تسنیم فردوسِ نظر پایا
شہیدانِ محبت کا دماغ افلاک پہ پایا

یہ منظر دیکھتے ہی ہو گیا واصل بحق غازی
تعالی اللہ انجامِ جہاد و جوشِ جانبازی

شہادت پائی آخر عرصۂ پیکار میں حر نے
جگہ لے لی حضور سیدِ ابرار میں حر نے

شہادت نے پکارا سر فروش آیا شہید آیا
جناں میں خوش بد امان آج حر ابن یزید آیا

برادر حر کے مصعب اور علی فرزند حر دونوں
شہید آخر ہوئے لڑ بھڑ کے یہ لبید حر دونوں

غلام حر با تمکیں عشرہ جنگجو نامی
لڑا الطحر ہوا مقتول یہ اسلام کا حامی

بھتیجے بھانجے، فرزند، بھائی سامنے آئے
تھا ہر اک نونہالِ ہاشمی مرنے پر آمادہ
ہر اک میداں میں جانے کے لئے مائل بہ سبقت تھا
خلیلی چمن تھا ان گلوں کا عطرِ مجموعہ
قریشی خانداں کے یہ حسیں محبوب شہزادے
بظاہر بے غرض تھے تخت و افسر اور لشکر سے
بلاشک ان جوانوں میں ہر اک تھا صاحبِ جرأت
ہر اک نوعمر میں شیرِ خدا کی شان و شوکت تھی
ابوبکر و محمد، جعفر و عثمان و عبداللہ
یہ چھ نام آور و شہ زور تھے فرزند حیدر کے
ابوبکرِ دل آرا قاسم قدرت نما طاقت
قرارِ جانِ زینب نونہالِ باغ عبداللہ
امام زین سجاد و علی اکبر ۔ علی اصغر
عبید اللہ و جعفر عبدالرحمان صاحب ایماں
محمد بن سعید پاک و عبداللہ بن مسلم
اٹھارہ شاہزادے یہ قریشی خانوادے کے
حواسِ خمسہ تھے یہ شش جہت اربع عناصر کے
دغا و مکر میں تھا شہرۂ آفاق یہ کوفی
مقابل میں زہیر پاک کے جاتے یہ ڈرتا تھا
کہا اے عمر ابن سعد میں دشمن ہوں دشمن کا
ہر اک کے واسطے ہوں میں تو شیرِ میدانِ شجاعت ہے

زباں پر ماجرائے شوق و حرفِ مدعا لائے
شہادت کے لئے بےچین تھا ہر فاطمہ زادہ
ہر اک کو نشۂ مردانگی جوشِ شہادت تھا
تھی جن کی آبیاری کربلا میں امر ممنوعہ
ابوطالب کے لال اللہ کے مطلوب شہزادے
بہ باطن بیش قیمت تھے بہائے ہفت کشور سے
جوان سال و جوان بخت و جوان روح و جواں ہمت
ہر اک کے دست و بازو میں الٰہی شجاعت تھی
علمبردار لشکر حضرت عباسؓ والا جاہ
یہ گویا شش جہت تھے گلستانِ ہفت کشور کے
حسنؑ کے چاند دولوں مہر و ماہِ عرش رفعت
جوانانِ جناں عونؓ و محمدؓ ذی شرف ذی جاہ
سراپا نور تصویرِ جمالِ سبطِ پیغمبرؐ
عقیلؒ ابن ابی طالب کے فرزندانِ والا شان
عقیلؒ پاک کے دونوں نبیرے دین کے خادم
شجاعت کے دھنی دل کے قوی پکے ارادے کے
ہوئے تھے منتخب بزمِ موالید ثلاثہ سے
تھی اس پر منطبق ضرب المثل کوفی ولا یوفی
مگر تھا لالچی نادار تھا دولت پہ مرتا تھا
مگر اب خوف ابن قین سے ہے مجکو تن من کا
مقابل اسکے ہم میں کون جائے کس کو جرأت ہے

میں اس کے سامنے جانے کی جراءت کر نہیں سکتا
میں اس سے دو بدو لڑنے کی ہمت کر نہیں سکتا

تخیل میں مرے اس وقت اک تدبیر آئی ہے
یہی تدبیر راز نصرت و مشکل کشائی ہے

کمیں گاہیں بنائی تین جائیں قلبِ لشکر میں
سپاہی سو سو الفین جہاں ہوں تیغ و خنجر میں

لگا کر میں فریب و مکر سے ان کو ادھر لاؤں
کمین گاہوں میں حملہ آور ہو کر مستعد پاؤں

کہ اک گھیر لیں غازی کو پہلے مورچے والے
نکل آئیں سپاہ خفیہ سب تانے ہوئے بھالے

اکیلا آدمی تنہا سے بھلا کیا جیت پائیگا
کہاں بچ کر نکل کر نرغہ دشمن سے جائیگا

اگر بد قسمتی سے معرکہ پہلا وہ سر کر لے
بزور تیغ فوج خفیہ کو زیر و زبر کر لے

تو اگلے مورچے والے بھی خندق سے نکل آئیں
سنان و خنجر و تیغ و تبر کا مینھ برسائیں

زہیر اس دوسری منزل پہ آ کر ہار جائیگا
یہاں خالی نہ ہرگز کوفیوں کا وار جائیگا

یہاں آ کر بھی ابن قین کو گر کامیابی ہو
نکل کر تیسری چوکی سے حملہ پھر جوابی ہو

کہاں تک اک مجاہد لڑ سکے گا ہم ہزاروں سے
کہاں جائیگا بچ کر شیر نر روباہ کاروں سے

بچھا کر جال یہ میدان میں پہنچا المجار آیا
زہیر پاک کی تعظیم دھوکے سے بجا لایا

نہیں آیا کہا اے ابن قین اصلا میں لڑنے کو
نہ کوئی فوج لایا ہوں مخالف کے پکڑنے کو

کہا غازی نے اے مکار کیوں باتیں بناتا ہے
یہ میداں ہے یہاں ہر شخص قسمت آزماتا ہے

مجار آہستہ بولا اے بہادر لے قوی ہمت
ہو تجھ سا شیر کم مردوں کی خاطر منقبت عزت

حسینؑ ابن علیؑ نادار میں بھوکے ہیں پیاسے ہیں
نہیں کچھ پاس ان کے ہاں باقی دم دلاسے ہیں

عبید اللہ کا طوطی بولتا ہے آج دنیا میں
یزید شام تک کوفہ کا ہے محتاج دنیا میں

عبید اللہ سے ابن قین ہم و راہ کر پیدا
کہ وہ تیری شجاعت تیری شہزوری کا ہے شیدا

زہیر پاک نے تلوار کھینچی سن کے یہ فقرے
کہا او بے حیا مکار یہ ناپاک منصوبے

مجھے میداں میں تو دھوکے سے نہیں سکتا اشقیا مار
جہنم میں پہنچنے کے لئے کر چلا تیار ہی

نکالا تیغ کی زد سے مجار تنہا خود بھاگا
مثال فتنۂ خوابیدہ غازی کا فرس جاگا

صفوں کو کاٹتا غازی بڑھا آگے کو بید الملیں
پڑی ہل چل کمیں گاہوں میں غل تھا فوجِ پنہاں میں

زہیرِ تیغ زن ہر مورچے کو کر کے سر نکلا
لئے سینہ کے اندر شیر پتھر کا جگر نکلا

ہزاروں نیزہ و تلوار پڑتے تھے مجاہد پر
تھا نرغہ سینکڑوں اشرار کا اک جانِ واحد پر

سر و پا دست و بازو چور تھے زخموں کی کثرت سے
مگر سرشار تھا غازی مئے جامِ شہادت سے

بدن زخمی تھا سارا خون کے چشمے ابلتے تھے
سنانِ تیغ غازی پر کفِ افسوس ملتے تھے

زباں تھی خشک غالب تشنگی تھی رک رہا تھا دم
مگر تیغِ دو دم جنبش میں مثلِ برق تھی پیہم

کثیر ابن عبد اللہ شعبی تیرہ باطن نے
کیا غازی پہ حملہ بے تحاشا آگے پیچھے سے

مہاجر ابن اوس رو سیہ نے بھی مقابل سے
چلا دی تیغ خوں آشام نکلی آہ ہر دل سے

بیک ساعت ہوئے دو وار غازی پر مجاہد پر
رکے نطق و وہاں اللہ اکبر کی صدا دے کر

صلوٰۃِ خوف پڑھ کر جب ہوئے فارغ شہ والا
خبر پائی کہ اعدا نے انہیں بھی ذبح کر ڈالا

جگر تھامے ہوئے سرکار مغموم و حزیں آئے
سر بالیں زہیرؓ پاک کے سلطانِ عرب آئے

اٹھایا نیم مردہ نعش کو خیمہ میں لے آئے
پیامِ مغفرت جاں باز کو افلاک سے آئے

ہوائے دامنِ شاہِ شہیداں جب ذرا پائی
تنِ بیجاں میں روحِ تازہ گویا عود کر آئی

سکوں کی سانس آئی آنکھ کھولی مرکر جنبش نہ کی
قریبِ پائے نازِ شاہِ والا آ کے کروٹ لی

غرض یہ تھی دمِ آخر ہو سر آقا کے قدموں پر
شہادت کے ہیں شاہد حضورِ شاہِ فخرِ محشر

کہا سرکار نے اب مرنے والے آرزو کیا ہے
کہا پیاسا ہوں کوثر کے سوا اب جستجو کیا ہے

زباں آئی لبوں تک جنبشِ لب سے ہوا ظاہر
ملا لب تشنہ کو جامِ طہورِ طیب و طاہر

کہا الحمد للہ جان دے دی مرنے والے نے
جناں کی راہ لی اب معرکہ سر کر کے جواں نے

ہوا میت پہ سایہ رحمتِ عالم کے دامن کا
تعالی اللہ یہ رتبہ زہیرِ خلد مسکن کا

ہو بارش عرش سے سجدوں کی جنت سے بہاروں کی
ہوں قائم یادگاریں مستقل ان جاں نثاروں کی

شہادت رفقائے امام

شہادت ہے رفیقوں کی رفیقانِ شہ والا / بجوشِ تازہ تھے مائل بہ سیرِ جنتِ اعلیٰ
امنگیں تھیں دلوں میں ولولے سینوں میں پنہاں تھے / شہادت کیلئے بیتاب تھے مرنے کے خواہاں تھے
صفیں تھیں فروشوں کی حضورِ شہ میں استادہ / ہر اک شیدائی اسلام تھا مرنے کو آمادہ
سپاہِ شام سردارانِ مسلم کی شہادت سے / زخود رفتہ ہوئی جاتی تھی میداں میں مسرت سے
خوشی انکی پئے گفتن برائے نام ہوتی تھی / کہ سعیٔ جنگ وقتِ جنگ سب ناکام ہوتی تھی
برائے چند ساعت کچھ سکوں ہوتا تھا لشکر میں / ظہورِ تہنیت جوشِ جنوں ہوتا تھا لشکر میں
زہیر و حُر کے مرنے کی مسرت شامیوں میں تھی / خوشی اس کامیابی پر انہیں ناکامیوں میں تھی
رفیقانِ زہیر و حُر میں نافع اور شمامہ تھے / یہ دونوں تیغ زن منجملۂ اصحابِ خلد تھے
صفِ دشمن میں یہ بھی لڑ رہے تھے آگے بڑھ بڑھ کر / جدھر ملتا تھا موقع حملہ کر دیتے تھے چڑھ چڑھ کر

شمامہ نے سنبھالا دیر تک بگڑی لڑائی کو
کیا مقتول اپنے ہاتھ سے عم زاد بھائی کو

شہادت نافع بن ہلالی مرادی

جناب نافع جب میداں میں لڑنے کو آئے تھے / بجھا کر زہر میں تیروں کو اپنے ساتھ لائے تھے
لکھا تھا نام اپنا آپ نے ہر تیر کے پھل پر / انھیں تھا ناز اپنے دست و بازو کے کس بل پر
بہت سے آدمی اغیار کے مجروح کر ڈالے / ہر اک زخمی کو تھے میداں میں اپنی جان کے لالے
انھوں نے تاک کر میداں میں بارہ آدمی مارے / تھے اُن کے تیر دشمن کیلئے دوزخ کے انگارے
لڑے شامت سے بازو لڑتے لڑتے جنگ میں ٹوٹا / مگر اُنکی لڑائی دیکھ کر دشمن کا جی چھوٹا
کمند انداز پیچھے چھپ کے نافع کی طرف آئے / بچا کر آنکھ یہ خدامِ شمرِ ناخلف آئے

پکڑ کر شمر ان کو عمر ابن سعد تک لایا
یہ شیر زخم خوردہ سامنے روباہ کے آیا

سپہ سالار لشکر مسکرایا دیکھ کر ان کو
مگر پایا نہایت پختہ ہمت بے جگر ان کو

کہا نافع نے ہنستا کیا ہے ابن سعد تو مجھ پر
قلم میں نے کیا ہے تیرے بارہ فوجیاں کا سر

مرے بازو شکستہ لڑتے لڑتے گر نہ ہو جاتے
گرفتار اے لعینوں تم مجھے ہرگز نہ کر پاتے

کلام تلخ سن کر عمر ابن سعد جھلایا
باندازِ تحکم شمر سے غصہ میں فرمایا

کرو نافع کو فوراً قتل یہ گستاخ خود سر ہے
کہا نافع نے شکر اللہ کا اے صاحب شمر ہے

کوئی مسلم مجھے گر مارتا مجھ پر گراں ہوتا
مرے باعث سے قاتل پر عذاب کراں ہوتا

خدا کا شکر اک مردود کافر میرا قاتل ہے
ازل سے شمر دوزخ آشنا شیطان کامل ہے

یہ سنکر شمر نے رکھدی چھری نافع کی گردن پر
ہوا حاصل شہید حق کو قرب خالق اکبر

شہادت گاہ میں دی جان یوں نافع ہلالی نے
عطا مرحوم کو فردوس کی جنت کے والی نے

لڑے میدان میں ڈٹ کر عبد رحمان اور عبداللہ
یہ غفاری مجاہد دونوں تھے لخت دل حمزہ

سریعی خاندان کے سیف مالک نوجوان بھائی
رہے جنگ آزما دشمن سے باصد شان رعنائی

جناب مسلم اسعد علیؑ کے رازداں بیٹے
سعید با سعادت حنظلہ کے نوجواں بیٹے

عمر فرزند خالد عبد رحمان اور عبداللہ
وہ ماجد جعفی و مسروق بن حجاج حق آگاہ

جنادہ ابن حارث قرۃ ابن قرۃ غفاری
عمر ابن جنادہ عمر ابن قرط انصاری

کماں بردوش یحییٰ بن سلیم نازلی غازی
عمر ابن متاع جعفی وقت تادر اندازی

انس کا لخت دل مالک لیئر مرد تیغ افگن
ابو شعثہ یزید ابن زیاد ماہر ہر فن

بہادر عابس ابن ابو شبیب شاکری ذیشاں
بہمراہی شوذب خادم خاص عزیز از جان

لگے یا دکھ مرے داد شجاعت دیکے میداں میں
ہوئے واصل بحق داخل ہوئے بزم شہیداں میں

لڑا اس ٹھاٹھ سے جی توڑ کر ہر صاحب غیرت
لگے کشتوں کے پشتے چھا گئی اشرار پر ہیبت

قدم سو سو دفعہ اکھڑے سپاہ تیرہ باطن کے
لڑے حق کے بھروسے پر چلے رہ گئے ان کے

رفیقوں میں جو سب سے پیشتر میداں میں نکلے
ابوشعثہ یزید ابن زیاد اک مردِ کندی تھے

یہ تھے ہمراہیانِ عمر ابن سعد میں شامل
فنِ تیر افگنی میں تھے نہایت ماہر و کامل

صدائے صلح ابن سعد نے جب مسترد کر دی
پسند آئی نہ ان کو اسکی بیرحمی و بیدردی

ملامت کر کے ابن سعد کو فوراً چلے آئے
مجاہد بن گئے اسلام کے جھنڈے تلے آئے

بوقتِ جنگ سب سے پہلے میدانمیں قدم رکھا
لڑے جی توڑ کر رُخ جانبِ ملکِ عدم رکھا

چلائے تیر سنا کر سر سپاہِ اہلِ باطل پر
پڑا ہر تیر ناوک بے خطا فوجِ مقابل پر

عجب انداز سے یہ کر رہے تھے تیر اندازی
دُعا دیتے تھے شہ یارب فزوں ہو قوتِ غازی

سوید ختمی وہ آخری مردِ دلاور تھے
ہوئے سیراب سب کے بعد جو جامِ شہادت سے

دیا خطبہ جنابِ حنظلہ نے عین میداں میں
مگر جنبش نہ پیدا کر سکے اخوانِ شیطاں میں

گئے بادیگرے سارے رفیقانِ شہِ والا
ہوئے جنت میں داخل پائے سب نے مرتبے اعلیٰ

الٰہی جوشِ مسلم کو عطا کر ان شہیدوں کا
بھرا رکھ ہم غم میں دل شکستوں کی امیدوں کا

شہزادگانِ اہلبیت

رہا باقی نہ جب کوئی مددگارانِ نامی میں
ہوا جوشِ وغا پیدا عزیزانِ گرامی میں

ابد تک پھول برسیں خلد سے ان نونہالوں پر
الٰہی رحمتوں کی ہو نچھاور مرنے والوں پر

شہادت زہیر ابن القین

زہیر باصفا یلغار میں حر سے جدا ہو کر
سپاہِ میسرہ میں گھس گئے کھینچے ہوئے خنجر

شجاعت میں نہ تھا کوئی عدیل انکا نظیر انکا
گئے صفِ دشمناں تیر قضا گویا تھا تیر ان کا

بوقتِ جنگ میداں میں ہزاروں تیغ یہ بھاری تھے
جہانِ صولت و نخوت میں سکے انکے جاری تھے

الٹ کر میسرہ کو قلبِ دشمن میں یہ در آئے
صفایا کر دیا اس سمت دشمن کا جدھر آئے
قریبِ فوجِ ابنِ سعد یوں لڑتے ہوئے پہنچے
پکارا افسرانِ فوج کو سالار نے ڈر کے
بڑھا مرنے کو پہلے ساتھ یاسر آمری نامی
یہ کوئی گو بہادر تھا مگر اے وائے ناکامی
زہیرِ پاک کے نیزے میں چھد کر رہ گیا لڑ کے
ہوئے اک وار میں فی الفور دو ٹکڑے بدن کے
دوبارہ نصر ابن کعب نے حملہ کیا بڑھ کر
دکھائے زور شہ زوری کے جوہر بجلی جو تڑپ کر
یہ ظالم وار کرنے بھی نہ پایا تھا مجاہد پر
کہ سر پر پڑ گیا دھڑ سے زہیرِ پاک کا خنجر
کلیجہ چیر کر تلوار سے تا کمر پہنچی
تڑپ کر روح اس ظالم کی سوئے سقر پہنچی
برادر نصر کا صالح بھی اک حملہ میں کام آیا
پسرِ عمار کا کعب آیا برائے انتقام آیا
ہوئے فی النار دونوں باپ بیٹے دستِ غازی سے
نہ باز آئی مگر فوجِ مقابل ترکتازی سے
حجارِ فتنہ ساماں کو بلایا میرِ لشکر نے
بہت کچھ اس کو سمجھایا بجھایا میرِ لشکر نے
لڑے اس سرفروشانہ تجمل سے جلالت سے
اٹھا غلِ مرحبا کا آسمانِ فتح و نصرت سے

ہوئے شہزادگانِ دینِ حق یہ جاں بحق سارے
بھلا بیٹھے مسلماں دین و ملت کے سبق سارے

میدانِ کارزار کا نقشہ

وہ منظر عرصہ گاہِ جنگ کا العظمۃ للہ
بلاشک تبصرہ ہے غیر ممکن حسبِ خاطر خواہ
شکستہ چند خیمے ایک جانب ہیں سرِ میداں
ہیں اک جانب بپا خیموں کی خیمہ گاہ بے پایاں
چٹیل کالی ریت کے جلتے ہوئے ٹیلے یہ اک لشکر
درختوں کے تلے اک سمت شامی فوج کے بستر
غضب اک سمت کچھ بھوکے پیاسے ناز کے پالے
صراحی در بغل اک سمت سے آشام متوالے
وہ ریگستان وہ جوشِ تشنگی وہ پیاس کی شدت
ہوا وہ گرم وہ سورج کی تابش دھوپ کی حدت
جفاؤں پر جفا ہوتی ہیں ان کے بھوکے پیاسوں پر
علیؑ کے بیٹے پوتوں پر پیمبرؐ کے نواسوں پر

فقط نہ قتل پہ قائم امیدیں ناامیدوں کی — نظر کے سامنے وہ میتیں باون شہیدوں کی
پھر ایسے میں لڑائی اور لڑائی دشمنِ دیں سے — خیالِ صلح گویا نقشِ باطل فوجِ بے دیں سے
مگر فصلِ عمل اس ہمتِ مردانہ کے صدقے — توکل کے تصدق صولتِ شاہانہ کے صدقے
رضائے حق میں خویش و اقربا قربان کر ڈالے — یہ جوشِ ہمت و ایثار دیکھیں دیکھنے والے

یہ شانِ حریت ہے جوشِ صادق اسکو کہتے ہیں
ہے یہ پاسِ شریعت عہدِ واثق اسکو کہتے ہیں

حضرت علیؓ اکبر کا عزمِ وغا

قریشی ہاشمی ہر نوجواں ہر مرد تیغ افگن — کیے بادیگرے لڑنے کو نکلا جانبِ دشمن
ہوا جنگ آزما سو سو سے ہر بے ساز و ساماں — ہر اک شہ زور نے دادِ شجاعت دی سرِ میداں
حرم کا ہر مجاہد مردِ میدانِ شجاعت تھا — ہر اک لب تشنہ گویا تشنۂ جامِ شہادت تھا
گلِ باغِ جناں لختِ دلِ شبیرؓ علی اکبرؓ — جواں ہمت حسیں صورت قمر طلعت مہِ انور
پئے اذنِ وغا پہلے جوانانِ حجازی سے — حضورِ شاہ میں آئے ادائے بے نیازی سے
یہ نور العین لیلیٰ بنتِ مرہ وہ خوش اختر تھا — کہ جس کی آنکھ میں نورِ الٰہی جلوہ گستر تھا
حسینؓ ابنِ علیؑ کا لاڈلا بیٹا یہ پیارا — یقیناً تھا عروسانِ جناں کی آنکھ کا تارا
تھا نشہ آنکھ میں جوشِ شجاعت کا سوا حد سے — ملا تھا جذبۂ زورِ یداللٰہی اب و جد سے
شگفتہ مثلِ گل باغ و بہارِ زندگانی تھا — اٹھارہ سال کا سن عنفوانِ نوجوانی تھا
کیا جرأتِ ہم عمروں سے عزمِ وغا پہلے — بذوق و شوق میدانِ شہادت میں گیا پہلے
بصد آداب آئے اب سے اجازت چاہی میداں کی — توجہ اپنی جانب منعطف کی لطفِ یزداں کی
نہاں اس جذبۂ اخلاص میں تھا جوشِ الفت بھی — تھا اس ارمانِ جانبازی میں اندازِ سیاست بھی
تصنع سے بری یہ جذبۂ اخلاص کامل تھا — تمنائے شہادت دل میں تھی ٹوٹا ہوا دل تھا

حضرت سیدنا خلیل علیہ السلام کی قربانی

خلیل اللہ کو لاریب تھا یہ حکم ربانی
کہ خود فرمائیں اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی

رضائے حق پہ ابراہیمؑ فوراً ہو گئے راضی
کیا مطلق نہ کچھ اندیشۂ مستقبل و ماضی

لٹایا خاک پر لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں سے
کیا ذبح پدر نے خوب سے کر اپنے ہاتھوں سے

یہ قربانی تھی پہلی امتحان گاہِ محبت میں
ہے یہ وہ محترم ثابت قدم راہِ محبت میں

تھی اب تک سرخئ افسانۂ عظمت یہ قربانی
مگر دنیا نے دیکھا کربلا میں منظرِ ثانی

جہاں میں مدتوں کے بعد پھر اک انقلاب آیا
الٹ کر پھر وہی وعدہ خلیلیؑ بے حجاب آیا

ہوا نسلِ خلیل اللہؑ میں ابنِ علیؑ پیدا
ہے یہ گلزار ابراہیمؑ میں تازہ کلی پیدا

حضرت علی اکبرؓ کی اجازت طلبی

نشانِ شانِ عظمت کربلا میں پھر نظر آیا
پدر کے سامنے پھر ذبح ہونے کو پسر آیا

علی اکبرؓ نے شہ سے التجا کی بہ لبِ منت
خدارا مجھ کو باباجان اب کر دیجئے رخصت

رضائے حق وہاں قسمت تھی بیٹے کی مرضی پر
وہاں تھی ثبت مہرِ لختِ دل اللہ کی مرضی پر

یہاں بیٹا مگر ہے باپ سے اجازت کا خواہاں
پدر کرتے ہیں خدا کی راہ میں بیٹے کو خود قرباں

وہاں بیٹے کے باندھے دست و پا والد نے رسی سے
لٹایا خاک پر لیکن الگ لیجا کے بستی سے

یہاں اللہ اکبر اندرونِ خیمۂ اطہر
بنائے جا رہے ہیں خیر سے دولہا علی اکبرؓ

سکینہؓ، فاطمہؓ، کلثومؓ و زینبؓ پاس بیٹھی ہیں
رباب و شہربانو محوِ رنج و یاس بیٹھی ہیں

شہادت کا پسر کو باپ خود جوڑا پہناتا ہے
لباسِ جنگ سے دلبر کو اپنے خود سجاتا ہے

عبائے رحمتِ عالمؐ پہنائی جسمِ اطہر پر
شہِ خیبر شکنؓ کے پٹکے سے کمر باندھی گئی کس کر

سرِ انور پہ رکھا خود اپنی زرہ پہنائی
سوا کی جوشن و چار آئینہ سے شانِ رعنائی

سجائے دست و بازو نیزہ و شمشیر و خنجر سے — دعا مانگی اٹھا کر دستِ رحمت ربِ اکبر سے
الٰہی یہ مرا لختِ جگر ہے راحتِ جاں ہے — یہ تیری راہ میں سو جان سے اب ہونے کو قرباں ہے
خداوندِ جہاں مقبول ہو یہ میری قربانی — عطا ہو صبر اس کو جب ہو اس پہ تیر بارانی
الٰہی صبر و ضبط و جوشِ استقلال دے اس کو — ہے لبِ تشنہ کبھی و آج سکون فی الحال دے اس کو
دعائیں دیں کہا نورِ نظر جاؤ خدا حافظ — رہِ حق میں عدو سے جنگ فرماؤ خدا حافظ

انداز جہاد و اظہار زور یداللّٰہی

قدم باہر ہوا خیمہ سے جب نورِ مجسم کا — حجاب مشرقِ انوار سے مہر مبیں چمکا
کیا جولاں فرس کو دم زدن میں آئے میداں میں — مچی ہلچل سپاہِ دشمنانِ فتنہ ساماں میں
چمک شمشیر برق آسا کی قہرِ حق کی بجلی تھی — کرن نیزہ کی یا تیغِ قضا کی اک تجلی تھی
رجز بر لب کہا ہم صدر بزم اہلِ عالم ہیں — نبی زادہ علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؓ ہم ہیں
ہو جس کو حوصلہ ہاں وہ ہمارے سامنے آئے — ہے وا بابِ جہنم جس کا جی چاہے چلا جائے
جلال و دبدبہ وہ تیغ ابرو سے نمایاں تھا — سرِ میداں ہر اک سرو غارتگر بیاں تھا
نگاہِ قہر سے کچھ دیر تک سوئے عدو دیکھا — مقابل کو مگر ہرگز نہ اپنے روبرو دیکھا
کیا مہمیز اسب برق وش کو فوجِ اعدا میں — غضب کی بجلیاں کوندیں نگاہِ قہر آرا میں
چمک نے تیغ خوں آشام کی ہلچل بپا کر دی — سپاہِ شام کی سب جرأت و ہمت فنا کر دی
سراسیمہ تھے سب فوجی نہ کلغی تھی نہ شملہ تھا — یہ حملہ حیدرؓ کرار کے پوتے کا حملہ تھا
صفیں تھیں درہم و برہم ہراساں سب رسالے تھے — کھلے بند و اجل نے پاؤں میداں میں نکالے تھے
نہایت شدت و تیزی سے اکبرؑ نے کیا دھاوا — ہوا ازم خوردہ ابن سعد کا لشکر تہ و بالا
قیامت دوپہر کی دھوپ تھی حملہ کی شدت تھی — بدن پہ اسلحہ میں آتشِ سوزاں کی حدت تھی
دفورِ تشنگی سے ہو گیا بے تاب شہزادہ — ہوا خیمہ کی جانب واپسی پر دل سے آمادہ

لبِ تشنہ سے برجستہ صدائے العطش نکلی
کہا اے قبلۂ دیں تشنگی سے روح کش نکلی

گذارش کی اگر تھوڑا سا پانی بھی میسر ہو
خدا چاہے تو دم بھر میں فنا اعدا کا لشکر ہو

تسلی دی لگایا شاہ نے بیٹے کو سینے سے
کہا نورِ نظر محروم ہیں ہم کھانے پینے سے

بہت نزدیک ہے اے لختِ دل وہ وقت آنیکو
کہ آئیں خلد سے حوریں تمہیں پانی پلانے کو

یہ کہہ کر سرورِ کونین نے انگشتری اپنی
علی اکبرؓ کے منہ میں بہرِ تسکین سکوں رکھدی

ذرا اس طرح شیرِ ہاشمی کو جب قرار آیا
بڑھا کر رن میں گھوڑا پھر وہ قرشی شہسوار آیا

سپاہِ شام کو للکارتا تھا شمر ذی الجوشن
تھا ابن سعد بھی ہر افسرِ فوجی پہ طعنہ زن

حصین ابن نمیر اک سمت فوجوں کو بڑھاتا تھا
سبق کچھ عمرو بن حجاج اک جانب پڑھاتا تھا

مرتب ہو چکے تھے میمنہ اور میسرہ دونوں
پئے یورش کھڑے تھے اہلِ فوج و افسر برملا دونوں

دوبارہ شیرِ غراں کی طرح آئے علی اکبرؓ
چلایا اک طرف نیزہ اٹھایا اک طرف خنجر

وہی جاہ و جلالِ ہاشمی رخ سے نمایاں تھا
اسی صورت سپاہِ شام کا ہر فرد لرزاں تھا

رہا ناکام عمر سعد صرفِ گفتگو ہو کر
مقابل پھر نہ آیا کوئی لڑنے دو بدو ہو کر

بہت چیخا پکارا رن میں جب شمرِ لعیں ارزق
بڑھے آگے کو طارق ابن شیث و طلحہ بن طارق

کیا یکبار حملہ ملکے دونوں باپ بیٹوں نے
بجز ذلت نہ پایا کوئی پھل قسمت کے ہیٹوں نے

ہنر نیزہ زنی تیغ افگنی کے خوب دکھلائے
مگر کامل کے آگے بے ہنر کی پیش کیا جائے

قلم سر ہو گئے دو ہاتھ میں نوکِ گردن سے
بہے میدان میں یکدم دو آبے خون کے تن سے

لپک کے سامنے مصرع نامی پہلواں آیا
جہنم میں اسے بھی ایک ہی نیزہ نے پہنچایا

ہوئی ہرگز نہ ہمت پھر کسی کو آگے بڑھنے کی
روش سوچی نئی پھر بزدلوں نے لڑنے مرنے کی

کماں سے تیر پتھر گوپھنوں سے پھینکے جاتے تھے
اماں لیکن نہ پھر بھی موت کے چنگل سے پاتے تھے

دوبارہ پھر ہزیمت دی علی اکبرؓ نے لشکر کو
بہت بیتاب پایا پیاس سے پھر قلبِ مضطر کو

پھر آئے عرصۂ پیکار سے پیشِ شہِ والا
کہا تابِ تواں ہے تشنگی سے پھر تہ و بالا

جبینِ ناز کو سرکار نے چوما محبت سے
بچشمِ نم ہوا دی جنبشِ دامانِ رحمت سے

غبارِ قامتِ اطہر کو جھاڑا اپنے دامن سے
بلائیں رخ کی لیں پونچھا پسینہ روئے روشن سے

باطمینانِ خاطر صبر کی تلقین فرمائی
غرض جس طرح ممکن ہو سکا تسکین فرمائی

ہزیمت خوردہ لشکر کو پہ سالارِ لشکر نے
کیا پھر جمع کی تنظیمِ لشکر پھر نئے سر سے

بہت غیرت دلائی مال و دولت کا دیا لالچ
کہا اے بات الرایات کی ہوتی ہے سبکی تیغ

کیا ہے عہد و پیماں تم نے ہم سے لڑنے مرنے کا
بری اتنی بات ہے پھر عہد کیوں کام کرنے کا

تعجب ہے کہ ایک نو عمر لڑکا پختہ کاروں کو
ذرا جب حملہ کرتا ہے بھگاتا ہے ہزاروں کو

نہ اصلاح خود غرض نے رہ گذر کی حرمت مطلب ہے
لئے اقرار و پیماں عمر ابن سعد نے سب سے

سہ بارہ حملہ آور پھر ہوئے بڑھ کر علی اکبرؑ
سپاہِ شام کو پھر رکھ لیا تلوار کی زد پر

ذرا گھوڑے کو بھی دی ایڑ پھر مرکب کو چمکایا
کسی کو تیغ سے کاٹا کسی کو محض دھمکایا

جمایا پھر غصہ سے مونچھا پھیر اصفورا ہی ہمت نرالی
سنبھالی تیغ جب تیروں سے ترکش ہو گیا خالی

سپاہِ شام کو یلغار کا موقعہ نہ ملتا تھا
کہ رعبِ شہسوارِ ہاشمی سے دل دہلتا تھا

بڑھے جاتا تھا پیہم اسپِ تازی پر مہ پارا
عقب سے مرہ بن منقذ نے نیزہ تان کر مارا

لگا وہ زخمِ کاری نیزہ کا پشتِ دلاور پر
گرا نورِ نگاہِ شاہِ دیں گھوڑے سے تیورا کر

زمیں پر گرتے گرتے بزدلوں نے جسمِ اطہر پر
چلائے دفعتہً پیچھے سے آکر بیسیوں خنجر

کیا بد باطنوں نے پارہ پارہ ماہ پارے کو
چھپایا خاک نے نورِ دو عینِ زہراؑ کے ستارے کو

امامِ دو سرا تھامے ہوئے دل لاش پر آئے
عزیزانِ اقربا مجروح و بسمل لاش پر آئے

اٹھا کر پارہ ہائے دل کو خیمہ کی طرف لائے
صدمات میں جمع کرنے کے لئے وہ لخت لائے

اداسی رنجیدہ صبر و ضبط کی چہرہ پہ رنگت تھی
لبِ خاموش پر بس اِنّا لِلّٰہ کی آیت تھی

ہوئی یوں باپ کے پیشِ نظر بیٹے کی قربانی
ہوا یوں زیادہ یعقوب سے غمِ یوسفِ ثانی

نہاں بیٹے کے بدلے گوسفندِ خدا آئی تھی
تڑپتی لاش بیٹے کی یہاں خوں میں نہائی تھی

رہ حق میں فنا یوں مرد حق آگاہ ہوتے ہیں
علی اکبرؓ شہید فی سبیل اللہ ہوتے ہیں

جگر پارہ حسینؓ ابن علیؓ کا پارہ پارہ ہے
گہن میں چاند آکر عرش اعظم کا ستارہ ہے

ہے تف ان ناریوں پر تف ہے اعوان حکومت پہ
کرگئی خلق لعنت تاقیامت اس شقاوت پہ

الٰہی بہر زہراؓ بہر حسنینؓ و پئے حیدرؓ
ہو جنت آشیاں ہر مرثیہ خوان علی اکبرؓ

فرزندان اہلبیت کی یکے بعد دیگرے شہادت

شہادت سے علی اکبرؓ کی ہر لخت دل حیدرؓ
زخود رفتہ بڑھا میدان کو تانے ہوئے خنجر

کیا اک سمت سے حملہ ابوبکرؓ و محمدؓ نے
چلائے تیر اُن پر اشقیائے لشکر بد نے

بڑھے عثماںؓ جب خنجر بکف میدان داری کو
ہوئی قتل عمد کی فکر پھر افواج ناری کو

صف اشرار میں جب آئے جعفرؓ اور عبداللہؓ
تو ہانی بن ثبیت حضرمی نے کر دیا حملہ

تھا خولی بن یزید اصبحی عثمانؓ کی زد پر
نکل بھاگا مگر یہ روسیہ تلوار سے بچکر

بنی آبان کے اک شخص نے پیچھے سے عثماںؓ پر
کیا حملہ نہایت چابکی سے کھینچ کر خنجر

یہ ابنائے علیؓ پانچوں ہوئے مقتول میداں میں
جگہ پائی شہادت یاب ہو کر قصر رضواں میں

بہادر عبدالرحمٰن بن عقیل و دلبر حیدرؓ
لگے پھر قتل اشقیا میداں میں جاکر

انھیں بھی اس رسالے نے ہر اک جانب سے آگھیرا
کمیں گاہوں میں جو ڈالے ہوئے تھے ڈیرے

اسی صف سے بجوش انتقام و قہر سامانی
بڑھے عثمان بن خالد بشر بن سوط ہمدانی

کیا دونوں نے حملہ دفعتہً مل کر دلاور پر
پڑیں تلواریں دو یکبار اس فرزند حیدرؓ پر

جو دیکھا عرصۂ پیکار میں مقتول بھائی کو
بڑھے فوراً اجازت لیکے جعفرؓ بھی لڑائی کو

کمی اعوان حضرت میں مگر اب ہوتی جاتی تھی
لڑائی سخت سے بھی سخت تر اب ہوتی جاتی تھی

سوئے فوج عدو جس وقت جعفر بن عقیل آئے
حریفان جفا ہر سمت سے بے قال و قیل آئے

کیا عبداللہ بن عروہ نے حملہ پشت غازی پر
پڑا اس خثعمی ناپاک کا اس زور سے خنجر

ہوئے یہ بھی شہیدِ راہِ حق اسلام کی خاطر
انہیں بھی گلشنِ فردوس میں جانا پڑا آخر
محمد اور عبداللہ بھی میداں میں کام آئے
شہیدوں میں عقیلِ پاک کے پوتوں کے نام آئے
خزاں آئی امامِ دوسرا کے پاک گلشن میں
علیؑ کے باغ کا ہر پھول مرجھا کر گرا بن میں

شہادت عبداللہ ابن مسلمؓ

عقیل ابن ابی طالب کا جب گلشن ہوا ویراں
حضورِ شہ میں آیا بہرِ رخصت اک گلِ ریحاں
یہ نورس بھی نہالِ باغِ عقیل گل بداماں تھا
یہ نورس مسلمِ جنت مکیں کا راحتِ جاں تھا
یہ عبداللہ بھی جنگ آزما مردِ دلاور تھے
یتیم و دل شکستہ تھے مگر لڑنے کے خوگر تھے
انھیں میداں میں آتا دیکھ کر ہی شام کا لشکر
ہوا ہیبت سے غازی کی نہایت مضطرب ششدر
رکے یلغار سے فوجی یہ جب میداں میں آئے
کہا جو صاحبِ ہمت ہو وہ میدان میں آئے
قدامہ بن اسد شہزورِ یکتا، پہلوان نامی
بہادر جنگجو شمشیر زن نام آورِ شامی
مقابل بن کے آیا سامنے اس مردِ غازی کے
دکھائے خوب جوہر جنگجوئی نیزہ بازی کے
کیے حملے پہ حملے پے بہ پے مردِ دلاور پر
مگر خالی گیا ہر وار کام آیا نہ کچھ جوہر
کہا غازی نے ہاں ہشیار ہو جا اے قدامہ اب
کہ ہے خنجر مرا تیغِ قضا برقِ جلالِ رب
یہ کہہ کر تیغ چھوڑی دفعتاً فرقِ قدامہ پہ
مگر میداں سے یہ نامرد بھاگا پیٹھ دکھلا کر
تعاقب ابن مسلمؓ نے کیا مرکب کو دوڑایا
فرس کو قوتِ رفتار میں کمزور سا پایا
سوار و اسپ دونوں ناتواں بے آب و دانہ تھے
مگر غازی مجاہد سب قوی تھے دل توانا تھا
اتر کر اسپ سے پیدل چلے مغرور کے پیچھے
گریزاں تھی قضائے ناگہاں مغرور کے پیچھے
قدامہ نے کیا گھوڑے سے پھر کر وار نیزہ کا
بچایا پر گیا لیکن جگر پر وار نیزے کا
ہوئے مجروح عبداللہ پھر اسوار گھوڑے پہ
لگائی کلّۂ ناپاک پہ تیغِ دو دم بڑھ کر
ہوا اس کا یہ جبڑا اُڑ گیا ناری سیہ رو کا
بھیانک سا ہو گیا چہرہ سرِ میدان بدخو کا

کمر میں ہاتھ ڈالا پھر اٹھایا پشتِ مرکب سے
زمیں پر گر کے اونچا سے دے مارا نئے ڈھب سے

تڑپ کر خاک پر فی النار فوراً ہو گیا ناری
ہوئے احسنت کے نغمے زبانِ تیغ سے جاری

قدامہ کا لیا فی الفور عبداللہ نے گھوڑا
غنیمت کا ملا جو مال اسکو بھی نہیں چھوڑا

سلام ابن قدامہ سے کہا سالار لشکر نے
کہ اے مردِ دلاور باپ کا قاتل سے بدلہ لے

سلام آہستہ بولا میں یہ ہمت کر نہیں سکتا
جواں ہوں دیدہ دانستہ لیکن مر نہیں سکتا

بہادر میں نے ایسا کوئی دنیا میں نہیں دیکھا
نہ اس جاہ و جلالت کا کوئی انساں کہیں دیکھا

پکڑ کر تیغ عبداللہ نے پھر دونوں ہاتھوں میں
کیا ان بزدلوں پہ حملہ جو بیٹھے تھے گھاتوں میں

لڑے کچھ دیر تک میدان میں اس شان شوکت سے
ہوئی فوج مقابل ہم عناں عزمِ ہزیمت سے

سپاہ شام نے چاروں طرف سے آپ کو گھیرا
لگایا بزدلوں نے موت کے اطراف میں ڈیرا

قلم گھوڑے کے ساق پا کئے افواج شوم نے
کیا مجروح عبداللہ کو اعدائے پُرفن نے

عقب سے آیا عمر ابن صبیحی مردِ صیدائی
پیا پے فرق و پشت و دوش پر کی تیغ افشانی

شہادت پائی آخر سرِ جانِ خلد ساماں نے
بلایا گلشنِ جنت میں عبداللہ کو رضواں نے

ہوا برباد سارا مسلمِ مرحوم کا گلشن
ہوئے مرغانِ صحرا صرفِ آہ نالہ و شیون

سرہانے آئے عبداللہ کے با چشمِ نم حضرت
جزاک اللہ کہہ کر ہو گئے مائل بہ غم حضرت

شہیدِ راہِ الفت نے حیاتِ جاوداں پائی
پناہِ دو جہاں کے پاک دامن میں اماں پائی

شہادت حضرت عونؓ و محمدؓ

محمد ابن عبداللہ زینبؓ کے جگر گوشے
نواسہ فاطمہؓ کے جعفرِ طیارؓ کے پوتے

حضور شاہ عالم میں آئے منت سے گزارش کی
بصد عجز و ادب ان سے جانیکی اجازت لی

کہا زینبؓ نے ماموں جان سے جا کر اجازت لو
وہ فرمائیں تو بیٹا سر کٹا دو جاؤ رخصت ہو

ہوا حاضر با ادب بھانجہ ماموں کی خدمت میں
امام دوسرا مصروف تھے شغلِ عبادت میں

نظر الفت سے ڈالی روئے تابانِ محمدؓ پر — کہی تحسین بہم جوشِ ایمانِ محمدؓ پر

ہوا دل مضطرب آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے — مگر فوراً زباں پر کلمۂ ضبط و سکوں لائے

اجازت پا کے دل خواستہ وہ رن میں جانبکی — کہا نورِ نظر ہاں جاؤ دے تمکو خدا نیکی

یہ بجلی کی طرح خنجر بکف میداں میں آئے — سنان و تیر ان پر ہر طرف سے سب نے برسائے

یہ پہنچے لڑتے لڑتے دم زدن میں قلب لشکر تک — مسلسل زخم کھائے ساق پائے سینہ و سر تک

شہید آخر ہوئے تلوار خون آشام دشمن سے — ہٹا پیچھے نہ اصلا پھر بگفتن بھی قدم رن سے

جو دیکھی عونؓ نے بھائی کی نعشِ پاک میداں میں — اجازت لی بڑھایا مرکبِ چالاک میداں میں

گیا آگے وہ اپنے بھائی کے قاتل کو سقر واصل — بہت سے نامرادوں کو جہنم میں کیا داخل

بڑھے خود رکھ لیا فوجِ عدو کو مار کے آگے — سپاہی سامنے سے ہر طرف بیساختہ بھاگے

اشارہ دور سے فوجوں کو ابن سعد کرتا تھا — مگر خود سامنے آتے ہوئے میداں میں ڈرتا تھا

بجا کر آنکھ عبداللہ ابن قطبہ طائی نے — لعین ناخلف بدکار و گر شیطاں کے بھائی نے

کیا عونؓ معین ملت اسلام پر حملہ — کیا جانباز حق فتاح فوج شام پر حملہ

بالآخر ہو گئے عونؓ محمدؓ جاں بحق دونوں — ہوئے ہم رشتہ شیدائیاں ماسبق دونوں

شہادت حضرت ابوبکر عبداللہؓ بن حسنؓ بن علیؓ

ابوبکر گرامی یعنی عبداللہ حق آگاہ — برادر زادہ و ابن حسنؓ سبطِ رسول اللہ

چچا کے سامنے اذنِ وغا کے واسطے آئے — بصد تکریم آدابِ امامت سب بجا لائے

کیا اُن کو بھی سینہ سے لگا کر آپ نے رخصت — بڑھے یہ بھی سوئے میداں بجاہ و شوکت و حشمت

یہ فرزند حسنؓ حسن جمال و شکل و صورت میں — خصائل میں فضائل میں شجاعت میں شہامت میں

غرض یہ ہے کہ تھے ممتاز تر فرخندہ سیرت تھے — پھر اس پر طرہ یہ سرمست صہبائے شہادت تھے

نہایت تیز دستی سے نہایت سرفروشی سے — قلم کرتے ہوئے سر اشقیا کے گرم جوشی سے

وہاں پہونچے جہاں تھا عمر ابن سعد استادہ — اٹھا کر تیغ لپکا میر لشکر پہ نبی زادہ
اُٹھا کر نیزہ و خنجر کیا یہ عزم مستحکم — کہ ابن سعد ہی کا خاتمہ کر دیجئے یکدم
مگر یہ رنگ باراں دیدہ فوراً پشت مرکب سے — اُتر کر جا چھپا پیدل رسالہ میں کسی ڈھب سے
چلی باہم گر تلوار اس موقعہ پہ شدت سے — بہت مارے گئے فوجی ہوئے مجروح کثرت سے
نہ پایا قلب میں لشکر کے جب سالارِ لشکر کو — تو پھیرا آپ نے بھی سوئے میداں رخشِ اطہر کو

بختری شامی اور حضرت عبداللہ کا مقابلہ

سپہ سالار کو جب پیادوں میں مضطرب پایا — تو اک شامی بہادر تیغ بر کف سامنے آیا
یہ شامی بختری ابن عمر قزاق فطرت تھا — نہایت سرکش و مغرور تھا مائل بہ نخوت تھا
بہ کبر و ناز ابن سعد سے بے ساختہ بولا — کبھی جنبش کماں کو دی کبھی تلوار کو تولا
کہا اے میرِ لشکر کیا ہوا وہ تاج سالاری — نہیں زیبا تجھے زنہار دعوائے سپہ داری
دکھاتا ہے سپہ سالار ہو کر پشت غازی کو — سمجھتا ہے قضا اپنے لئے مرد حجازی کو
کہا یہ عمر ابن سعد نے فرط ندامت سے — بلاشک بختری میں بچ گیا اس دم ہلاکت سے
اگر بچ کر نہ میں اس وقت میداں سے نکل آتا — یقیناً پنجۂ تیغ قضا میں آپ کو پاتا
اگر اے بختری تو افسری کا مجھ سے خواہاں ہے — اگر تو اپنی قوت اپنی شہ زوری پہ نازاں ہے
تو لے کر ایک دستہ پانچسو فوجی جوانوں کا — برائے قتل عبداللہ فوراً ان کی جانب جا
نہیں تاریخ میں لیکن سیر کی اک شہادت سے — رقم یہ روضۃ الاحباب کے اندر روایت سے
صداقت کا حوالہ بھی دیا ہے لکھنے والوں نے — لکھے ہیں واقعاتِ کربلا اکثر رسالوں نے
مرے پیش نظر اس وقت ہے مطبوعہ مخزن — مصنف جس کے نصر اللہ خاں ہیں ماہر ہر فن
سند لکھی ہے جس نے اس لئے اس مخزن تر کی — کہ یہ تصنیف پاکیزہ ہے بارہ سو اٹھتر کی
میرا ماخذ ہے تاریخ طبری جیسے [illegible] ہوں — کہ میں نقاش ابنِ خلدون کی وجاہت میں

بہ ایمائے سپہ سالار رن میں بختری آیا
سپاہی پانچسو ہمراہ لڑنے کے لئے لایا
بنایا دائرہ اُن فوجیوں کا فتنہ پرور نے
کیا محصور عبداللہ کو مرد بد اختر نے
گھرا دیکھا جو خود کو نرغۂ اعدا میں فاتح نے
بلایا رن میں خاص احباب کو شبیر حجازی نے

فیروزان اور بختری کی جنگ

پکارا رن سے فیروزان مولائے یگانہ کو
محمد بن انس کو اور اسعد بن دخانہ کو
یہ تینوں نامور آواز عبداللہ پر آئے
تمام آلات حرب و ضرب کو خود ساتھ میں لائے
بجز آل عبا اغیار کہنے کو نہ تھے باقی
مگر یہ تین خدمت کے لئے تھے رہ گئے باقی
غلام خاص فیروزان تھا غازی دلاور کا
بجائے خویش ہر دم منتخب تھا یہ عرب بھر کا
نہایت بیجگر لڑنے میں تھا صدمے سے لڑتا تھا
مخالف بچ نہ سکتا تھا یہ جب خنجر پکڑتا تھا
محمد بھی اسد بھی دونوں یکتائے زمانہ تھے
شجاعت میں تھے لاثانی مگر بے آب و دانہ تھے
مقابل بن کے عبداللہ کا خود بختری آیا
مگر فی الفور فیروزاں نے گھوڑے کو چمکایا
لیا نیزہ کی زد پر بختری کو ڈانٹ بتلائی
قیامت آتے آتے سامنے ناپاک پر ڈھائی
سواروں پر گرے تینوں دلاور برق کی صورت
کیا ہر ایک نے اشرار پہ حملہ بصد شدت
کمال فن سے فیروزان کے تھا بختری حیراں
بچا کر جان بھاگا سامنے سے بے سر و ساماں
بہت گھمسان کا تھا معرکہ میدان میں جاری
بہت تیزی سے تھے قعر جہنم کو رواں ناری
ہوا میداں میں جب بختری کا بخت برگشتہ
کمک کو لایا شیث ابن ربعی لے کے اک دستہ
کمک جب تازہ پہنچی بختری کے لڑنے والوں کو
دلائی بختری نے اور غیرت بد سگالوں کو
بڑھایا بختری و شیث نے فوجی سواروں کو
لیا نرغے میں پھر لشکر نے چاروں نامدوں کو

شہادتِ اسد و فیروزان

اسد شیر نیستانِ شجاعت رَن میں کام آیا ‌ ‌ پیا سے جانِ فیروزاں کے تھے سارے یہ غولایا
تھا سارا جسمِ فیروزان چھلنی چور زخموں سے ‌ ‌ تمام کار غازی ہو گیا مجبور زخموں سے
سکت باقی نہ اعضا میں رہی قوت ہوئی زائل ‌ ‌ ہوا معلوم اب گرنے کو پشتِ زین سے ہے گھائل
یہ منظر دور سے جس وقت عبداللہ نے دیکھا ‌ ‌ بڑھایا سوئے فیروزان فوراً آپ نے گھوڑا
صفوں کو صاف کرتے آپ فیروزان تک آئے ‌ ‌ قتیلِ راہِ اُلفت جب حبیبِ ایمان تک آئے
بٹھایا نیم جاں کو اپنے آگے اپنے توسن پر ‌ ‌ یہ چاہا خیمہ تک پہنچا دیں مجروح غازی کو لیجا کر
مگر توسن سے بار اُٹھا نہ اصلاً دو سواروں کا ‌ ‌ تعاقب بھی کیا اعدا نے دونوں جاں نثاروں کا
بہادر تیغ زن مرکب سے اپنے خود اُتر آیا ‌ ‌ چلا مجروح کو ہمراہ لے کر صورتِ سایا
قضا کا حکم لیکن بے نیاز پاسداری ہے ‌ ‌ کہ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ سَاعَۃً ارشادِ باری ہے
ابھی کچھ دور فیروزان کو لائے تھے عبداللہ ‌ ‌ کہ حکمِ حق سے آ پہونچا فرشتہ موت کا ناگاہ
ہوا راہی شہیدِ عشق فیروزان جنت کو ‌ ‌ گیا دارِ فنا سے صاحبِ ایمان جنت کو
رفیقِ جنتی کی نعش کو پہونچا کے عبداللہ ‌ ‌ سوئے فوجِ عدو بڑھتے ہوئے پھر آئے وا اسفا
اسد کے قاتلِ بدکیش کو فی النار فرمایا ‌ ‌ فرس کو بختری کی سمت پھر میداں میں دوڑایا
اگرچہ سترہ تھے زخم کاری جسمِ اطہر پر ‌ ‌ مگر پھر بھی کیا اس شان سے حملہ بد اختر پر
ہوا مجروح زخمی بختری بدبخت میداں میں ‌ ‌ بچا کر جان بھاگا چوٹ کھائی سخت سینہ میں
امیرِ فوج کے ہمراہ بھاگی فوج بھی ساری ‌ ‌ ہوئے لڑنے سے عاری چند ساعت تک یہ سب ناری
پریشاں ہو کے ابنِ سعد میداں میں چلا آیا ‌ ‌ کسی فوجی کو ڈانٹا اور کسی افسر کو دھمکایا
پسر اجبار کا یوسف بہ شکلِ سامنے آیا ‌ ‌ ہوا ناراض اُلٹا میرِ لشکر پیچ بے تایا
کہا یوسف نے تم کیسے سپہ سالارِ لشکر ہو ‌ ‌ کہ خود لڑنے سے ڈرتے ہو مگر ناراض ہم پر ہو

بگڑ کر عمر ابن سعد بولا مرد نادانف — سپاہی ہو کے تو اتنا نہیں اے نا سزا واقف

نہیں لڑنا ہمارا کام ہم تم کو لڑاتے ہیں — وہی کرتے ہیں ہم اوپر سے جو احکام آتے ہیں

عبیداللہ عامل نے دیا ہے حکم یہ ہم کو — لڑائیں ہم عدو سے ہر عزیز ہر معظم کو

بس اے یوسف ابھی میدان میں جا کچھ کام کر جا کر — کیا جائیگا ورنہ بے گماں تجھکو تہ خنجر

پے گفتن ہی کہنے گفتگو یہ لب پہ آئی تھی — بگڑ کر یوسف بے کارواں کو موت لائی تھی

بصد اکراہ یوسف عرصۂ پیکار میں آیا — اجل کے ہاتھ بکنے جنگ کے بازار میں آیا

کلیجہ کانپتا تھا دل ہراساں پاؤں لرزاں تھے — فرشتے موت کے میدان میں خنجر بداماں تھے

ابھی میدان میں یہ آکر سنبھلنے بھی نہ پایا تھا — ابھی پیش مقابل نیزہ و خنجر اٹھایا تھا

کہ عبداللہ کی تلوار چمکی اور پڑی سر پہ — زمیں پر سر گرا ایک بار گردن سے جدا ہو کے

پڑا یوسف کا بیٹا اور بھتیجہ منتخہ ہو کر — مگر دوزخ میں پہنچے یہ بھی دونوں سرکش خودسر

کوئی تنہا نہ لڑنے کو بڑھا مرد حجازی سے — سپاہی اور افسر سب کے لرزاں خوف غازی سے

حضرت عبداللہ کی تشنگی اور تقاضائے آب

یہ نازک نازنیں تشنہ و تصویر یداللہی — حسنؓ ابن علیؓ کا جانشین یر یداللہی

قریب حضرت عم العطش کہتا ہوا آیا — جبیں سے خود و بکتر سے لہو بہتا ہوا آیا

کہا اے عم بہت پیاسا ہوں ملے پانی — کہ ہو لطف خدا سے معرکہ یہ سر بآسانی

کہا اے لخت دل کوثر بساغر ساقی کوثر — کھڑے ہیں دیر سے ہمراہ حیدر خلد کے در پر

رہ دابر دوش اماں جان بھی تشریف فرما ہیں — وہ دیکھو بھائی صاحب سامنے وہ جلوہ آرا ہیں

رواں ہیں سامنے وہ کوثر و تسنیم کی نہریں — وہ دیکھو اٹھ رہی ہیں قلزم توحید میں لہریں

تمہارے منتظر سارے بزرگان مکرم ہیں — وہ دیکھو راہ تسلیم و رضا میں سب کے سر خم ہیں

حرام اے لخت دل ہم پر یہاں دنیا کا پانی ہے — کہ آب تیغ و پیکاں سے ہمیں تسکین پانی ہے

غرض صبر و سکون و ضبط کی تعلیم فرمائی
کلیجہ سے لگا کر ہر طرح کی ہمت افزائی

بڑھے میداں کو عبداللہ پھر درس بکا پاکر
کہا ھل من مبارز پھر عدو کے سامنے آکر

مگر لڑنا عدو جانے ہوئے تھے اس دلاور کا
کوئی افسر آیا سامنے لڑنے کو لشکر کا

ہوئی یلغار یورش ہر طرف سے مرد غازی پر
چلے ہر سمت سے تیغ و سنان و نیزہ و خنجر

قریب آ کے ناری دُور سے نیزے چلاتے تھے
یہ سب جنگ آزما میداں میں قسمت آزماتے تھے

ہزار زخموں سے چکنا چور جب مجروح شہزادہ
تو عبداللہ بن عقبہ سپاہ شام کا پیادہ

بڑھا تیر و کماں لیکر چلائے تیر غازی پر
ہوئے آمادہ دیگر اشقیا بھی ترک تازی پر

تھا ناوک غنوی ناپاک کا تیر قضا گویا
ہے پاکیزہ صدف کو جس نے بزم دہر سے کھویا

ہوئے واصل بحق بو بکر عبداللہ میداں میں
ہوا گم آسمان معرفت کا ماہ میداں میں

جناں کا رُخ کیا بزم جہاں سے ابن حیدرؓ نے
شہادت پائی فرزند حسنؓ سبط پیمبر نے

حسینؓ سید کونین کے لب سے فغاں نکلی
مگر شکر خدا بن کر یہ آواز نہاں نکلی

الٰہی روح عبداللہ پر ہوں رحمتیں نازل
مدام اس مرد حق آگاہ پر ہوں رحمتیں نازل

حضرت سیدنا امام حسنؓ کی شفقت و محبت اولاد کیسا تھا

حسنؓ نور نگاہ فاطمہؓ لخت دل حیدرؓ
امیر نوجوانان جناں فرزند پیغمبرؐ

بجاہ خسروی تشریف فرما تھے مدینہ میں
نمایاں رحمت و رافت کا تھا اک جوش سینہ میں

سلامی نونہالان حسن آ آ کے ہوتے تھے
شگفتہ آپ بچوں کو شگفتہ پا کے ہوتے تھے

ملنے پر کبھی اظہار شفقت تھا عطائیں تھیں
کبھی اکبرؓ کبھی عونؓ و محمدؓ کو دعائیں تھیں

کبھی ہوتی تھیں عبداللہ سے کچھ پیار کی باتیں
کبھی ہوتی تھیں اصحاب اقارب سے ملاقاتیں

یکایک مسکراتے کھیلتے قاسمؓ نظر آئے
قریب سبط زہراؓ راحت جان و جگر آئے

کلیجہ سے لگایا حلق چوما پیار فرمایا
محبت کا نئے انداز سے اظہار فرمایا

دیئے بوسے لبؑ عارض کو اشک آنکھوں میں بھر آئے   جگر کے ٹکڑے آنسو بن کے دامن پر نظر آئے
کہا اے لختِ دل اے راحتِ جاں آ مرے بچے   میں قرباں تم پہ عبد اللہؑ ہو تم کس قدر اچھے
تمہیں لکھ کر نیا تعویذ ہم اک آج دیتے ہیں   نوید قربِ یزداں مژدۂ معراج دیتے ہیں
مگر اے راحتِ جاں نقش یہ وہ اسمِ اعظم ہے   اثر جس کا بطورِ راز پنہاں راز محکم ہے
کبھی اسکو نہ ہرگز کھولنا تم اپنے بازو سے   جدا کرنا نہ اسکو بھول کر بھی اپنے پہلو سے
کبھی پڑھنا نہ اسکو اس ارادے سے لکھا گیا ہے   نہ کرنا فکر یہ لکھنے سے اسکے مدعا کیا ہے
مگر جب کوئی مشکل پیش تم کو سخت تر آئے   نہ اصلا حلِ مشکل کی کوئی صورت نظر آئے
وفورِ فکر و غم سے تم اگر بے آس ہو جاؤ   گرفتارِ ہجومِ خطرۂ وسواس ہو جاؤ
تو اے نورِ نظر اس وقت تم اس نقشِ اعظم کو   بلا شک کھولنا اور یاد کرنا پیشتر ہم کو
حروف اس نقش پر لکھے ہوئے جو کچھ نظر آئیں   مطالب جو تخیل میں بالفاظِ دگر آئیں
انہیں پڑھنا بغور و فکر پھر اُن پر عمل کرنا   جو مشکل پیش آئی ہو اسے اسطرح حل کرنا
یہ کہکر کچھ لکھا پھر لکھ کے باندھا نقش بازو پہ   کیا کچھ پڑھ کے دم قلبِ حسنؑ پہ چشم و ابرو پہ
لگایا پھر کلیجہ سے دوبارہ راحتِ جاں کو   کیا رخصت بالآخر قاسمؑ جنت بداماں کو
حسنؑ کا ماہ پارا راحتِ جانِ جگر قاسمؑ   سراپائے جمالِ صورتِ خیر البشرؐ قاسمؑ
جہانِ دلبری جانِ جہانِ دلربائی تھا   مجسم نورِ تصویرِ جمالِ مصطفائی تھا

حضرت قاسمؑ کی معروضات فی اجازت طلبی جنگ

شہیدانِ معظم ہو گئے قاسمؑ کے جب بن میں   خیالِ انتقام آیا یکایک قلبِ روشن میں
حضورِ شاہ میں آئے بصد منت گزارش کی   کمالِ عجز سے میدان میں جانیکی خواہش کی
امامِ دوسرا نے فرطِ غم سے منع فرمایا   کہا اے راحتِ جاں زندگی کا تم ہو سرمایہ
ہو تم نورِ نظر تصویر ہو تم میرے بھائی کی   نظر تم میں جھلک آتی ہے شانِ مصطفائی کی

میں تم کو سر کٹانے کیلئے کیونکر اجازت دوں — طبیعت مضطرب ہے کس طرح اذنِ شہادت دوں
اعزا اقربا سب بیچھے جا نہیں رہِ حق میں — مٹے احباب سارے الفتِ خلاقِ مطلق میں
نہ اکبرؑ ہیں نہ جعفرؓ ہیں نہ عبداللہؓ باقی ہیں — نہ اب عونؓ و محمدؓ بھی جہاں میں آہ باقی ہیں
فقط اب تم ہو یا بیمار اک سجادؑ باقی ہے — تمہیں سے نور ہے اوجِ عالمِ ایجاد باقی ہے
نہیں دل کو گوارا تم بھی داخل ہو شہیدوں میں — تمہیں روحِ رواں ہو لختِ دل میری امیدوں میں

حضرت علی اصغرؓ کی شہادت

ابھی جاری تھیں باتیں چچا کی اور بھتیجے کی — ابھی مستور تھی صورت نگاہوں سے نتیجے کی
علی اصغرؑ کے رونے اور سسکنے کی صدا آئی — سکینہؓ ننھے بھائی کو اٹھا کر گود میں لائی
کہا دیکھو تو بابا جان ان کو ہو گیا کیا ہے — یہ کیوں روتے ہیں ہچکی بندھی ہے ماجرا کیا ہے
کہا زینبؓ نے بھائی اب یہ اصغرؑ پیاس کے مارے — کوئی دم کے ہیں مہمان آپ کی آنکھوں کے تارے
کوئی بچا کے حال ان کا ستمگاروں کو دکھلائے — سپاہ اشقیاء کو ان پہ شاید رحم آ جائے
امامِ دوسرا نے انکی نازک دیکھ کر حالت — لیا فوراً ہی آغوشِ مبارک میں بصد شفقت
زباں اپنی چسائی فرطِ رحمت فرطِ رافت سے — اٹھایا دوش پہ باہر کو لے آئے محبت سے
کہا اے عمر ابن سعد اے افواجِ سنگدل — یہ بچہ ہے دفورِ تشنگی سے نیم جاں بسمل
یہ مانا میں مخالف ہوں تمہیں مجھ سے عداوت ہے — تمہارے دل میں مجھ سے بے سبب رنج و کدورت ہے
یہ بچہ شیر خوار و بے زباں معصوم و کمسن ہے — کرو اس پر توجہ لطف و کرم گر تم سے ممکن ہے
مخالف ہو نہ تم اس کے نہ یہ دشمن تمہارا ہے — روا اس پر تشدد ہے نہ ظلم اس پر گوارا ہے
جفا و جور بچوں پر کسی سے نہیں جائز زمانے میں — کھلونے قدرتی ہیں یہ خدائی کارخانے میں
فضائے عالمِ انسانیت کا واسطہ تم کو — رواج و رسم و راہِ قومیت کا واسطہ تم کو
عطا اس کمسنِ معصوم کو دو گھونٹ پانی ہو — کہ شاید از سرِ نو اس کو حاصل زندگانی ہو

شقاوت اے معاذ اللہ شقاوت بد نہادوں کی | ہوئی اصلا نہ کم کچھ بربریت نامرادوں کی
بجائے آب نبائے اسد نے بڑھ کے میداں سے | تواضع اصغرؓ معصوم کی کی آبِ پیکاں سے
چلایا تیر ظالم حرملہ فرزند کاہل نے | نشانہ حلقِ اصغرؓ کو بنایا ہائے قاتل نے
گلوئے نازکو تیرِ ستمگر کاٹ کر نکلا | لب پیکاں لہو اس نازنیں کا چاٹ کر
کیا اظہار بیدردی نے بے رحمی ستمگر نے | تڑپ کر جان دی دوشِ شہ والا پہ اصغرؓ نے
زیادہ اس سے کیا ہو گی ستم کوشی و خونخواری | رہے گی تا ابد تازہ یہ روداد جفا کاری
درونِ خیمہ لیکر نعش بچے کی امام آئے | شکستہ خاطر و غمگیں شہ عالی مقام آئے
خواتینِ معظم صرفِ شیون و فغانِ ماتم تھیں | مگر اللہ کی مرضی پہ شاکر خوگرِ غم تھیں
اُٹھا کر رخ کو سوئے آسماں حضرت نے فرمایا | الٰہی ہم پہ کرتے ہیں مظالم جو فرمایا
نہیں شکوہ ہمیں کیا ہو رہا ہے اے خداوندا | مگر امداد کا طالب ہے تجھ سے تیرا یہ بندا

الٰہی ان جفاؤں کا ستمگاروں سے بدلہ لے
ہمیں توفیق صبر و ضبط و استقلال مولا دے

حضرت قاسمؓ کی دوبارہ اجازت طلبی

ابھی تسکینِ مستورات میں مصروف سرور تھے | ابھی ڈوبے ہوئے اشکوں میں ہی شہ مضطر تھے
قدم پر گر پڑے قاسمؓ باندوہ والم آ کر | ادب سے عرض کی اے قبلۂ عالم جہاں پرور
مجھے تاریک اب یہ جہاں معلوم ہوتی ہے | مجھے اب زندگی بارِ گراں معلوم ہوتی ہے
خدارا مجھ کو لڑنے کی اجازت مرحمت کیجئے | پیاسا ہوں مجھے جامِ شہادت مرحمت کیجئے
بھتیجے کو شہِ دیں نے لگایا اپنے سینے سے | طلب کی نصرت و امداد پیغمبر مدینے سے
ادھر ہچکی بندھی قاسمؑ کی روئے اسطرف سرور | غشی ہی ہو گئی طاری دفورِ غم میں دونوں پر
عروسِ رحمتِ باری نے دامن کی ہوائیں دیں | فرشتوں نے فضائے عرشِ اعظم سے دعائیں دیں

اسی دورانِ مدہوشی میں قاسمؓ کو خیال آیا
نظر کے سامنے والد کا حسنِ بے مثال آیا

بندھا تھا عالمِ طفلی سے جو تعویذ بازو پر
عیاں ہوتی رہا کرتی ہے جس کی ہر [illegible]

اسی نقشِ حسنؓ کی آج شہزادے کو یاد آئی
بہشتِ شوق بن کر سامنے دل کی مراد آئی

غشی زائل ہوئی سنبھلی طبیعت چین سا پایا
جدا فی الفور نقشِ پاک کو بازو سے فرمایا

حضرت امام حسنؓ کی قاسمؓ کو وصیّت

پڑھی تحریر تنہائی میں سب نقشِ معظم کی
عبارت باپ کی جانب سے بیٹے کو وصیت تھی

حسنؓ نے صاف اپنے لختِ دل قاسمؓ کو لکھا تھا
کہ اے جانِ تمنا عنقریب اک وقت آئے گا

ہمارے بعد محشر کربلا میں اک بپا ہو گا
ہمارا خاندان کا خاندان جس میں فنا ہو گا

حسینؓ پاک کا دشمن یزید ناخلف ہو گا
ہمارا خاندان بھوکا پیاسا سب تلف ہو گا

تباہی آئے گی دنیا نبیؐ کے خانوادے پر
چلیں گے تیغ و خنجر دشت میں ہر شاہزادے پر

مرے لختِ جگر ہاں اے مرے لختِ جگر قاسمؓ
مری آنکھوں کی ٹھنڈک اے مرے نورِ نظر قاسمؓ

چچا پر جب تمہارے وحشت میں وقت بد آئے
تمہیں جب قتل کرنے لشکرِ اہلِ حسد آئے

چچا پر تم بھی اپنی جان کو قربان کر دینا
خدا کی راہ میں جانِ حزیں کو جان کر دینا

پڑھی جس وقت یہ تحریر شاداں ہو گئے قاسمؓ
پدر کی وسعتِ علمی پہ حیراں ہو گئے قاسمؓ

یہ تھا وہ علم جو اللہ نے بخشا تھا حیدرؓ کو
یہی وہ علم تھا حاصل تھا جو شبیرؓ و شبرؓ کو

یہ تھا وہ علم جس کے شہرِ اعظم خود پیمبرؐ تھے
یہ تھا وہ علم جس کے حضرت مولا علیؓ در تھے

سہ بارہ حضرت قاسمؓ کی اجازت طلبی

امامِ دوسرا نے سن کے جب کچھ سکون پایا
نظر کے سامنے قاسمؓ باندازِ دگر آیا

لبِ خاموش پر ہرگز نہ حرفِ مدعا آیا
اُسی تعویذ کو قاسمؓ نے لیکن نذر فرمایا

حسینؓ ابن علیؓ نے خط حسنؓ ابن علیؓ کا سب
پڑھا اوّل سے آخر تک سمجھ کر معنی و مطلب

کہا لختِ جگر منشاء حق میں کس کو چارہ ہے
مرے بھائی کی یہ تحریر اک غیبی اشارہ ہے

کہا اے نورِ دیدہ فی امان اللہ لو جاؤ
مری آنکھوں کے تارے ہاں مری آنکھوں سے کھو جاؤ

حضرت قاسمؓ کی میدان داری

یہ شیرِ ہاشمی شہزادہ یوسف لقا قاسمؓ
یہ شمشیرِ الٰہی یہ خنجر آزما قاسمؓ

تمام آلاتِ حرب و ضرب سے آراستہ ہو کر
اجل اور دشمنوں کے درمیاں اک واسطہ ہو کر

نہایت ٹھاٹھ سے میداں میں آیا تیغ چمکائی
چمکتی دھوپ میں بجلی سی اک سرعت سے لہرائی

فرس نے دھر لیا ٹاپوں پہ اعدائے ستمگر کو
اڑایا جنبشِ تیغِ قضا نے صاف سر سر کو

ابھی خیمہ پہ توسن تھا ابھی میداں میں آ آیا
عناں پھیری جدھر راکب نے بس وہ اُدھر آیا

مبارز خواہ شہزادہ رہا کچھ دیر میداں میں
مگر تھا مردِ میداں کون فوجِ فتنہ ساماں میں

اشارہ پر اشارہ کر رہا تھا شمر ذی الجوشن
تھا ابن سعد کا دل بھی ہراس و خوف کا مسکن

نہ آئیں اشتعال انگیزیاں کچھ کام میداں میں
پریشانی ہزیمت تھی نمایاں عام میداں میں

اُدھر قاسمؓ کی ضربِ تیغ اپنا کام کرتی تھی
اودھر اندیشہ لڑنے سے سپاہ شام کرتی تھی

کیا اس قصد سے قاسمؓ نے فوجِ شام پر حملہ
ہوئے میداں میں صحرا لشکری بے کلغی و شملہ

سوار اک سمت اور اک سمت پیدل بھاگے جاتے تھے
تھے بزدل موت کے پنجے سے سب جانیں چھڑاتے تھے

بہادر تیغ زن نے جس طرف دوڑا دیا گھوڑا
جو زد پہ آ گیا ہرگز اسے زندہ نہیں چھوڑا

ازرق شامی کی لڑائی

کیا قاسم نے ابن سعد کی جانب سوالِ مرگ جب
باندازِ تحمل اس سے فرمایا کہ لا مذہب

بہادر باپ کے تم کس قدر نامرد بیٹے ہو
ولادہ گر سپاہِ شام میں باقی نہیں کوئی
ہزاروں فوج سے حملے کرتے ہو یلغار کیوں ہم پر
ہمیں بھوکا پیاسا جان کر بھی ہم سے ڈرتے ہو
ادھر شہزادۂ ذیجاہ تھا صرفِ رجز خوانی
نکل کر قلبِ لشکر کے سوئے میمنہ پہنچا
کہا ازرق سے ابن سعد نے اے مردِ نام آور
تعجب ہے کہ قاسم تیرے ہوتے ہو ابھی زندہ
دکھا جوہر سنان و تیغ کے اے ازرقِ شامی
کہا ازرق نے ابن سعد سے بزدل ہو ڈرتے ہو
میں اک کمسن سے یہ ڈالوا لی تھ یہ میری اہانت ہے
مقابل ہوں میں اک بھوکے پیاسے طفلِ نورس کا
کہا ازرق سے ابن سعد نے تو یہ غلط سمجھا
علی شیرِ خدا کا قاسمؑ شہزور پوتا ہے
بنا باتیں نہ اب ہاں جلد جا لڑنے کو میداں میں
کہا ازرق نے قاسمؑ سے میں لڑنے خود نہ جاؤں گا
کڑک کر چار دل بیٹوں کو بلایا سامنے اپنے
بظاہر تیغ زن چاروں پسر معلوم ہوتے تھے
بڑے بیٹے سے ازرق نے کہا اے جنگجو لڑکے
ابھی میداں میں جا سر تن سے قاسمؑ کا جدا کر دے
دلاور پیلتن یہ چھوٹتا میدان میں آیا

قضا سے منہ چھپاتے ہو بڑے قسمت کے ہیٹے ہو
ہم سرِ میداں میں آ کر خود دکھاؤ پھر تمہیں کوئی
اٹھاتے خود نہیں میداں میں تلوار کیوں ہم پر
ہو مرنے سے گریزاں دولتِ دنیا پہ مرتے ہو
اُدھر تھا عمر ابن سعد کا دل خوف سے پانی
صفوں میں ازرقِ شامی کو پشتِ اسپ پر دیکھا
سپاہِ شام میں بیشک نہیں تیرا کوئی ہمسر
مجھے اس نوجواں سے کر دے اے شہزور شرمندہ
مٹا نامِ عدو دنیا سے لے نام آوری
سرِ میداں کرے آگے مری توہین کرتے ہو
شجاعت سے مری لرزاں ہر اک اہلِ شجاعت ہے
لگا برجستہ اس توہین سے دل پر مرے نہ سہ سکا
نہیں سمجھا اگر قاسمؑ کو کمسن ہی فقط سمجھا
یہ وہ ہے جس کا بہ وقتِ وغا حیدرؑ و صفدر کا ہوتا ہے
نمایاں کر جو دم خم ہے تری شمشیرِ عریاں میں
مگر سر اس کا گردن سے اتروا کر نہ آؤں گا
امیرِ فوج سے سب کو بلایا سامنے اپنے
جری و فتنہ جو بیباک گر معلوم ہوتے تھے
سنان و تیغ کے جوہر دکھا قاسمؑ سے تو لڑ کے
قیامت عرصۂ پیکار میں تازہ بپا کر دے
اٹھائی تیغ گھوڑوں کو کیا مہمیز چلا یا

سپر اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں شمشیر عریاں تھی
شجاعت رخ سے طاقت دست بازو سے نمایاں تھی

مقابل کو ستمگر دور سے للکارتا آیا
فرس کو ہر قدم پر ٹھوکروں سے مارتا آیا

اٹھایا ہاتھ کھینچی تیغ چاہا چھوڑ دے خنجر
کہ قاسمؑ نے کیا نیزہ کا فوراً وار سینہ پر

فنون جنگ سے واقف تھا آگے کو سپر کر دی
انی نیزہ کی توڑی ڈھال سے فوراً یہ پامردی

شکستہ ہوگئے نیزہ کو اٹھائی تیغ قاسمؑ نے
بدل کر نیزہ چھوڑی ادھر تلوار ظالم نے

سپر پر شاہزادے نے مگر تلوار کو روکا
بعجلت رخش کو پیچھے ہٹایا وار کو روکا

ہوئے تیغ عدوئے بیاتیں سے ڈھال کے ٹکڑے
بڑھے قاسمؑ اڑا نے دشمن بدحال کے ٹکڑے

عقب سے ڈھال لا کر دوسری ابن انس نے دی
مگر دیکھا کہ پشت دست شہزادہ کی ہے زخمی

عمامہ پھاڑ کر ابن انس نے زخم کو باندھا
دوبارہ کردیا فرزند ازرق نے پھر اک حملا

بچا پہلو بچا کر شاہزادہ تیز دستی سے
گرا قاتل زمیں پر جھونک کھا کر جوش مستی سے

ڈھلک کر خود سر سے گر گیا چوٹ آئی کچھ سر میں
لٹیں بالوں کی تھوڑی آگئیں دست دلاور میں

جٹائیں کھینچ کر ٹپا دیا گھوڑے کو غازی نے
دیا خود سر کو چکر ہر طرف مرد حجازی نے

زمیں پر دھڑ سے دے مارا اٹھا کر ابن ازرق کو
کیا فی النار یوں آخر عدوئے دین برحق کو

پسر کے قتل و ذلت سے بہت رویا بہت ازرق
ہوا ناری کا رنج و یاس سے منہ فق کلیجہ شق

بڑھا تا قاسمؑ سے لڑنے کے لئے مقتول کا بھائی
سر میداں اسے بھی کھینچ کر دامن قضا لائی

ہنر اکثر دکھائے نیزہ و شمشیر و خنجر کے
مگر پہلو میں کھا کر نیزہ غازی گرا مر کے

بھڑک کر تیسرا بھائی بجوش انتقام آیا
اجل کے ہاتھ یہ ناکام بھی میداں میں کام آیا

ارادہ کر دیا ازرق نے خود میدان آرائی کا
تماشا کر رہی تھی فوج اسکی آہ و زاری کا

بڑھا جو تھا پسر میداں کی جانب باپ سے پہلے
پدر سے کہہ گیا میں جان دیدونگا آپ سے پہلے

گیا شہزادہ نوسجادہ پر حملہ مقابل سے
پڑی تلوار جب تلوار چھوٹی دست قاتل سے

کٹا شانہ سے داہنا ہاتھ گھوڑے سے گرا ناری
جہنم آشنا پہونچا جہنم تک بصد خواری

فضائے نور میں گونجیں دعائیں فتح و نصرت کی
نگاہیں جھک گئیں سجدے کو مشتاقِ شہادت کی

اُدھر ازرق بصد غیض و غضب میدان میں آیا
زباں پر گفتنی ناگفتنی الفاظ کچھ لایا

کئے نیزہ کے بارہ وار جوشِ غم میں غازی پر
بہ قدرت مگر آمادہ تھا بندہ نوازی پر

ہوا میلا نہ اک موئے بدن اس مردِ میداں کا
گیا ہر وار خالی ازرقِ خنجر بداماں کا

کیا نیزہ سے حملہ فتنہ جو نے اسپِ غازی پر
گرا گھوڑا زمیں پر زخم خوردہ کاٹ کر چکر

محمدؐ بن انس میداں میں لائے دوسرا مرکب
تماشا دیکھتے تھے جنگ کا فوجی سپاہی سب

ہنر صد ہا دکھائے جنگ کے ازرق نے گو رن میں
لیے آلاتِ حرب و ضرب بھی گو دستِ رہزن میں

نتیجہ کچھ نہیں نکلا مگر زور آزمائی کا
نظر آیا خلافِ آرزو نقشہ لڑائی کا

کہا غازی نے حربے اور چاہے جتنے سب کر لے
ارادے جو نہاں سینے میں ہیں پورے وہ سب کر لے

یہ کہہ کر رن سے کھینچی تیغ جب قاسمؑ نے میدان میں
شعاعِ مہر بنکر برق سی کوندی بیاباں میں

چمک سے تیغ کی جھپکی نگاہِ ازرقِ شامی
بچایا وار کو چھپائی مگر ظالم یہ ناکامی

کہا قاسمؑ سے یہ تلوار تو میں نے خریدی تھی
دیئے تھے لاکھ درہم زہر میں بجھوا کے رکھی تھی

تعجب ہے کہ پہنچی آپکے ہاتھوں میں یہ کیونکر
کہا قاسمؑ نے بیٹے سے ترے چھینی ہے لے خود مر

سمجھکر یہ فریبِ جنگ دیتا ہے مجھے دشمن
مجاہد مسکرا کر یوں ہوا ازرق پہ طعنہ زن

بہت مشہور ہے سنتا ہوں تری میداں داری کا
مگر ہے تنگ ڈھیلا تیرا اب تک سواری کا

جھکا ازرق سنبھلکر تنگ کے اوپر نظر ڈالی
بعجلت وار کرنے کو بڑھا شہزادۂ عالی

کمر پر تیغ ماری کہہ کے الا اللہ غازی نے
دکھائی صولتِ شیرِ خدا گویا وہ غازی نے

گرا ازرق کا لاشہ پشتِ زیں سے ہو کے دو ٹکڑے
تھمے ہوش کھڑے تھے شامیوں کے رن میں جی کڑے

امامِ دوسرا نے بڑھ کے قاسمؑ کی جبیں چومی
مبارکباد لوحِ آسماں نے دی زمیں چومی

کہا قاسمؑ نے عمِ محترم مل جائے گر پانی
باذن اللہ ہو فوجِ عدو کا زور سب فانی

ظہورِ خلد کی شہ نے انہیں کھینچ کر بشارت دی
نوید حاضری بزمِ سلطانِ رسالت دی

امامِ پاک کے دستِ کرم کو چوم کر قاسمؓ
بڑھے پھر تیغ بکف تا صفوفِ لشکرِ ظالم

ہزیمت خوردہ فوجِ شام لڑنے سے گریزاں تھی
سپاہِ نیم جاں ہیبت زدہ سر در گریباں تھی

کئے دو تین حملے پے بہ پے غازی نے دشمن پر
بہت سے زخم تلواروں کے کھائے پشت گردن پر

کسی کو سامنے سے حملہ کرنے کی نہ تھی جرأت
مگر پیچھے سے آ کر وار کر جاتے تھے بے ہمت

شبابِ جنگ تھا جاری بصد شدت لڑائی تھی
سپہ سالار نے پیچھے سے فوج آگے بڑھائی تھی

صفوں میں جسقدر آگے کو بڑھ جاتا تھا شہزادہ
عقب سے فوج حملے کے لئے ہوتی تھی آمادہ

شہادت حضرت قاسمؓ

یکایک عمر ابن سعد نکلا تول کر خنجر
چلا دی بے حیا نے تیغ فوراً پشتِ قاسمؓ پر

یہ عمر سعد ازدی خانداں کا اک سپاہی تھا
سیہ کار و قوی ہیکل مجسم رو سیاہی تھا

لگا وہ زخم کاری تیغ کا پشتِ مبارک پر
گرا شہزادہ پشتِ زیں سے یا عماہ فرما کر

لپک کر شاہ دیں نے تیغ ماری عمر کے سر پر
مگر رد کا سیہ باطن نے فوراً ہاتھ پر خنجر

کٹا کہنی سے داہنا ہاتھ چیخا زور سے ناری
گرا وہ ہڑ سے زیں پر خون کا چشمہ ہوا جاری

کچل ڈالا خود اسکی فوج کے گھوڑوں نے ظالم کو
کیا پامال اجل نے ریزہ ریزہ جسمِ سالم کو

امامِ دوسرا قاسم کے بالیں پر تھے استادہ
زمیں پر قبلہ رو تھا جاں بحق ہونے کو شہزادہ

لہو کا ہر بنِ مو سے رواں تھا اک فوارہ
بدن سر تا بپا زخموں سے چکنا چور تھا سارا

حضور اندوہ کے عالم میں صرفِ اشکباری تھے
زباں سے حالتِ رقت میں یہ الفاظ جاری تھے

ہے تف اس ظلم رانی اس ستم اس خونچکانی پر
نہ کھایا رحم قاتل نے تمہاری نوجوانی پر

مرے لختِ جگر امداد کے طالب ہو تم مجھ سے
مگر ہیں قوتیں امداد کی سب آج گم مجھ سے

پہنچ جاؤں بھی تو اب کوئی اعانت کر نہیں سکتا
جہاں تم ہو وہاں جانے کی ہمت کر نہیں سکتا

ہو تم اے نورِ دیدہ اوجِ علیین پر فائز
مقامِ قرب میں ہو مسندِ تمکیں پہ فائز

چچا اب تک تمہارا اے عزیز ار جائے دنیا میں
مگر تم جلوہ آرا ہو چکے فردوس عقبیٰ میں

تمہارا منتقم لاریب خلاقِ دو عالم ہے
وہی بیشک بصیر و ناظرِ بیدادِ بہیم ہے

ادھر لب بر امام پاک کے فقرے جاری تھے
ادھر قاسمؓ ہم آغوشِ وصالِ ذاتِ باری تھے

ہوئے واصل بحق آخر شہادت پائی قاسمؓ نے
جوانانِ بہشتی کی سیادت پائی قاسمؓ نے

ہوئے قاسمؓ بھی شامل اہلِ حق میں حق شناسوں میں
انہیں بھی لا کے رکھا شاہِ والا نے شہیدوں میں

گیا نورِ نگاہِ حضرتِ شبیرؓ جنت میں
ہوئی پنہاں نبیؐ کی چاند سی تصویر جنت میں

حسنؓ کا لاڈلا لختِ جگر فردوس میں پہنچا
پدر کے سامنے جانِ پدر فردوس میں پہنچا

الٰہی واسطہ روحِ شہیدِ نوجوان قاسمؓ کا
الٰہی واسطہ رنگینیِ داماں قاسمؓ کا

مسلمانوں کو ذوقِ حریت دے جوشِ ایماں دے
عطا کر جذبۂ اسلام دل میں نورِ عرفاں دے

محبت ملتِ بیضا کی ہاں سچی محبت دے
عطا کر اتحادِ باہمی درسِ اخوت دے

شہیدانِ وفا کا جوش مسلم کو عنایت ہو
عمل کا جذبۂ خاموش مسلم کو عنایت ہو

حضرت امامؓ کا عزمِ جہاد اور حضرت عباسؓ کی میدان آرائی

خدا کی شان کے قربان گردِ خیمۂ انور
نہ اب کوئی نگہبان تھا نہ کوئی مونس و یاور

نہ خیمہ میں بجز سجادؓ کوئی مرد باقی تھا
نہ جز عباسؓ حضرت کا کوئی ہمدرد باقی تھا

تہ و بالا تھی دنیا آلِ اطہر کی امیدوں کی
طوافِ خیمہ دلہن کر رہی تھیں کچھ شہیدوں کی

قیامت خیز تھا یہ حشر آسا دورِ تنہائی
زمینِ کربلا پر ہر طرف تھی بے کسی چھائی

امامِ دوسرا نے سوئے میداں قصد فرمایا
ادھر آیا رگوں میں خون آنکھوں میں جلال آیا

یکایک سامنے خیمہ کے آئے اسپ دوڑا کر
علمبردارِ لشکر حضرتِ عباسؓ ابنِ حیدرؓ

ہنوز عباسؓ عالی شان علمبردارِ لشکر تھے
یہ زندہ یادگارِ فاتحِ احزاب و خیبر تھے

عیاں تھا آنکھوں سے رعبِ حیدرؓ شوکتِ شاہی
تھا انکے دستِ بازو میں نہاں زورِ ید اللّٰہی

مسلسل صبح سے گو آپ تھے ہر جنگ میں شامل
مگر اس وقت تک تھے پرچمِ اسلام کے حامل

عدو یہ ہی خیمۂ پُرنور پر جب حملہ کرتے تھے
تو اکثر آپ کی تلوار سے ہی موت مرتے تھے

محافظ تھے یہ خیمے کے نہ تھا جب پاسباں کوئی
تھے یہ ہمراز بھائی کے نہ تھا جب رازداں کوئی

عنانِ مرکبِ آخر جو انھوں نے تھام لی آ کر
کہا جانِ برادر ہے ابھی موجود یہ چاکر

ابھی عباسؓ زندہ ہے ابھی عباسؓ باقی ہے
ابھی اسکی رگوں میں جنگ کا احساس باقی ہے

ابھی تنہا سے آمادہ نہ ہوں سرکار لڑنے پہ
ابھی ہرگز نہ لیں سرکار دستِ پاک میں خنجر

اجازت دیجئے میں تشنۂ جامِ شہادت ہوں
مجھے بھی کیجئے رخصت کہ میں مشتاقِ جنت ہوں

کہا عباسؓ ہاں اک تم ہی تھے تم بھی جاتے ہو
مجھے اس بیکسی پر خون کے آنسو کیوں رلاتے ہو

رضینا بالقضا کہہ کر گیا عباسؓ کو رخصت
چلا مقتل کی جانب سر بکف غازی بصد ہمت

سرِ اقدس پہ رومی خود تھا چار آئینہ بر میں
سپر کاندھے پہ تھی مصری تیغ تھی دستِ دلاور میں

بجائے نیزہ تھا اک ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا
سلامی سامنے جس کے تھا فوجِ شام کا جھنڈا

بڑھا آگے توسنِ تازی کو میداں میں دیا کاوا
انھیں دیکھا تو فوراً دشمنوں نے کر دیا دھاوا

گرے یہ میمنہ پہ میسرہ کو توڑ کر نکلے
کسی کو نیم جاں بسمل کسی کو چھوڑ کر نکلے

کسی کا سر قلم ٹکڑے کسی افسر کے کر ڈالے
کیا پامال اس کو پاؤں مرکب نے جدھر ڈالے

چمک سے تیغِ شعلہ بار کی خیرہ نگاہیں تھیں
کشادہ ناریوں کے واسطے دوزخ کی راہیں تھیں

کیا جولاں فرس کو قلبِ لشکر کی طرف پہنچے
پڑی بھگدڑ جدھر یہ دلبرِ میرِ نجف پہنچے

عقب سے جب بڑھی فوجِ لعیں تو پیچھے کو پلٹ آئے
ہوا جب حملہ آگے سے تو یہ آگے سے ہٹ آئے

غرض تھا معرکہ گھمسان کا تھی جنگ شدت کی
لڑائی لڑ رہا تھا مردِ خوش آہنگ شدت کی۔

طلب آب اور انتہائی تشنگی

یکایک العطش ابن حیدرؓ کی صدا اُٹھی
ہوائے گرم خیمہ کی طرف سے برملا اُٹھی

پلٹ کر سوئے خیمہ پسرِ غازی نے نظر ڈالی
ستونِ خیمہ پر آیا نظر مشکیزہ اک خالی

سکینہؓ فاطمہؓ کو تشنگی سے مضطرب پایا
حرم ابن معظم کو بحال منقلب پایا

عنانِ اسپ کو عباسؓ نے میدان سے پھیرا
اُدھر آئے جدھر تھا عترتِ اطہار کا ڈیرا

حضرتِ عباسؓ کی فرات تک فاتحانہ رسائی

اُٹھا کر مشک پشت پر خود رکھ لی دلاور نے
دہن میں شست دریا کی طرف باندھی دلاور نے

سوارِ ابن محافظ کی طرف گھوڑے کو دوڑایا
علم کو ران پر دابا لب خنجر کو چمکایا

کیا اک نعرۂ شیرانہ اور سوئے فرات آئے
قطع کرتے ہوئے اشرار کا دورِ حیات آئے

پرے فوجِ مخالف کے جو غازی سے اُلجھتے تھے
وہ تیغ تیز کے ہاتھوں جہنم میں پہنچتے تھے

بہت روکا بہت خنجرزنی کی فوجِ لشکر نے
مگر ٹکڑے اڑائے دشمنوں کے تیغ دو سر نے

کٹے کائی کی صورت سامنے سے بزدلے دشمن
ہوئے فی النار خنجر سے گلے جتنے ملے دشمن

سپاہِ شام پر غالب امیرِ کائنات آیا
دلاور تیغ زن عباسؓ غازی تا فرات آیا

بڑھا کر دو قدم رپٹا دیا گھوڑے کو دریا میں
ہر اک سفاک تھا غرقِ ندامت فوجِ اعدا میں

اشارہ اسپِ تازی کو کیا پانی کے پینے کا
پیاسا اگرچہ تھا رہوار لیکن تھا قرینے کا

لگا جب منہ سے آبِ نہر ہونٹوں تک تری آئی
ہٹائی خود ہی سطحِ آب سے گردن بہ رعنائی

بھری عباسؓ نے فی الفور اپنی مشک پانی سے
کیا سیراب چشمِ تر کو دریا کی روانی سے

لیا چلو میں پانی اور پینے پر ہوئے مائل
مگر جب یاد آئے تشنہ لب دل ہو گیا گھائل

پڑھی لاحول پھینکا آپ نے پانی کو چلو سے
اُٹھائی مشک کاندھے پر ہوئے رخصت لبِ جو سے

غیور ایسے نہ جوشِ تشنگی میں بھی پیا پانی
رہے لب تشنہ آخر وقت تک گو پا لیا پانی

فرقِ مراتبِ انسانی و حیوانی

یہ فرزندِ علیؓ شبیرِ خدا تو فخرِ انساں تھے
فضائلِ آلِ ہاشم کے تمام انمیں نمایاں تھے

نہ پینا ان کا پانی داخلِ شانِ قناعت تھا
فرس کو کہئے کیا اس درجہ کیوں وہ باحمیت تھا

اثر تھا سب یہ صحبت کا یہ سب فیضانِ صحبت تھا
خدا کی شان حیواں خود شناسِ آدمیت تھا

تمام کب لیا زداں سے شبہ ہمدرد اسکو کہتے ہیں
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد اسکو کہتے ہیں

اسی میدان میں تھے جانور بھی اور انساں بھی
اسی وادی میں تھے فرعون بھی عاجز مسلماں بھی

مگر تھا فرق اتنا آدمی میں اور حیواں میں
تفاوت صاف تھا ظاہر مسلماں نامسلماں میں

وہ حیواں تھے جنھوں نے تشنہ لب انسان کو پاکر
نہ رکھا آب و دانہ تین دن تک بےگماں منھ پر

وہ حیواں تھے جنھوں نے جان دی انسان کے بدلے
وہ حیواں تھے ہوئے مقتول جو احسان کے بدلے

وہ انساں تھے جفا و جور کرتے تھے جو انساں پر
وہ انساں تھے جنھیں غرہ تھا اپنے ساز و ساماں پر

وہ انساں تھے جو کمزوروں سے مجبوروں سے تنتے تھے
وہ انساں تھے جو خود فرعونِ ساماں بنتے تھے

وہ انساں تھے جو تھے صرفِ بغاوت قدرتِ حق سے
وہ انساں تھے جو تھے جنگ آزما خلاقِ مطلق سے

وہ انساں تھے جو ہر دم محوِ استبداد رہتے تھے
وہ انساں تھے جو نخوت سے مسلماں خود کو کہتے تھے

وہ انساں تھے مسلماں ہو کے جو مسلم کے دشمن تھے
وہ انساں تھے جو مسلم تھے مگر ملت کے رہزن تھے

یہ مسلم تھے مگر تھے ملتِ برحق سے بیگانہ
یہ مسلم تھے مگر تھے کفر سامانی میں فرزانہ

یہ مسلم تھے مگر تھے بندۂ حرص و ہوا مسلم
یہ مسلم تھے مگر تھے عاقبت ناآشنا مسلم

یہ مسلم تھے مگر تھے عترتِ اطہار کے دشمن
یہ مسلم تھے مگر تھے احمدِ مختار کے دشمن

درندے روپ میں انساں کے یہ خونخوار مسلم تھے
بہائم خود غرض بے دینِ حق غدار مسلم تھے

یہ وہ ظالم تھے جور و ظلم سے تھا کام بس جنکو
یہ وہ سفاک تھے تھی ملک گیری کی ہوس جنکو

یہ وہ غدار تھے جنکو نہ تھا کچھ پاس ملت کا — غلط حیلہ تراشا تھا بقائے ملک و دولت کا

یہی وہ تھے بلا کر خود جنہوں نے چند ساعت میں — کیا مظلوم آلِ مرتضیٰؓ کو قتل غربت میں

بلا شک ایسے انسانوں سے تو حیوان اچھے تھے — وہ گھوڑے ان بھگوڑوں سے بلا اعلان اچھے تھے

حضرت عباسؓ کی فرات سے واپسی اور یکدستی جنگ

چلے عباسؓ یوں دریا سے پانی مشک میں بھر کر — سپر تھی جا بہ افگن مشک پر تھی مشک کاندھے پر

ہر اک جانب سے فوجی روکتے تھے آپ کو آ کر — ہر اک کو رکھ لیا تھا آپ نے تلوار کی زد پر

کبھی پیدل سے یورش قطار اندر قطار آئے — برائے حملہ مل کر کبھی دو سو سوار آئے

مگر یہ ہاشمی جنگ آزمودہ کار میداں میں — کئے جاتا تھا سر تلوار پر تلوار میداں میں

کسے ہمت تھی جو بن کر مقابل سامنے آتا — تھا اتنا حوصلہ کس کو جو بزدل سامنے آتا

مجاہد جانبِ خیمہ بڑھا آہستہ آہستہ — حفاظت مشک کی کرتا چلا آہستہ آہستہ

بپئے گفتن عنانِ اسپ بر ران الجھی تھی — فرس ہمراز آشنا تھا جان اس نے بھی لڑا دی تھی

سر میداں فقط اک ہاتھ سارا کام کرتا تھا — صفوں پہ برق آسا تیغ زن غازی گذرتا تھا

برابر چل رہے تھے نیزہ و تلوار دشمن کے — سپر سے روکے جاتا تھا غازی وار دشمن کے

قدم رخشِ صبا رفتار کا آگے کو بڑھتا تھا — گرا کر ہاتھ سے یہ سینۂ دشمن پہ چڑھتا تھا

بہت دور آ گئے عباسؓ لیکر مشک دریا سے — لڑائی جو کہ تھی جاری رہی افواجِ اعدا سے

مسلسل عمر ابن سعد محوِ فکرِ شیون تھا — برابر مبتلا اس فکر میں اس غم میں دشمن تھا

لئے جاتے ہیں پانی مشک میں عباسؓ دریا سے — اگر پانی سے اب بھی ہو گئے سیراب یہ پیاسے

تو روح تازہ پھر آ جائیگی ابنائے حیدرؓ میں — نئی قوت کرے گی عود پھر سبطِ پیمبرؐ میں

پھر اُن سے یہ شکستہ فوج ہرگز لڑ نہ پائیگی — سپاہِ شام سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جائیگی

سپہ سالار لشکر کو یہی اندیشہ پیہم تھا — سرِ میداں ہر اک فوجی مدبر کو یہی غم تھا

حضرت عباسؓ پر یورشِ لشکر

نئی تدبیر سوچی عمر ابن سعد نے فوراً — کہا بعض افسروں نے بھی کہ ہے یہ رائے مستحسن

پرا کچھ فوجیوں کا میمنہ کی سمت سے نکلا — نہایت تیز دستی سے کیا عباسؓ پر حملہ

سنبھل کر محوِ خنجر آزمائی ہو گیا غازی — ہجومِ دشمنانِ دیں میں گویا کھو گیا غازی

جو آیا سامنے تیغِ رواں نے کر دیے ٹکڑے — سپاہ شام کے قرشی جوانے کر دیے ٹکڑے

لڑائی میں بہت مشغول جب عباسؓ کو پایا — دبے پاؤں بچا کر آنکھ نوفل پشت سے آیا

کیا بزدل نے بازوئے علم بردار پر حملہ — کیا لیکن کیا غازی کو پا کر بے خبر حملہ

پڑا اس زور سے ناری کا دوشِ پاک پر خنجر — کہ خود سر دھن کے فرطِ غم سے ٹوٹا خاک پر خنجر

ستمگر وار کاری کر گیا جیسے بہانے سے — جدا کٹ کر ہوا غازی کا دہنا ہاتھ شانے سے

سنبھالی دوسرے کاندھے پہ فوراً مشک غازی نے — کیا صرفِ غا پھر انبساطِ سرفرازی نے

کہی تکبیر دستِ چپ میں لی تلوار غازی نے — کیے غصہ میں فوجِ اشقیا پر وار غازی نے

رواں تھا خون کا فوارہ بازوئے دلاور سے — توانائی تھی رخصت دمبدم فرزند حیدرؓ سے

مگر مصروفیت تھی جنگ میں پہلے سے کچھ زائد — خجل تھا اس شجاعت پر ہر اک افسر ہر اک قائد

کیا اک شامی ناپاک نے پیچھے سے پھر حملہ — گرا بازوئے چپ بھی دوش سے پھر کٹ کے غازی کا

جھکا کر گردنِ مجروح پکڑی مشک دانتوں میں — وفورِ یاس سے لیکن بھر آئے اشک آنکھوں میں

دو آبہ خون کا جاری تھا پیہم دونوں شانوں سے — برستا تھا لہو اس بیکسی پہ آسمانوں سے

سپر خنجر سناں نیزہ نہ تھا کچھ پاس غازی کے — شہادت ہاں مگر نزدیک تھی عباسؓ غازی کے

یکایک سامنے سے تیر مارا اک ستمگر نے — پھر اک مشکیزہ فوراً چیر ڈالا نوکِ خنجر نے

ستم کوشوں نے کر دی ختم آخر ظلم رانی سب — بہا بصورتِ آبِ رواں چھاگل سے پانی سب

شہادت حضرت عباسؓ علمدار

کہا غازی نے یا اللہ صدقے تیری حکمت کے
نہیں ممکن تا جہاں میں کچھ بجا تیری مشیت سے

نہ تھا لب تشنگانِ دشت کے مقسوم میں پانی
اجل بھی کربلا میں بیکسوں کو ہائے یوں آئی

وفورِ ناتوانی سے گرا عباسؓ کا جھنڈا
ہوا لیکن اب بھی نار بونکا ہائے نہ دل ٹھنڈا

کیا حملہ زبردی فوج نے بے دست و بازو پر
چلائے ہر طرف سے کرکے یورش نیزہ و خنجر

یہ عالم جب حسینؓ سرورِ دیں کو نظر آیا
بڑھایا خیمہ سے رہوار کو غصہ میں فرمایا

سپہ سالارِ لشکر تف ہے تیری اس دلیری پر
کیئے جاتا ہے حملہ سنبھل بیجاں پہ مل مل کر

صفوں میں برہمی آئی بڑھے سرکار آگے کو
بڑھا دی ذوالفقارِ حیدرؓ کرار آگے کو

قریب حضرتِ عباسؓ جب سلطانِ دیں پہونچے
شہیدانِ رہِ حق تا سرِ حدِ خلدِ بریں پہونچے

علمبردارِ ملت ہو گئے قربان ملت پر
خدا کی راہ میں عباسؓ نے دی جان ملت پر

یہ سقائے سپاہ نورِ عین ساقیِ کوثر
ہوا واصل بحق پہونچا حضورِ داورِ محشر

شہادت عرصہ پیکار میں عباسؓ نے پائی
جگہ محبوب کے دربار میں عباسؓ نے پائی

دُعَاء

خدائے پاک روحِ حضرت عباسؓ کا صدقہ
الٰہی اس شہید صاحب احساس کا صدقہ

علمبردارِ سلطانِ شہیداں کے تصدق میں
شہیدانِ وفا کے جوشِ ایماں کے تصدق میں

عطا کر ہم کو ذوقِ حریت پندارِ آزادی
بنا دے ہر مسلماں کو علمبردارِ آزادی

ہمیں عباسؓ کا جوش ید اللٰہی عطا فرما
نشانِ نصرتِ حق پرچم شاہی عطا فرما

ہمیں ذوقِ جہادِ حریت شوقِ شہادت دے
الٰہی حیدرؓ کرار کی ہم میں شجاعت دے

ہمیں غالب ہمارے دشمنوں کو زیر فرما دے
ہمیں اک جرعہ جامِ فنا سے سیر فرما دے

عطا کر ہم کو یا رب جذبۂ ایثار و قربانی
بنا ہر سر فروش دین حق کو قاسمؒ ثانی

الٰہی متحد کر منتشر شیرازۂ امت کا
ہمیں پھر درس دے یارب مساوات و اخوت کا

الٰہی لاج اپنے مسلم ناکام کی رکھ لے
الٰہی دو جہاں میں آبروئے اسلام کی رکھ لے

منظر یاس و الم

یہ منظر کس قدر غم آفریں ہے حسرت افزا ہے
خود اپنی ہستی معدوم پر محجوب دنیا ہے

فضائیں ہیں خموشی ہے تا فلک سکتے کے عالم میں
دو عالم خاموشی کے ساتھ ہیں مصروف ماتم ہیں

ملک انگشت حیرت در دہاں ہیں سر فشاں ہیں
مقام ہو میں ساکت ساکنان عرش اعلیٰ ہیں

زمیں ہے خاک بر سر آسماں ہے سر نگوں غم سے
جہان آب و گل خاموش ہیں صدمات پیہم سے

بگولے مضطرب ہو کر ہوا میں سر کو دھنتے ہیں
پریشاں ہو کے ذرے دشت کے کانٹے سے چھنتے ہیں

ذرات اشکباراں کی طرح فرط غم سے جاری ہے
حباب آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے محو زاری ہے

ہیں دشت کربلا پہ ہر طرف بربادیاں چھائیں
ریاض دہر کی سرسبزیاں ساری ہیں مرجھائیں

صدائے صور دہرانا ہوا سے روح فرسا ہے
ہے صحرا غول ہائے الاماں آسماں سے خون برسائے

ردائے دشت گلگوں ہو گئی ہے خون انساں سے
لہو کی ندیاں جاری ہیں ہر جانب بیاباں میں

اجل شمشیر در کف آستیں بر دوش پھرتی ہے
ہلاکت دشمن جاں ہر طرف مدہوش پھرتی ہے

فضائے عرصہ گاہ جنگ فتنہ گاہ محشر ہے
قیامت آج قائم نینوا کی سرزمیں پر ہے

دقار عالم انسانیت برباد ہوتا ہے
وجود مجلس ہستی عدم آباد ہوتا ہے

مظالم کی مکمل ہر کہانی ہونے والا ہے
نہ ہوگی حشر تک جو ظلم رانی ہونے والی ہے

دوسرا منظر
فرودگاہ امام اور لشکر شام

ہے روز جمعہ عاشورہ کا دن دسویں محرم ہے
نیا میدان کا منظر نیا مقتل کا عالم ہے

عجب ہے خیمہ گاہِ عترتِ اطہار کا منظر
ہیں دشتِ کربلا میں چند خیمے آلِ اطہر کے
نگہباں ہے نہ خیموں پر نہ چاکر پاسباں کوئی
ہیں ان خیموں سے وابستہ اُمیدیں نا اُمیدوں کی
گھٹائیں چھائی ہیں اندوہ و غم کی پاک خیموں پر
درونِ خیمہ مستورات پر سکتہ کا عالم ہے
وفورِ غم میں دل سے آہ رُک رُک کر نکلتی ہے
بندھی ہیں ہچکیاں ضبطِ فغاں سے جوشِ رقت میں
ہیں زینب دل شکستہ مضطرب جانِ سکینہ ہے
رباب و شہربانو، فاطمہ خاموش و حیراں ہیں
مریض و جاں بلب سجادؓ پر حیرت سی چھائی ہے
یہ منظر دشتِ غربت میں ہے اہلبیتِ اطہر کا
امامِ پاک سب کو صبر کی تلقین کرتے ہیں
خواتینِ حرم سے ہو رہے ہیں شاہِ دیں رخصت

عجب ہے فوجِ شام و لشکرِ خونخوار کا منظر
نظر آثار آتے ہیں جہاں انوارِ داور کے
نہ کوئی حاجب رہے نہ خادم ہی یہاں کوئی
ہیں گرد خیمے گورِ کفن لاشیں شہیدوں کی
کئے ہے سایۂ روحِ صحابہ نورِ پاک خیموں پر
سکونِ صبر کی باہم مگر تعلیم پیہم ہے
کلیجہ منہ کو آ جاتا ہے اُلٹی سانس چلتی ہے
ہیں صبر و شکر کے الفاظ لب پر ہر مصیبت میں
غمِ پیہم سے ہر خاتون کا مجروح سینہ ہے
جگر پر ہاتھ دل تھامے ہوئے با چشمِ گریاں ہیں
دُہائی دے رہی ہیں بیکساں خیری دُہائی ہے
عدم کی راہ میں ہے کاروانِ سبطِ پیغمبر کا
دمِ آخر بھی تعلیمِ اصولِ دین کرتے ہیں
مکینِ خلد کی ہے جانبِ خلدِ بریں رخصت

معروضۂ حضرت سجادؓ

شہِ والا ابھی خیمہ سے باہر تھے نہ جا پائے
کہ دیکھا اٹھ کے سامنے زین العباؑ آئے
ضعیف و ناتواں ہیں ضعف سے لرزہ بدن میں ہے
برائے گفتگو آنکھوں میں یارا روح تن میں ہے
عمامہ سر پہ ہاتھوں میں عصا پہلو میں خنجر ہے
نظر ہے سوئے میدانِ وغا رخ جانبِ در ہے
قریبِ شاہِ دیں آئے جھکایا سر کو قدموں پر
ادب سے عرض کی اے قبلۂ کونین اے سرور
خدارا لاج اب رکھ لیجئے بیمار بیٹے کی
فغاں سن لیجئے اپنے ضعیف و زار بیٹے کی

مرے ہوتے ہوئے سرکار جائیں رن میں ناممکن — میں یوں سرکار کو دیکھوں ضعف و دشمن میں ناممکن

نہ فرمائیں حضور اقدام ابھی مجھکو اجازت دیں — میں خواہان شہادت ہوں مجھے اذن شہادت دیں

لگایا آپ نے لخت جگر کو بڑھ کے سینے سے — تسلی دی کہا بیٹا نہ ہو بیزار جینے سے

ہو تم روح روان اہلبیت پاک دنیا میں — چلیگا تم سے نام صاحب لولاک دنیا میں

بقائے نسل سلطان دو عالم کا سبب تم ہو — جہاں میں یادگار عترت محبوب رب تم ہو

یقیناً ناخدائے کشتی اہل عبا ہو تم — یقیناً قلزم توحید کے موج آشنا ہو تم

ہو میر قافلہ تم کاروان آل حیدرؑ کے — ہو تم سالار اعظم امت محبوب داور کے

تمہیں دنیا میں رہ کر رہبری دنیا کی کرنا ہے — تمہیں ہر دور نیک و بد سے دنیا کے گذرنا ہے

اسیران محن ہیں سب تمہاری ہی حفاظت میں — ہو تم محرم خواتین حرم کے دشت غربت میں

یہ فرمایا لگایا آپ نے عابدؑ کو سینے سے — عطا کیں نعمتیں وہ سب جو پائی تھیں مدینے سے

بنایا مدفن اسرار لخت دل کے دلکو آئینہ — علوم معرفت سے بھر دیا سجادؑ کا سینہ

تسلی دی خدا حافظ کہا سب خستہ حالوں کو — سپرد اللہ کے فرما دیا اللہ والوں کو

معروضات شہربانوؑ

کیا تھا قصد خیمے سے نکلنے کا شہ دیں نے — کہ روکا سامنے سے راستہ بانوئے غمگیں نے

ادب سے شہربانوؑ نے گذارش کی شہ والا — مری دنیائے راحت آج ہوتی ہے تہ و بالا

میں صدقے دشمنوں میں مجھکو کس پر چھوڑے جاتے ہو — کہاں جاتے ہو مجھ سے آہ کیوں منہ موڑے جاتے ہو

عدو جب پا بجولاں ہمکو خیمے سے نکالیگا — مرے کاندھے پہ بتلاؤ تو چادر کون ڈالیگا

لٹے گا قافلہ جب دور ہوگا فتنہ کوشی کا — کسے احساس ہوگا قیدیوں کی پردہ پوشی کا

عدو پردہ دری پہ ہوگا جب مائل اسیروں کی — کریگا کون شاہا دستگیری ہم فقیروں کی

کہ حضرت کہا اے شہربانو دختر کسریٰ — مجھے ہے علم ہو تم گوہر تاج سر کسریٰ

تعجب ہے کہ قیدِ ہنار کا کیوں تم کو خطرہ ہے
نہیں اس دور کی بھی یاد ہے اے نیک شہزادی
لقب تھا جب تمہارا شہربانو ملکۂ عالم
زمانہ دخترِ نوشیرواں کہتا تھا جب تم کو
ہمیشہ جب کہ تم صرفِ تسلط و تفاخر ہی تھیں
تمہارے ملک میں سورج تھا جب اسلام کا چمکا
کیا تھا فتح جب ایران کو فوجِ حجازی نے
نہ تھا حاصل تمہیں امن و اماں اپنی حکومت میں
نصیبِ دشمناں تم قید ہو کر جب یہاں آئی تھیں
سنے جب شہربانو نے یہ جملے رو کے فرمایا
میں اپنے ملک سے جب قید ہو کر پہلے آئی تھی
میں بھی نامسلمہ لیکن مسلمانوں کی قیدی تھی
مجھے لائے تھے جو قیدی بنا کر تھے خدا والے
سپاہی پیکرِ خلق و عطا تھے شاد تھے قیدی
نظر بندوں کی دلجوئی برابر ہوتی جاتی تھی
مرے محمل کے گرد و پیش جتنے بھی نگہباں تھے
مجھے ایران سے لایا گیا تھا جب مدینے میں
مگر جب مجلسِ فاروقِ اعظمؓ میں ہوئی پیشی
یہاں کی اے امام دوسرا برعکس حالت ہے
مسلماں ہیں مسلماں کے یہاں اے شاہِ دیں دشمن
ہیں ناموسِ رسول اللہ کے دشمن یہاں ظالم

یہ وقتِ بد تو اس کے پیشتر بھی تم پہ گزرا ہے
تمہارے زیرِ فرماں جبکہ تھی فارس کی ہر بوی
سلامی تھا تمہارے در پہ جب ایران کا پرچم
تمہیں حاصل اختیاراتِ حکومت سب کے سب تم کو
تمہاری سلطنتِ فارس میں تھی تم شاہزادی تھیں
پھریرا جب اڑا ایراں میں تھا فاروقِ اعظم کا
حدِ فارس پہ جب تیغ کا ڈنکا تھا جھنڈا اسعد غازی نے
سمٹ آئی تھی ساری سلطنت مالِ غنیمت میں
یہی سب کلفتیں اس وقت بھی تم نے اٹھائی تھیں
خدا رکھے مرے سر پہ ہمیشہ آپ کا سایا
خدائی تھی خدا کی مصطفےٰ کی مصطفائی تھی
امیدیں عترتِ شہ سے وابستہ میری ناامیدی تھی
محافظ تھے مرے اللہ والے مصطفےٰ والے
بظاہر تھی حراست میں مگر آزاد تھے قیدی
تواضع میری پیہم ہر قدم پہ ہوتی جاتی تھی
شریف رحم دل تھے پاک طینت تھے مسلماں تھے
خدا معلوم تھے کیا کیا تخیل میرے سینے میں
نظر آئی مجھے اپنے مراتب میں کہیں بیٹی
یہاں دشمن عدو ہے دینِ سلطانِ رسالت ہے
یہاں اولادِ پیغمبر سے ہی چیں بر جبیں دشمن
یقیناً ڈھائیں گے ہم پر مظالم خوں چکاں ظالم

یہ ظالم سب ہماری آبروریزی کے خواہاں ہیں
درندے آدمی کے بھیس میں یہ دشمن جاں ہیں

مرے مقسوم میں پہلے لکھا جب قید یہ تھا
وہ مسعود و مبارک سعد اعظم کا زمانہ تھا

مگر یہ دور ابن سعد ہے اب سادگی کیا کہیے
برا اس دور کو یا اپنی قسمت کو برا کہیے

مرے پیش نظر ہے ہائے جو اب ہونے والا ہے
محافظ ہائے کون اپنا بجز باری تعالیٰ ہے

تسلی شہربانو کو امام دوسرا نے دی
صدا لاتقنطوا کی روح محبوب خدا نے دی

حضرت امام رضؓ کا عزم جہاد

امام دوسرا خیمے سے باقلب حزیں نکلے
طلبگار شہادت شائق خلد بریں نکلے

نماز جمعہ کی نیت قضا سے پہلے فرمائی
صدا "تکبیر" کی اوج فضائے عرش سے آئی

تیمم کیلئے اڑنے لگے ذرے غباروں میں
تیمم کر لیا سرکار نے فوراً اشاروں میں

چلے مقتل کی جانب وہ بقبلہ سبط پیغمبر
فرشتوں نے صفیں باندھیں جھکائے قدسیوں نے سر

صف اعدا میں خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا
کیا اتمام حجت ہر طرح دشمن کو سمجھایا

مفاسد فتنہ و غارتگری کے سارے بتلائے
محامد صلح کے دوران خطبہ بار بار آئے

کہا خطبہ میں یہ بھی قتل مسلم نامناسب ہے
کہا یہ بھی عبث ہر سعی تکمیل مناصب ہے

کہا یہ بھی کہ لاحاصل غرور حکمرانی ہے
کہا یہ بھی کہ فانی دولت دنیائے فانی ہے

کہا یہ بھی مجھے تم قتل کرکے کچھ نہ پاؤ گے
مآل کار پچھتاؤ گے خود بھی مارے جاؤ گے

کہا یہ بھی کہ میرے خون کا بدلہ خدا لے گا
کہا یہ بھی تمہیں قہر الٰہی جلد پالے گا

غرض جو کچھ کہ سمجھانا تھا سب حضرت نے سمجھایا
سمجھ میں دشمنان شاہ کی لیکن نہ کچھ آیا

کیا حق شریعت حق ملت سب ادا شہ نے
بتائے دشمنان حق کو احکام خدا شہ نے

لب حضرت پہ خطبہ کا ادھر تھا سلسلہ جاری
خموشی تھی ادھر فوج عدو میں ہر طرف طاری

گداز قلب کے آثار ظاہر فوجیوں میں تھے
شریف النفس بھی کچھ لوگ تو ان فوجیوں میں تھے

شقی القلب بعضے خوف عقبیٰ سے لرزتے تھے
بہت ایسے تھے جن کی آنکھ سے آنسو برستے تھے

رہا کچھ دیر وعظ و پند کا یہ سلسلہ قائم
رکھا لڑنے ہی پہ دشمن نے لیکن فیصلہ قائم

رہا کچھ دیر تک دونوں طرف عالم خموشی کا
ہوا فوراً کا فوراً سرد جذبہ گرم جوشی کا

ہوئی پھر ہمت جنگ آزمائی پست سینوں میں
سر میداں تھیں کچھ سرگوشیاں باہم کمینوں میں

ہر اک یہ چاہتا تھا دوسرا آگے بڑھے پہلے
سر تیغ قضا تھا کون ایسا جو چڑھے پہلے

یہ نقشہ ابن سعد و شمر نے جب فوج کا دیکھا
تمنا کے تلاطم میں سکوں ہر موج کا دیکھا

بلایا افسران فوج کو فی الفور لشکر سے
ہر اک کو جنگ کی ترغیب دی لب ہائے خنجر سے

بچا کر آنکھ مالک نے کیا سرکار پر حملہ
اچانک ہو گیا یہ طرۂ دستار پر حملہ

نسیر فتنہ جو کا تھا پسر یہ مالک کندی
طبیعت تھی ازل سے ناخلف کی فطرتاً گندی

کیا تھا اس نے حملہ شمر ذی الجوشن کے ایما سے
ابھی تک بےخبر سرکار تھے دشمن کے ایما سے

پڑی تلوار خود پر سر پہ کچھ خراش آئی
لب پیکاں سے برجستہ صدائے شورباش آئی

لہو پونچھا سر زخمی سے پھینکا خود حضرت نے
اٹھایا خود کو خود مالک ناپاک طینت نے

یہ اقدام غلط، یہ جرأت بیجا، یہ گستاخی
یقیناً نزد ارباب شرف وجہ اہانت تھی

ہوئی رگ رگ میں خون ہاشمی کی اک جھلک پیدا
نگاہ قہر ساماں میں ہوئی بجلی کی چمک پیدا

امام دوسرا کو دفعتاً غیظ و جلال آیا
بد اخلاقی پہ ابن سعد کی دل میں ملال آیا

عیاں شیر خدا کا دبدبہ تھا روئے روشن سے
ٹپکتی تھی ید اللٰہی جلالت پاک چتون سے

اٹھائی ذوالفقار حیدرؑ کرار ہاتھوں میں
لیا تیر و کمان جعفرؓ طیار ہاتھوں میں

بڑھایا اسپ برق آسا کو کاوا دے کے میداں میں
پڑی بھگدڑ مچی ہل چل سپاہ فتنہ ساماں میں

چمک سے تیغ کی خیرہ ہوئیں آنکھیں حریفوں کی
بنا لیں صورتیں فوجی جوانوں نے ضعیفوں کی

انی نیزے کی سینوں سے گذر کر تا سما پہونچی
گرے راکب جہاں گھوڑے کے ٹاپوں کی صدا پہونچی

پیادے ہر طرف کو جاں بچا کر بھاگے جاتے تھے
سواروں کے پرے تیغ قضا کے آگے جاتے تھے

سراسیمہ جلالِ شاہ سے تھے کوفی و شامی
نظر کے سامنے منڈلا رہی تھی ہر ناکامی

ذرا گھوڑا بڑھا دیتے تھے جس جانب شہ والا
نظر آتے تھے دستے فوجِ دشمن کے تہ و بالا

کسی کو سامنے پڑنے کی جرأت ہی نہ ہوتی تھی
اجل ان بزدلوں کی جان کو میدان میں تکتی تھی

غضب نیزہ زنی تھی وار اندازی قیامت تھی
لبِ خنجر کی جنبش صاف پیغامِ ہلاکت تھی

بدل ڈالا شہ گردوں نشیں نے جنگ کا نقشہ
ہزیمت آشنا تھا فوجِ بے آہنگ کا نقشہ

یداللّٰہی شجاعت آئینہ بر کف نظر آئی
ہم آغوشِ ہزیمت فوج کی ہر صف نظر آئی

جلال و غیض کی یہ جنگ کیا تھی اک قیامت تھی
قدم اکھڑے تھے فوجِ شام کے برگشتہ قسمت تھی

ہوئی جب لڑتے لڑتے تشنگی سرکار پر غالب
کہا خود رفتگی میں یا علیؓ ابن ابی طالب

نظر کی سوئے کعبہ لب پہ اسمائے صفات آئے
محاذِ جنگ توڑا دم زدن میں تا فرات آئے

لیا چلو میں پانی قصد فرمایا پئیں پانی
کہ فوجِ اشقیا نے آپ پر کی تیر بارانی

حصینِ فتنہ خو نے تیر ایسا تاک کر مارا
کیا جس نے لبِ معجز نمائے شہ کو دو پارا

بجائے آب خونِ گرم سے آئی تری لب پہ
ہوئی اک کیفیت طاری شہیدِ لطفِ لب پہ

نظر جب آستیں پر خونِ لب ہائے دو نیم آیا
زبانِ شاہ پر سُبحَانَ رَبّیَ العَظِیم آیا

کہا اے حضرتِ باری ترے احسان کے قرباں
شکستہ آرزو پر یہ کرم اس شان کے قرباں

میں بیکس ہوں مری جانب فراخِ چشمِ کرم رکھنا
مجھے اس امتحانِ سخت میں ثابت قدم رکھنا

یہ فرما کر عنانِ اسپ کو سوئے عدو پھیرا
سپاہِ اشقیا نے شہ کو ہر جانب سے آ گھیرا

ہوئی ہر سمت سے یورش ہوئے ہر سمت سے حملے
مگر رعبِ شہِ دیں سے گرے اشرار کے شملے

تمیم ابن قحطبہ شام کی افواج کا افسر
قوی ہیکل جواں تیغ افگن مرد زور آور

بڑے دم خم سے نعرہ بر زباں آیا مقابل میں
قضا کے سامنے خود کو سمجھتا تھا مگر دل میں

چلی تلوار ابنِ شاہِ مرداں جب فراست سے
گرا سر کٹ کے گاجر کی طرح ناری کا گردن سے

یزید ابطحی سردار افواجِ عراقی کا
دمشق و مصر تک شہرہ تھا جسکی بدذاتی کا

ہوا گھوڑا بڑھا کر حملہ آور شاہِ والا پر
نہایت شد و مد کے ساتھ برسانے لگا خنج

فنونِ جنگ کے جوہر دکھائے تیز دستی سے
سرِ میداں تھا محوِ کبر و نخوت جوشِ مستی سے

شہِ والا نے رد کے وار سب پھر ہنس کے فرمایا
کہ اب ہشیار ہو ظالم سنبھل اب کے فرمایا

یہ کہکر تیغ کھینچی رخشِ برق آسا کو چمکایا
مخالف پر نگاہِ گرم ڈالی اس کو گرمایا

چمک تیغِ قضا کی تھی کہ بجلی کا شرارہ تھا
کمر سے جسمِ ناری آنِ واحد میں دوپارہ تھا

فضائے دشت کے ذروں سے شورِ آفریں اٹھا
دُعا کو دستِ فاتح جانبِ عرشِ بریں اُٹھا

لگایا آپ نے پھر نعرۂ شیرانہ میداں میں
صدائیں ہر طرف تکبیر کی گونجیں بیاباں میں

بشدت رد کیا اشرار کے حملوں کو حضرت نے
دکھائی صولتِ شیرِ خدا فطری شجاعت نے

لڑے اس طرح جم کر دلبرِ خیبر شکن رن میں
نظر آثارِ بد آنے لگے افواجِ دشمن میں

مسلسل بارشِ تیغِ قضا سے فوج کٹتی تھی
توجہ آپ کی میدان سے ہرگز نہ ہٹتی تھی

سپاہِ شام پھرتی تھی ہزیمت خوردہ میداں میں
ندامت سے تھے سرداروں کے سر پنہاں گریباں میں

خیمۂ اہلِ بیت پر حملہ

بگڑتا شمر کو جب رزم کا نقشہ نظر آیا
فریب و مکر سے فطری شرارت پر اُتر آیا

سفیہانہ وہی تدبیر سوجھی کینہ پرور نے
کیا مظلوم مستورات پر حملہ ستمگر نے

بڑھا خیموں کی جانب لیکے دس اشرار کو ظالم
غرض تھی یہ ستائے عترتِ اطہار کو ظالم

دسوں اہلبیتِ مصطفےٰ کے دشمنِ جاں تھے
سنان و صالح و خولی و قیم عبا جہاں تھے

سبھوں نے خیمۂ اطہر کو چاروں سمت سے گھیرا
ارادہ تھا کہ مل کر لوٹ لیں اہلِ حیا ڈیرا

امامِ دوسرا نے در سے دیکھا جب یہ عالم
صفِ اعدا سے باہر آ گئے ہوتے ہوئے برہم

کہا اے شمر لعنت ہے تجھ پہ اس بیہودہ حرکت پر
ترے اعمال سے حرف آتا ہے شرافت پر

نہ تجھ میں کوئی غیرت ہے نہ ہے کوئی حیا باقی
ترے دل میں نہیں اے بیحیا خوف خدا باقی

ہے تیرے ساتھ بے تعداد لشکر فوج بے پایاں
ضرورت سے سوا رکھتا ہے ظالم جنگ کے ساماں

مگر تو اسقدر نامرد بزدل صاحب شر ہے
کہ مردوں سے گریزاں عورتوں پر حملہ آور ہے

نہ تنہا شمر ہی غیرت سے تھا خاموش ہر بزدل
ہر اک کے سامنے تھا ایک عبرتناک مستقبل

اثر جب کچھ نہ دیکھا سرزنش کا بدشعاروں پر
شہ والا نے حملہ کر دیا اُن نابکاروں پر

تھی نامردوں میں کب ہمت جو بڑھتے دو قدم آگے
گرے اک دوسرے پر منہ کے بل آگے سے یوں بھاگے

تعالیٰ اللہ یہ جوش وغا یہ زور یہ دم خم
اکیلے ہیں ہزاروں میں مگر ہیں صورت ضیغم

بچایا خیمہ اہل عبا کو شاہ والا نے
ہزیمت دی حریفان جفا کو حق تعالیٰ نے

سنان دشمن وخو کی سامنے سے بھاگے جاتے ہیں
سپاہی جی چراتے ہیں جب خنجر اُٹھاتے ہیں

ہوئے مفرور ظالم خیمہ ہائے پاک کی حد سے
چرا کر جان بھاگے سامنے سے بچکے مرد سے

حضرت زینبؓ کے بعض کلمات

ہوا جب شور وغل خیمہ سے باہر آگئیں زینبؓ
نظر آیا قریب فتح میر فوج لامذہب

کہا زینبؓ نے ابن سعد سے اے سعد کے بیٹے
خدا نا ترس اے بیرحم اے تقدیر کے ہیٹے

حسینؓ ابن علیؓ یوں ذبح ہوں اس دشت غربت میں
نہ آئے رحم او بے رحم کچھ تیری طبیعت میں

یہ فقرے درد میں ڈوبے ہوئے تھے دل سے نکلے تھے
دفور سوز غم میں سینہ بسمل سے نکلے تھے

مگر اکر رہ گیا دل سنگدل سالار لشکر کا
ڈھلک کر ریش تک آیا بھر آنسو دیدۂ تر کا

چھپا کر عمر ابن سعد منہ زینبؓ سے ہٹ آیا
نگاہیں کر کے نیچی دوسری جانب پلٹ آیا

حملۂ امام علیہ السلام

امام دوسرا شیروں کی طرح حملہ کرتے تھے
شقی جو سامنے آتے تھے کٹ جاتے تھے مرتے تھے

خدا کی یاد تھی دل میں زباں پر شکر باری تھا ۔ دمِ آخر بھی درسِ ملتِ اسلام جاری تھا

عدو کو یاد احکامِ الٰہی کی دلاتے تھے ۔ عذابِ آخرت سے بھی حریفوں کو ڈراتے تھے

فسادو قتلِ مسلم پر مخالف کو ملامت تھی ۔ صفِ اشرار کو رحم و تلطف کی ہدایت تھی

عیاں میدان میں تھا آپ کا ہر جوہر اعلیٰ ۔ جہاد و وعظ دونوں کام کرتے تھے شہِ والا

کمالِ جنگ تھا انسان کی طاقت سے بالاتر ۔ پراگندہ ہر میداں تھا سارا شام کا لشکر

سوار آزردہ خاطر منتشر فوجی پیادے تھے ۔ ہزیمت کا خطر تھا پست دشمن کے ارادے تھے

بھیں ابنِ سعد کی مایوسیاں ہر دم ترقی پر ۔ ہم آغوشِ خیالِ نامرادی تھا ہر اک افسر

محاذِ جنگ کا نقشہ دگرگوں جب نظر آیا ۔ مچایا شمر نے اک شور ابنِ سعد چلایا

بڑھایا میمنہ سے عمر بن حجاج نے لشکر ۔ زرا ابن شریک اک سمت سے آیا لئے خنجر

بڑھے کرتے ہوئے پیدل رسالے تیر بارانی ۔ سواروں نے بانداز جنوں کی خنجر افشانی

کہا شمرِ لعیں نے اے سپاہِ کوفی و شامی ۔ تمہاری ہیں جاگیں ہو گئیں کیوں تم دقف ناکامی

حسین ابن علیؓ کی سلب طاقت ہو چکی ہے اب ۔ ہے چہرہ مضمحل خستہ طبیعت ہو چکی ہے اب

فقط زورِ ولایت ہے یہ سب جس سے یہ لڑتے ہیں ۔ قدم آہستہ آہستہ ذرا دیکھو تو پڑتے ہیں

یہ مہماں ہیں کوئی دم کے نہ ان سے خوف تم کھاؤ ۔ ذرا ہمت دکھاؤ سامنے آجاؤ ڈٹ جاؤ

تم اک اک کنکری پھینکو تو یہ ٹیلے میں دب جائیں ۔ ہو گر تم حملہ آور تو یہ بچ کر تم سے کٹ جائیں

بڑھو ہاں اے دلاور کوفیو خنجر سنبھالو تم ۔ بہادر شامیو ہمت کرو نیزے اٹھالو تم

اثر انداز اندازِ بیاں تھا شمرِ ظالم کا ۔ مطیعِ حکم ہر فوجی جواں تھا شمرِ ظالم کا

سواروں نے پیادوں نے کئے حملے شہِ دیں پر ۔ مگر آیا نہ بل چینِ جبیں پر شانِ تمکین پر

واقعہ شہادت امام رضؓ عالی مقام

بدن تیروں سے تھا غربال زخمی جسم تھا سارا ۔ رواں تھا ہر بُنِ مو سے لہو کا ایک فوارا

زراعہ نے چلائی تیغ شانے اور بازو پر
تنِ پُر نور پر پینتیس تھے نیزہ کے زخم اب تک
بہتر زخم جسم ظاہری پر یہ نمایاں تھے
بہتر ساتھیوں کا اُف نظر کے سامنے مرنا
جگر تھا پارہ پارہ جس سے وہ زخم کاری تھے
بیک دم تین تازہ زخم جب سے آپ نے کھائے
وضوئے تازہ خونِ تازہ سے آقا نے فرمایا
نمازِ عشق کی گویا یہ تکبیر اقامت تھی
زمیں پر اُف امامِ دیں گرے گھوڑے سے غش کھا کر
تہِ خنجر کیا سجدہ ادا فرضِ الٰہی کا
بہی عینِ حضوری سرفروشِ عشق کی دوری
نمازِ عشق کی تکمیل پر صد مرحبا کہیے
غشی میں رہ سکے قائم نہ جب سر کا رگھوڑے پر
بڑھا خولی یزیدِ اصبحی کا ناخلف بیٹا
جدا کرنا سرِ اقدس کا جسمِ پاک سے چاہا
نہیں ہاں تو نہیں قائل مرا حضرت نے فرمایا
سنان ابنِ انس ابلیس خبیث بے حیا بدخو
بڑھا خنجر بکف اور بے حیائی سے دفعتاً بڑھ کر
حسین ابنِ علی ابنِ بتول و سبطِ پیغمبر
شہیدِ اللہ اکبر ہو گئے اسلام کی خاطر
تہِ گردوں مکمل کا سر تیغِ دو نیم آیا

سناں ابن انس نے نیزہ مارا بڑھ کے پہلو پر
لگے تھے زخم جو خنجر کے وہ چالیس تھے بے شک
بہتر زخم کاری اور تھے جو دل میں پنہاں تھے
عدم کو نوجواں بیٹوں بھتیجوں کا سفر کرنا
تھا استقلال لیکن ضعف کے آثار طاری تھے
ہوئی تاب و تواں زائل مسلسل غش پہ غش آئے
زباں پر نعرۂ اللہ اکبر یک بیک آیا
زمیں پر جھک کے گرنا واذکروا کی صاف صورت تھی
نظر تھی رو بقبلہ صرف سجدہ تھا سرِ اطہر
بنا داغِ جبینِ نازِ شاہِ بے گناہی کا
ہوئی تفسیر اسجدوا واقترب صلّی علیٰ یہ بھی
نمازِ جمعہ یا اس کو نمازِ قرب کیا کہیے
ہوئے مائل بفرشِ خاک ساقِ زین سے سرور
جہنم آشنا، دوزخ بکف تقدیر کا ہیٹا
پتہ حضرت نے جب پوچھا کہا خولی ہوں میں شاہا
یکایک بے حیا خولی کے رعشہ جسم میں آیا
کمینہ خصلت و شمرِ دغا تنگِ دل سگِ دوں
رکھا سینہ پہ زانو پھیر دی تلوار گردن پر
قتیلِ خنجرِ عشق و حبیبِ حضرت داور
رہِ اسلام میں خود کھو گئے اسلام کی خاطر
نظر اہلِ جہاں کو منظرِ ذبحِ عظیم آیا

ہوئی ہر سمت تاریکی نمایاں روز روشن میں
چھپا اسلام کا خورشید تاباں روز روشن میں

جہاں میں انقلاب خوں بداماں برملا آیا
فلک کا شق ہوا سینہ زمیں پر زلزلہ آیا

اندھیرا چھا گیا سورج ہوا پنہاں نگاہوں سے
غبار اٹھا دھواں بنکر زمیں کی سرد آہوں سے

شفق بنکر فضائے اوج گردوں سے لہو برسا
خدا کا قہر بن کر دشمنوں پر یوں لہو برسا

اجنہ کربلا میں نوحہ خواں معلوم ہوتے تھے
فرشتے ہر طرف صرف فغاں معلوم ہوتے تھے

کف افسوس وکر آہوان دشت ملتے تھے
زمین کربلا سے خون کے چشمے ابلتے تھے

ستمرانی کی حشر آثار صورت اور کیا ہوگی
قیامت کسکو کہتے ہیں قیامت اور کیا ہوگی

خدا کی راہ سے ملعون بنے خود ہوئے گمراہ
حکومت کی ہوس بھی کیا ہوس ہے اے معاذ اللہ

یزید شام پر شمر و عبید اللہ پر لعنت
سنان و ابن سعد و خولی گمراہ پر لعنت

یزید شام گم ہے ظلمت شام جہنم میں
حسینؓ پاک کا ہے نام روشن بزم عالم میں

یزیدی سلطنت باقی کا اک فانی ہیولا تھا
نہ قائم رہ سکی وہ دن خیالی اک ہیولا تھا

مٹی سب سلطنت ساری حکومت پر زوال آیا
عذاب جاوداں بنکر عذاب ذوالجلال آیا

مٹا نام و نشاں آل یزید فتنہ ساماں کا
پتہ باقی نہیں ظالم کی نسل نامسلماں کا

رہیگا نام آل مصطفےٰ کا رہتی دنیا تک
شفاعت انکی دنیا چاہیگی ہنگام عقبیٰ تک

دعائے امت

ابد تک یا الٰہ العٰلمیں اے خالق برتر
ہو روشن رحمتوں کی روح سلطان شہیداںؑ

حسینؓ ابن علیؓ کا خالق کون و مکاں صدقہ
امام پاک کا اے کارساز انس و جاں صدقہ

الٰہی واسطہ خون شہیدان محبت کا
الٰہی واسطہ روح فدا کاران ملت کا

شہید کربلا کا واسطہ اے خالق اکبر
امام دوسرا کا واسطہ اے خالق اکبر

مسلمانان عالم کو عطا ہو ذوق بیداری
رہیں افراد امت تا ابد صرف نکوکاری

عطا ہو جذبہ شاہِ شہیداں ہر مسلماں کو
مکمل ذوقِ ایماں ہو مرحمت ہو اہلِ ایماں کو

وہی دینی حرارت دے پرستارانِ ملت کو
رہا کر قید خانوں سے ہر اک پابندِ اُمت کو

رہیں آزاد و مسلم تا ابد ایوانِ عالم میں
ہو جوشِ حریت پیدا مسلمانانِ عالم میں

نہ رکھ محکومِ مغرب تو مسلمانوں کو دنیا میں
عطا کر فتح میں ہم تنگ دامانوں کو دنیا میں

ہمارے سر سے بارِ تاجِ مغرب کو اُٹھا یا رب
جہاں سے غلبۂ افواجِ مغرب کو اٹھا یا رب

تصرف میں ہمارے دولتِ شاہان دہر آئے
پھریرا نصرتِ اسلام کا عالم میں لہرائے

کریں اے رحمتِ باری حکومت ہم زمانے میں
نشانِ فتحِ مسلم کا اُڑے پرچم زمانے میں

اثر زائل جہاں سے دشمنِ ناکام کا کر دے
الٰہی بول بالا ملتِ اسلام کا کر دے

نشانِ نصرتِ اقبال ہر مسلم کا شاہد ہو
الٰہی دہر میں نوجواں مسلم مجاہد ہو

فلسطین و وزیرستان کے آشفتہ جاں مسلم
مراکش شام و ہند و چاٹگام کے نوجواں مسلم

ستائے جا رہے ہیں جورِ اعدا کے نشانے ہیں
خود اپنی بے کسی کے بزمِ عالم میں فسانے ہیں

بچا یا رب جفا کیشانِ ستم ایجاد سے ان کو
رہائی کر عطا زندانِ استبداد سے ان کو

اُڑے یا رب جہاں میں نصرتِ اسلام کا جھنڈا!
رہے اونچا ہمیشہ ملتِ اسلام کا جھنڈا!

غارت گری

شہیدِ اللہ کے محبوب جب کر چکے ناری
کیا جورِ مظالم کا نیا اک سلسلہ جاری

سرِ اقدس کو خولی نے لیا اپنی حفاظت میں
لیا اسود نے کفشِ پا کر داماں عقیدت میں

بنی دارم کے اک مرد نے لی تلوار چوری سے
لیا بیٹی کو قیس اشعثی نے سینہ زوری سے

لیا سامان حرب و ضرب میں سے جس نے جو چاہا
مگر چار آئینہ کو بحر بن کعب اپنے گھر لایا

تنِ اطہر پہ تھے جو اسلحہ سب لے گئے ظالم
اذیت جو کبھی تھی میت کو دینا دے گئے ظالم

خیام اہلِ بیت پاک کو اشرار نے لوٹا
خواتینِ حرم کو لشکرِ خونخوار نے لوٹا

فروش و مال و اسباب و ظروف و جانور لوٹے
غرض خیموں میں تھے جو ساز و سامان میسر لوٹے

کہا یہ دس سے ارذل سپہ سالارِ لشکر نے
امیرِ فوج ناہنجار ظالم کینہ پرور نے

سوارو بس یہاں سنو پیدا ہو گر تم اپنے باپوں سے
کچل ڈالو سرِ سلطان میں گھوڑے کی ٹاپوں سے

بڑھا سجادؓ کی جانب کمینہ شمر ذی الجوشن
اٹھائی تیغ چاہی آپ کی بھی مارے گردن

رہے جاتے ہیں کیوں سجادؓ باقی تھا الم اسکو
کہا کینہ تھا اہلبیت سے بے کیف و کم اسکو

اٹھائی شمر نے تلوار شہزادے پہ جب ضد سے
حمید ابن مسلم نے روکا قتلِ عابدؓ سے

کہا اے شمر لڑکوں کو بھی کوئی قتل کرتا ہے
یہ لڑکا آپ ہی بیمار ہے بے موت مرتا ہے

لیا عابدؓ کو آخر کار اعدا نے حراست میں
نگہباں فوج تھے بیمار قیدی کے خباثت میں

خواتین معظم پہ بھی دشمن کو نہ رحم آیا
کسیں مشکیں ہر اک کی پا بجولاں سب کو فرمایا

پڑی سڑتی تھیں جو اعدائے بدانجام کی لاشیں
پراگندہ سحر سے تھیں جو فوجِ شام کی لاشیں

فراہم کی گئیں سب حکم ابن سعد سے رن میں
کیا بعدِ نماز ان سب کو فوراً دفن مدفن میں

ہوئی خالی زمینِ کربلا جب فوج شامی سے
رہا باقی نہ جب کوئی یہاں اعدائے نامی سے

قریبی گاؤں حاضریہ کے ابنائے اسد آئے
امامِ پاک کی نعشیں یہ سوئے جا لائے

مہیا کیں بصد آہ و فغاں لاشیں شہیدوں کی
عقیدت آفریں علم آفریں ان خوش عقیدوں کی

جنازے کی نماز اول ادا کی اہل قریہ نے
نمایاں شان سے تکبیر بھی خدا کی اہل قریہ نے

شہیدوں کے بدن پر زخم سب تازہ نظر آئے
نئے منظر نئے جلوے نظر ہر لاش پر آئے

معطر میتیں معلوم ہوتی تھیں شہیدوں کی
بہشت مغفرت لاشیں تھیں ان جنت رسیدوں کی

علیؓ کے چاند کو آلِ اسد نے دفن فرمایا
تہِ خاکِ لحد سورج مدینہ کا اتر آیا

ہوا یاں پر دفن کشتۂ گل ہر مردِ فرزانہ
بنا گنجِ شہیداں کربلا کا دشتِ ویرانہ

سرِ مبارک اور ابن زیاد

لکھا کوفہ کو ابن سعد نے خط اپنے لشکر سے — کوائف جنگ کے سب من وعن لکھے نئے سر سے
سر پر نور کو ہمراہ بھیجا پاس عامل کے — سر نامہ کئے تحریر فقرے فتح کامل کے
سرِ دربار عامل شاہدانِ چشم دید آئے — سر شاہ شہیداں لیکے خولی و حمید آئے
بقولِ بعض یہ دونوں سر انور کو لائے تھے — بقول بعض شمر و قیس و عزرہ سر کو لائے تھے
ہوا فرقِ شہیدِ کربلا کوفے میں جب داخل — مقفل ہو چکا تھا باب دولت خانۂ عامل
نگہبانوں نے اپنے پاس رکھا رات بھر سر کو — منور شام سے تا صبح دیکھا سارے گھر در کو
ہوا جب دن کیا روشن جہاں کو مہر تاباں نے — کیا دربار عام ابن زیادِ فتنہ ساماں نے
ہزاروں شہر کے پیر و جواں دربار میں آئے — سر انور کو لے کر پاسبان دربار میں آئے
بصد نخوت عبید اللہ بیٹھا تخت زریں پر — ستمگر کو تھا ناز اپنے غرور و کبر و تمکیں پر
حمید و شمر و خولی سر کو لائے طشت میں رکھ کر — عبید اللہ نے نخوت سے پھیرا ہاتھ داڑھی پر
چھڑی چھوٹی سی تھی اک عبید کی دست ستمگر میں — ٹھوکے اس سے دیتا تھا لب و دندانِ سرور میں
سرِ انور سے تھا مائل بہ گستاخی عبید اللہ — نمائش کر رہا تھا ظلم پیہم کی عبید اللہ
تھے اہل بزم میں کچھ لوگ خوش کچھ لوگ تھے برہم — اُٹھے یکبار مجمع سے جناب زید رض بن ارقم رض
نہایت تلخ لہجہ سے کہا اے ابن مرجانہ — تجھے اس فعل بد پر چاہئے غیرت سے مر جانا
یہ وہ سر ہے جو ہے سرتاج سردارانِ جنت کا — یہ وہ سر ہے جو ہے محبوب سلطان رسالت کا
یہ سر بوسوں کا ہے زینت آغوشِ رسول اللہ صلعم — یہ سر اسکا ہے تھا جو راکب دوش رسول اللہ صلعم
انھیں ہونٹوں کو لب سے سرور کونین چھوتے تھے — انھیں لبوں کو بھی اکثر شاہ والا چوم لیتے تھے
عذابِ حشر سے قہر خداوندی سے ڈر ناری — لب و دندان حضرت کو نہ دے ضرب کناری
سُنے فقرے یہ جب ابن زیادِ کینہ پرور نے — کہا زید رض ابن ارقم رض سے بہ قہر و غیظ خود سر نے

خدا تجھکو رلائے اے عمر عقل کے دشمن — نہ تھا بے حر و گر تو اڑا دیتا تری گردن
نکل جا بیعبر لایعقل ابھی دربار سے میرے — وگرنہ جسم پر درے لگائے جائیں گے تیرے
نکل کر زید نے فی الفور ہی قصر حکومت سے — دیا یں تقریر فرمائی نہایت شان و شوکت سے
کہا اے کوفیوں تف ہے تمہاری بے حیائی پر — اتر آئے تم اہل بیت سے جنگ آزمائی پر
کرایا تم نے آل فاطمہؓ کو قتل غربت میں — جواب اللہ کو کیا دے سکو گے تم قیامت میں
کیا ہے ابن مرجانا کو حاکم منتخب تم نے — لیا ہے آہِ حق کو اپنے سر پہ بے سبب تم نے
یہ ظالم قاتل آل نبی ہے صاحب شر ہے — معین قاتلان دین ہے کفر پرور ہے
اسے اسلام سے در پردہ اک گونہ عداوت ہے — حکومت اس کی وجہ افتراق دین و ملت ہے
کہیگی کیا تمہیں اے کوفیو دنیا قیامت تک — رہوگے بالیقیں دنیا میں تم رسوا قیامت تک

ابن سعد و ابن زیاد

نواح کربلا میں بارھویں ماہ محرم کو — چلا سالار سوئے کوفہ لے کر فوج برہم کو
کیا پابند مستورات کو اونٹوں پہ بٹھلایا — ستمگر کو نہ ان کی بے حجابی کا خیال آیا
پہنائیں بیڑیاں رسی سے باندھے ہاتھ عابدؓ کے — گئے بے رحم و ظالم کچھ نگہباں ساتھ عابدؓ کے
خواتین حرم کو قید کر کے لے چلا ظالم — رہا صرف جفا تا حد کوفہ بربلا ظالم
کٹے تھے پیشتر سے جمع جو سر ہر قبیلے نے — کیا قبضہ شہیدوں کے سروں پر ہر قبیلے نے
چڑھا رکھے تھے سر اعدا نے نیزوں پہ شہیدوں کے — تھے قبضہ میں بنی کندہ کے تیرہ سر شہیدوں کے
یقیناً بیس سر تھے پاس ابنائے ہوازن کے — بنو مذحج نے نیزوں پہ رکھے تھے سات سر ان کے
تمیمی فوج کے زیر تصرف سترہ سر تھے — برائے گفت ابنائے اسد مامور چھ سر تھے
قبائل مختلف کچھ اور بھی تھے دین کے دشمن — حراست میں تھے جنکے سات یا نو سر بے گفتن
تھے سر نیزوں پہ سارے سفر و شان حجازی کے — نشاں تھے یہ علی الاعلان ان کی سرفرازی کے

غرض یوں کربلا سے سوئے کوفہ ابن سعد آیا
سر بزم عبید اللہ فوراً اس کے بعد آیا

حضرت زینبؓ اور ابن زیاد

خوشی کا ہر طرف کوفہ میں جس اظہار ہوتا ہے
کہ روزانہ عبید اللہ کا دربار ہوتا ہے

اسیران بلا کی دید کا شائق تھا ہر کوفی
خود اپنے کفر کی تجدید کا شائق تھا ہر کوفی

فغاں برلب شکستہ حال جب یہ قافلہ آیا
صف اشرار نے فتح و ظفر کا زمزمہ گایا

سر دربار ابن سعد خود لایا اسیروں کو
ملا موقع مسرت کا امیروں کو وزیروں کو

عبید اللہ نے زینبؓ کی جانب غور سے دیکھا
نگاہ قہر سے کچھ حاکمانہ طور سے دیکھا

کیا دریافت اہل بزم سے یہ کون عورت ہے
عیاں چہرے سے ان کے ہاشمیت ہے شرافت ہے

کہا درباریوں میں سے کسی نے کھینچ کر اک آہ
یہ ہیں زینبؓ نور عین فاطمہؓ بنت رسول اللہ

عبید اللہ بولا سخت لہجہ سے کہ اے زینبؓ
بجا لائیں کیوں نہ فتح پر ہم آج شکر رب

خدا کا شکر جس نے در بدر رسوا کیا تم کو
سزا دی جھوٹ کی بدلا شرارت کا دیا تم کو

کہا زینبؓ نے ہے اللہ کا احسان یہ ہم پر
ہمیں جس نے بنایا بنت زہراؓ بنت پیغمبر

بنایا جس نے نانا کو ہمارے خلق کا ہادی
ہوئی جن کے قدم سے شورش باطل کی بربادی

ہمیں توفیق بخشی اتباع دین کامل کی
بزرگوں پر ہمارے آیۂ تطہیر نازل کی

ہے دنیا چار روزہ اس کی ذلت اسکی رسوائی
خدا شاہد ہے جو آپ کی صورت گئی آئی

وہ دن ہے آنے والا جب خدا کا سامنا ہوگا
وہاں تجھ کو بھی اے ظالم کلیجہ تھامنا ہوگا

کہا ابن زیاد فتنہ جو نے کیا نہیں دیکھا
سر میداں ابھی کس کو کیا اللہ نے رسوا

ہوئے زینبؓ نہ کیا رسوا تمہارے خاندان والے
پڑے تھے کس کو میدان وغا میں زیست کے لالے

سنے یہ طعنہ ہائے دلخراش و روح فرسا جب
دفور غم سے ہچکی بندھ گئی رونے لگیں زینبؓ

دکھایا دل عبید اللہ نے مظلوم زینبؓ کا
جفا پر حال کیا ہوگا خدا معلوم زینبؓ کا

ابن زیاد اور حضرت سجادؓ

عبید اللہ نے سجادؓ کی جانب نظر ڈالی — کہا تم کون ہو کیوں آئے ہو بایں زبوں حالی
کہا عابدؓ نے ہوں مظلوم وقفِ بیکسی ہوں میں — مریضِ غم علیؓ ابن حسینؓ ابن علیؓ ہوں میں
سُنا جب نام عابدؓ کا تو بولا طیش سے مردک — تعجب ہے کہ زندہ ہے علیؓ ابن حسینؓ اب تک
کہا عامل نے پھر کچھ طنز اور غصہ سے دوبارہ — خدا نے اے علیؓ تجھ کو ابھی تک کیوں نہیں مارا
رہے خاموش جب عابدؓ تو بولا پھر یہ جھنجھلا کر — زباں کھولو جواب اس کا ابھی دو سامنے آ کر
کیا ارشاد عابدؓ نے علیؓ تھے میرے اک بھائی — شہید ان کو کیا لوگوں نے یوں ان کو قضا آئی
کہا ظالم نے ہنس کر مار ڈالا ان کو خالق نے — ہوئے خاموش پھر عابد کہا پھر ہنس کے فاسق نے
تمہارا کیا ہو گیا ہے بولتے تم کیوں نہیں فوراً — مرے احکام پر کرتے نہیں خم کیوں جبیں فوراً
پڑھیں سجادؓ نے فی الفور وہ آیات قرآنی — ہوا آیات سن کر بے حیا غرقِ پشیمانی
کہا غصہ میں ہے واللہ یہ بھی نسلِ حیدرؓ سے — کیا جائے اسے بھی ذبح فوراً نوکِ نشتر سے
مصاحب سے کہا دیکھو یہ بالغ ہے کہ نابالغ — مری نے دیکھ کر فتویٰ دیا یہ ہو گیا بالغ
ستمگر نے کہا جلاد سے ہاں مار دو گردن — ہے یہ دشمن کا بیٹا بھی یزید شام کا دشمن
کہا عابدؓ نے تنہا میں نظر بندوں کا محرم ہوں — کفیلِ بانوانِ محترم ہوں پیکرِ غم ہوں
مجھے بھی کر دیا گر قتل اے بیداد گر تو نے — تو خود ہی اپنے سر لی آتشِ نارِ سقر تو نے
مگر ہرگز نہ اپنے حکم کو بدلا ستمگر نے — نہ کی چشمِ کرم سجاد پر اصلا ستمگر نے
جنابِ سیدہ زینبؓ وفورِ بیقراری سے — ہجومِ ناشکیبائی سے جوشِ آہ و زاری سے
بڑھیں بڑھ کر لگایا لختِ دل عابدؓ کو سینے سے — کہا عامل سے ظالم میں بھی ہوں بیزار جینے سے
مجھے بھی ساتھ میں سجادؓ کے تم قتل کر ڈالو — نہ تنہا ہاتھ بہر ذبح اس بیمار پر ڈالو
ہماری نسل میں یہ ایک فرزندِ نرینہ ہے — اسی کے ساتھ اہل بیت کا سارا سفینہ ہے

کچھ اس انداز سے زینبؓ نے یہ الفاظ فرمائے
عبیداللہ کانپا دن میں تارے سے نظر آئے

کہا پہلے تو یہ جلاد سے زینبؓ کو کہنے دو
مگر پھر سوچ کر بولا کہ ہاں عابدؑ کو رہنے دو

خطبۂ ابن زیاد

ابھی دربار میں عبرت سی تھی کچھ ہر طرف چھائی
صدائے الصلوٰۃ جامعہ اک سمت سے آئی

غرض یہ تھی کہ مسجد میں چلیں اب سارے درباری
سنایا جائیگا مخلوق کو اعلانِ سرکاری

تھے حاضر اہل شہر اہل عراق و شام مسجد میں
عظیم الشان تھا اک اژدہامِ عام مسجد میں

عبیداللہ نے رکھا قدم منبر پہ نخوت سے
بلند آواز میں خطبہ دیا کبر و رعونت سے

یزیدِ شام کی توصیف خود اپنی ستائش کی
سپاہ فوج کی اس فتح و نصرت پہ نمائش کی

امیر المومنین مولا علیؓ کو بر سرِ منبر
برا کہنے لگا دینے لگا دشنام غارت گر

حسینؑ ابن علیؑ کو بھی کہا کذاب کاذب نے
بٹھایا اس طرح مجمع پہ رعب و داب کاذب نے

ہوئی مجمع میں ایک جانب سے یکایک برہمی پیدا
اٹھا اک پیر نابینا حسینؓ پاک کا شیدا

یہ مرد نیک عبداللہ[1] ازدی مردِ زاہد تھا
محاذِ جنگ صفین و جمل کا اک مجاہد تھا

کہا اس نے کہ اے ابن زیاد اے ابن مرجانہ
غلط ہے اژدہامِ عام میں یہ تیرا اترانا

خراباتِ جہاں میں تو وہ کاذب ابن کاذب ہے
کنیزک زادہ ابن سمیہ ابن خاذب ہے

ہے اے کذاب تو کیا بےخبر اپنی حقیقت سے
تجھے مطلق کوئی نسبت نہیں نسلی شرافت سے

امیر المومنین کہتا ہے جس کاذب کو تو ظالم
ہے وہ بے دین فاسق بےحیا بےآبرو ظالم

تجھے غیرت نہیں کرتا ہے باتیں عارفوں کی سی
ہے عالم آشکارا تیری مکاری و ابلیسی

کرایا قتل تو نے مصطفےٰ کے راحتِ جاں کو
کیا فتنہ بپا ٹھکرا دیا احکامِ قرآں کو

---

[1] عبداللہ بن عفیف ازدی انکی ایک آنکھ جنگ جمل اور دوسری جنگِ صفین میں جاتی رہی تھی۔

کیے ہیں اور بھی نظارے قربانی کے دنیا نے
رہِ اُلفت میں دی ہے جان یحییٰؑ نے زکریاؑ نے

رسولوں نے باذن اللہ یہ قربانیاں دی ہیں
رضائے کبریا میں اپنی جانیں بیگماں دی ہیں

فقط پیغمبروں ہی تک نہ تھی محدود قربانی
حسینؓ پاک بھی تھے واقفِ منشاءِ یزدانی

اُنھیں معلوم سارے راز تھے اپنی شہادت کے
انھیں سب یاد تھے اقوالِ سلطانِ رسالت کے

نظر میں ہیچ تھی انکے جہانبانی و سلطانی
رگ و پے میں تھا انکے جذبۂ ایثار و قربانی

نہ تھا فوقِ جہاد اُن کا نمود و نام کی خاطر
مٹے وہ راہِ حق میں عزتِ اسلام کی خاطر

خروجِ ملک گیری تھا نہ جذبہ انکی فطرت کا
غلط الزام ہے ان پر حکومت سے بغاوت کا

انھیں منظور تھی تقدیس احکامِ شریعت کی
انھیں اصلاح کرنی در حقیقت تھی حکومت کی

انھوں نے جان کر دی آل و مال سب ہی کی قربانی
ابھی تک دے رہی نصرت ہے شہ خوباں کی قربانی

حق و باطل میں باہم ہے ازل سے کشمکش جاری
ہمیشہ سے رہی ہے حامیٔ حق نصرتِ باری

مٹے ہیں سرفروشانِ وفا حق کے لئے قرباں
حسینؓ ابن علیؓ نے بھی مٹا دی راہِ حق میں جاں

شہیدانِ محبت نے بنایا کیا ہے قربانی
خدا کے عشق میں خود کو مٹا دینا ہے قربانی

ہے قربانی یقیناً امتحاں عشق و محبت کا
ضیاءؔ گویا مکمل فلسفہ ہے یہ شہادت کا

سلام

سلام ان سرفروشانِ وفا کو بارہا کہیے
سلام اپنے شہیدِ کربلا کو بارہا کہیے

سلام اُن پر جو سلطانِ حریمِ عرشِ اطہر ہیں
سلام اُن پر جو ختم الانبیاء محبوبِ داور ہیں

سلام اُن پر جو ہیں اربعِ عناصر بزمِ وحدت کے
سلام اُن پر جو صدیقؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہیں

سرِ اطہر سے یہ آواز گوشِ زید میں آئی
کہ اس سے بھی عجب تر ہے ہمارا حال اے بھائی

بدن میں آگیا لرزہ جنابِ ابن ارقم کے
سرِ شاہِ شہیداں کے سُنے جس وقت یہ فقرے

کہا رو رو کے باارشاد ہے اے سبطِ پیغمبرؐ
ہے اہلِ کہف سے سرکار کی حالت عجائب تر

ندائے غیب غرقِ شہ دیں کی کرامت تھی
شہادت زندۂ جاوید ہونے کی بشارت تھی

روانگی اسیرانِ اہلبیتِ امامؑ

از کوفہ تا شام

عبید اللہ ابنِ بدنہاد سے جب ہو چکا فارغ
غمِ تشہیر کے سب ہو چکے آلِ عبا فارغ

زحر بن قیس کو اس امر پر مامور فرمایا
کہ سوئے شام لیجائے اسیروں کو یہ بے مایا

کچھ ارباب خرد اہلِ سیر رکھتے ہیں یہ بھی ظن
محافظ تھا اسیرانِ حرم کا شمر ذی الجوشن

زحر یا شمر کے ہمراہ اک فوجی رسالہ تھا
کہ جس کا ہر سپاہی فتنہ جو تھا لاابالا تھا

اسیرانِ حرم پر تھا وہی جوشِ ستمرانی
عیاں تھی ہر قدم پر بربریت فتنہ سامانی

نہ تھا محمل خواتینِ مبارک کی سواری پر
رواں یہ نیک مستورات تھیں عریاں عماری پہ

امامِ پاک زین العابدینؓ سجادِ باتمکیں
ضعیف و ناتواں بیمار و محزون مضطر و غمگیں

مقید تھے مگر تھے پابجولاں طوق در گردن
باایں ضعف و نقاہت آہنی پہنے تھے پیراہن

پہنا کر دست و پا میں ہتھکڑی بیڑی جفا پرور
لئے جاتے تھے سجادِ حزیں کو فوج کے اندر

مجسم پیکرِ صبر و رضا مظلوم شہزادہ
چلا خاموش و ساکت یادِ حق میں گردن افتادہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۲) نے حجرہ میں بیٹھے ہوئے سورۂ کہف کی تلاوت کر رہے تھے جب سرِ پر نور حضور ادھر سے گذرا۔ آپنے یہ آیت لبہائے مبارک سے سُنی :- اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَہْفِ وَ الرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ۝ ترجمہ :- کیا تو جانتا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم میری عجیب نشانیوں میں سے ہیں۔ ۱۲

شہیدانِ گرامی کے مبارک سر تھے نیزوں پر
رواں اس طرح تھا کوفہ سے سوئے شام یہ لشکر

سحر سے شام تک یہ قافلہ ہر روز چلتا تھا
جہاں ہوتی تھی منزل رات کو پہرہ بدلتا تھا

کرامت رونما ہر دن سرِ اقدس سے ہوتی تھی
پہونچتے تھے جہاں قیدی وہاں مخلوق روتی تھی

مرحلۂ حرّان

گروہِ اہلبیت پاک جب حرّان تک پہونچا
سرِ شاہِ شہیداں اک بلند ایوان تک پہونچا

یہودی مالک ایوان قریب کارواں آیا
پڑی سر پر نظر دیکھا ہے سر پہ ابر کا سایا

لبِ سلطانِ دیں ہلتے ہوئے اس کو نظر آئے
کلام اللہ کے کچھ آپ نے الفاظ فرمائے

یہودی جو کلیم اللہ کے گرجے کا درباں تھا
کلام اللہ کی آیات سنتے ہی مسلماں تھا

لٹا کر اپنا مال اور سامان یحییٰ نے
بطور نذر پیش حضرت عابدؑ رکھا لاکے

یہودی کا مسلماں ہو گئے یوں وارفتہ ہو جانا
نہ اصلا کر سکی برداشت یہ افواجِ بیگانہ

اسے بھی ان ستمگر ظالموں نے قتل کر ڈالا
ہوا لذت کش جامِ شہادت حق کا متوالا!

مرحلۂ موصل

یہاں سے جب بڑھے آگے تو موصل کے قریب آئے
کہا فرمانروا نے کیوں یہاں تم بدنصیب آئے

نہوں موصل میں داخل قاتلانِ سبطِ پیغمبر
کہ ان کا داخلہ ہے وجہ امکانِ فساد و شر

رکا شب کو یہ لشکر شہر سے کچھ دور صحرا میں
رکھا اک صاف پتھر پر سرِ پُر نور صحرا میں

گرا پتھر پہ خونِ فرقِ اطہر کا کوئی قطرا
اثر برسوں رہا یہ قطرۂ خونِ مبارک کا

لہو عشرہ کے دن پتھر سے جاری تازہ ہوتا تھا
کرامت کا امام پاک کی اندازہ ہوتا تھا

یہ پتھر عہد میں عبد الملک فرزند مرواں کے
بفرمانِ حکومت کر دیا گم چشمِ انساں سے

مرحلۂ حلب

رواں ہو کر یہاں سے کارواں نزدِ حلب آیا
مچا غل ہر طرف فرزندِ سلطانِ عرب آیا

یہاں قلعہ کا داروغہ عزیز نیک سیرت تھا
یہودی تھا مگر تھا با مروت خوش عقیدت تھا

سرِ اطہر کی اس نے خواب میں توقیر دیکھی تھی
بزرگوں کی نظر کے سامنے تصویر دیکھی تھی

مسلماں ہو گیا شیریں سے اسکی ہو گئی شادی
یہ شیریں شہر بانو کی کنیز پاکدامن تھی

عزیز نیک خو نے مال و زر بلکہ سب سرمایہ
حضورِ شہر بانو میں ادب سے نذر فرمایا

ابو الخنوق سپاہی

خنوقِ نامزا تھا جو نگہباں فرقِ اطہر کا
کیا نظارہ اس نے خواب میں میدانِ محشر کا

سرِ انور رہے آغوشِ آدم میں نظر آیا
گروہ انبیاء میدان میں تا خیر البشر آیا

علیؑ و جعفرِ طیارؓ و حمزہؓ بھی نظر آئے
شہیدوں اور فرشتوں کے پرے بھی گرد سر آئے

لئے بوسے شہیدوں نے سرِ شاہِ شہیداں کے
ہوئے اعزاز ظاہر خواب میں محبوبِ یزداں کے

ہوا مجھی نگہباں خواب میں مائل بہ گستاخی
مگر فوراً ہی بڑھ کے اک فرشتے نے سزا دیدی

طمانچہ قہر کا نازی کے چہرہ پر لگا ایسا
ہوا منھ سوج کر خنزیر کا ہوتا ہے منہ جیسا

ہوا گھبرا کے فوراً خواب سے بیدار فوجی
پس آئینہ صورت مطلقاً بگڑی ہوئی دیکھی

سالار سے روداد شب ساری بیاں کر دی
جو صورت خواب میں دیکھی تھی سراپا عیاں کر دی

کہا جب میر لشکر نے ہے بدلی کیوں تری صورت
خنوقِ مردہ دل پر یک بیک چھا گئی ہیبت

کلیجہ پھٹ گیا کم بخت کا خوفِ الٰہی سے
لیا بدلہ اجل نے بدتمیزی کا سپاہی سے

دربارِ یزید

پہلا نظارہ — تاریخی شواہد

یہاں سے اہلبیتِ پاک نے جب کوچ فرمایا
اسیرانِ حرم کا قافلہ نزدِ دمشق آیا

ادھر منزل بمنزل قافلہ چلتا تھا روزانہ
پہونچتے تھے ادھر جاسوس تا دربارِ شاہانہ

یزیدِ شام کو قاصد خبر روزانہ دیتے تھے
نویدِ فتح دیکر تہنیت انعام لیتے تھے

لکھی ہے اس سفر کی صاحبِ روضہ نے جو حالت
بالفاظِ دگر اس نظم میں بھی ہے وہی صورت

مرے پیشِ نظر روضہ[1] کے مفہوم پنہاں ہیں
مصنف جسکے حافظ[2] مولوی ہادی علی خاں ہیں

لکھا جو کچھ ہے مولانا نے روضہ کے حوالے سے
کیا ہے نظم یہ نسخہ ان کے مطبوعہ رسالے سے

اسیرانِ حرم کی آمد آمد کی خبر سن کر
منادی کی یزیدِ شام نے یہ شہر کے اندر

دمشق آراستہ ہو آئینہ بندی ہو راہوں میں
کیا جائے چراغاں مسجدوں میں خانقاہوں میں

گلی کوچوں میں اظہارِ طرب کے ساز و ساماں ہوں
نویدِ فتح سنکر ساکنانِ شہر شاداں ہوں

کریں سب باغیوں کی پیشوائی اس قرینے سے
کہ تر ہو جائے پیشانی اسیروں کی پسینے سے

دار الامارت

خلافِ صاحبِ روضہ خلافِ ہاشمی[3] کامل
ہے ابنِ خلدون صاف گو تاریخ میں ناقل

---

[1] روضۃ الشہداء مصنفہ حسین بن علی کاشفی (الواعظ البیہقی) متوفی سنہ ۹۱۰ھ روضۃ الاحباب مولفہ جلال الدین نیشاپوری متوفی سنہ [illegible]

[2] مولانا ہادی علی خانصاحب مصنف دہ مجلس

[3] مولانا ہادی علی خانصاحب مرحوم۔

سعادت کے[1] مصنف نے صواعق[2] کے حوالے سے
کیا ہے اتفاق اکثر اسی تاریخ والے سے

غرض دار الحکومت میں اسیران حرم آئے
علیؓ کے لاڈلے لختِ جگر پابندِ غم آئے

دمشقی مرد و زن میں ہر طرف کہرام برپا تھا
شہیدوں کے سروں کو دیکھکر ہر شخص رو رہا تھا

اسیروں کی زیارت کے لئے مضطر خدائی تھی
حسینؓ ابن علیؓ کے نام کی لب پر دہائی تھی

دو رویہ شہر والوں کے تھے جمگھٹ شاہراہوں پر
نگاہیں ہر طرف سے اٹھ رہی تھیں بے گناہوں پر

لہو افشاں تھیں آنکھیں اہلِ نظارہ کی ماتم سے
جگر پھٹے جاتے تھے اربابِ دل کے کثرتِ غم سے

جلوسِ عترتِ اطہار آخر شہر میں آیا
دوبارہ زلزلہ پھر آج بزمِ دہر میں آیا

تقریر سالار جیش

زحر بن قیس جب دربار میں پیشِ یزید آیا
زباں پر سرگذشتِ کربلا سب ناسزا لایا

گذارش کی مبارکباد دینے کو میں آیا ہوں
سروں کو سرکشوں کے باغیوں کے ساتھ لایا ہوں

امیر المومنیں کو فتح و نصرت کی بشارت ہو
مبارک ظفر یہ کامرانی یہ شجاعت ہو

حسینؓ ابن علیؓ دشمن تھے جو شامی حکومت کے
نمایاں جن سے تھے آثار ہر ساعت بغاوت کے

اٹھارہ نونہالانِ حرم کو ساتھ میں لے کر
بنا کر مختصر سا ساٹھ انسانوں کا اک لشکر

مدینہ سے چلے مکہ میں ہو کر آئے کوفہ میں
دیا درسِ بغاوت ہر گلی ہر ایک کوچہ میں

عبید اللہ امیر کوفہ نے اول تو سمجھایا
کریں بیعت امیر المومنیں کی حکم فرمایا

اگر بیعت نہیں کرتے تو ہوں پھر جنگ پر مائل
نہ مانا تھا ہوئے ہرگز اطاعت پر نہ وہ مائل

ہماری فوج دریا موج نے سورج نکلتے ہی
سنانِ تیغ سے کی باغیوں کی خوب سرکوبی

---

[1] سعادت الکونین مصنفہ مولانا مفتی محمد اکرام الدین صاحب نبیرہ حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی۔ [2] صواعق محرقہ از علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۳ھ

مخالف نیزہ و خنجر کی زد میں آ گئے سارے
چھپے جا جا کے ریتی کے گڑھوں میں خوف کے مارے

انھیں میدان سے یوں بھاگنا کچھ بھی نہ کام آیا
ہماری فوج کو جس وقت جوشِ انتقام آیا

صفایا کر دیا دم بھر میں مٹھی بھر حریفوں کا
بنا مدفن ٹھکانا ناتوانوں کا ضعیفوں کا

بلا گور و کفن لاشیں پڑی ہیں اُن کی میداں میں
تنِ بے سر ہیں پنہاں اس ریگِ بیاباں میں

درندے دشت کے اب انکی لاشوں کے نگہباں ہیں
فقط زاغ و زغن صحرا میں انکے مرثیہ خواں ہیں

مرے ہمراہ ہیں سر ان مخالف سرفروشوں کے
حضور انجام تو دیکھیں ذرا ان فتنہ کوشوں کے

حسین ابن علیؑ کے سر کو میں نیزہ پہ لایا ہوں
یہاں تک سر برہنہ عورتوں کو لیکے آیا ہوں

تاثراتِ یزید

یزید شام نے یہ سوچ فرسا سن کے افسانا
کہا با چشم پرنم لعنت ہے تجھ پہ ابن مرجانا

قسم اللہ کی تیری جگہ پہ میں اگر ہوتا
نہ ہرگز خوش حسینؓ ابن علیؑ کے قتل پہ ہوتا

جہاں تک ہوتا انکے قتل سے میں درگذر کرتا
لہو سے اُن کے اپنی آستیں ہرگز نہ تر کرتا

یہ کہکر ہو گیا ساکت یزید شام سنگیں دل
حسینؓ ابن علی پر لے خدا اگر رحمتیں نازل

زحر بن قیس کو دربار سے باہر نکلوایا
صلہ ملعون کو اصلاً عطا کوئی نہ فرمایا

دربارِ عام

کیا اعلان یہ دربار ہوگا عام اگلے دن
سب اہل شہر حاضر ہوں جہاں تک ہو سکے ممکن

سر دربار سر لائے گئے سارے شہیدوں کے
ہوئے حالات سب پر آئینہ ان برگزیدوں کے

سلاسل زیب پا سجادؑ بھی پیش یزید آئے
سکینہؓ فاطمہؓ زینبؓ کو بھی دربار میں لائے

سر شاہ شہیداں پر پڑیں نظریں جو الفت سے
سکینہ فاطمہ چلا اٹھیں فرط محبت سے

قیامت خیز ان معصوم مہ پاروں کے نالے تھے
سر محفل یزیدی منہ گریبانوں میں ڈالے تھے

شقی القلب درباری جگر تھامے ہوئے سارے
مچا تھا ہر طرف رونے سے اک کہرام محفل میں
ہوا ہر دم بکا بے ساختہ ہر خویش و بیگانہ
سکوں مائل ہوا جب کچھ یہ رقت آفریں منظر
یزید شام کیا سچ مچ یہی شانِ امارت ہے
نہ تھے کیا رحمۃ العالمین محبوب یزداں کے
نہیں کیا اے امیرِ شام تم ابن معاویہؓ
محمد مصطفےٰ پر تم اگر ایمان رکھتے ہو
قسم تم کو رسول اللہؐ کی توقیر و عزت کی
یزید شام بولا آپ بیشک محترم سب ہیں
چچا کی لڑکیوں کے پاس جاؤ وہ بھی مضطر ہیں
خواتینِ حرم قصرِ یزیدِ شام میں پہنچیں
یہاں بیتاب اور مغموم ہر عورت نظر آئی
کہا سجادؓ نے زنجیر کو ہاتھ میں لے کر
بتائے شاہ سکتے تھے کیا یوں پابجولاں ہم
یقیناً وہ سلاسل سے ہمیں آزاد کر دیتے
یزید شام بولا سچ کہا سجادؓ یہ تم نے
یہ کہکر حکم فرمایا نگہبانانِ زنداں سے
اُتاریں طوق گلوں سے بیبیوں کی ہتکڑی توڑیں
سرِ دربار زنجیر و رسن توڑے گئے فوراً
ہوئے آزاد عابدؓ زحمتِ قید و سلاسل سے

کھڑے تھے دم بخود خوفِ یزید شام کے مارے
وفورِ درد و غم سے ہوک اٹھتی تھی ہر اک دل میں
نظر آنے لگا ماتم کدہ دربار شاہانہ
کہا معصوم فطرت فاطمہؓ نے مضطرب ہو کر
ترے دربار میں قیدی نبیؐ کی پاک عترت ہے
معاویہؓ صحابی کیا نہ تھے شاہ رسولاں کے
نہیں قلبیں تمہارے کیا کوئی اسلام کا جذبہ
خدا کا خوف دل میں سامنے قرآن رکھتے ہو
بتاؤ ہم نہیں کیا بیٹیاں شاہِ رسالت کی
ابھی تک قید ہیں جو بیبیاں ہمراہ سب ہیں
تمہاری طرح غم میں دیر سے با دیدۂ تر ہیں
دل افسردہ مکانِ دشمنِ سالم میں پہنچیں
فدائے سیدِ مظلوم ہر عورت نظر آئی
اگر ہوتے محمد مصطفےٰ مخلوق کے اندر
نہ ہوتے قیدِ زنداں میں کبھی ناکردہ عصیاں ہم
اشاروں سے مداوائے دلِ ناشاد کر دیتے
نہیں برداشت کی بیشک کبھی بیداد یہ تم نے
رہا کر دیں اسیروں کو ستم ہائے فراواں سے
ہیں اب تک قید میں جو لوگ ان کو جلد تر چھوڑیں
گرفتارانِ زنداں قید سے چھوڑے گئے فوراً
بعزت آپ کو رخصت کیا ظالم نے محفل سے

تقریر نعمانؓ بن بشیر انصاری

اسیرانِ حرم کو لائے جب عمالِ سرکاری
سرِ دربار تھے موجود نعمان انصاری

تھے یہ نعمان فرزندِ بشیر اصحاب حضرتؐ کے
رہے تھے برسوں حاضر آپ کے دربارِ نبوت میں

یزیدِ شام سے نعمان نے خواہش یہ ظاہر کی
کہ ہے تکریم لازم اہل بیت و آلِ اطہر کی

نواسی صاحبِ لولاک کی ہیں حضرت زینبؓ
نہیں ان کا زمانہ دہر میں ہم رتبہ کوئی اب

یہاں ہیں زین العابدینؓ تنہا فقط اولادِ زہراؓ میں
رسولِ پاکؐ کا ان سے چلے گا نام دنیا میں

ذرا سوچو تو اپنے دل میں تم اے شام کے والی
ہے اولادِ رسولِ پاکؐ کا کیا منصب عالی

رسول اللہ خود موجود دنیا میں اگر ہوتے
کبھی پژمردہ زہراؓ کے نہ یہ گلہائے تر ہوتے

محبت تھی رسولِ پاکؐ کو جو آلِ زہراؓ سے
نہیں پوشیدہ وہ ہرگز نگاہِ اہلِ دنیا سے

یزیدِ شام بولا سچ کہا نعمان یہ تم نے
مسخر کر لیا مجھکو اس اندازِ تکلم نے

تم اے نعمان اہلبیت کی خدمت بجا لاؤ
کرو دلشاد و خوش ان ہی مہمانوں کو ٹھہراؤ

مہیا جملہ سامانِ استراحت کے کیئے جائیں
زر و مال و لباس پیراہن سب کو پہنچائیں

غرض یہ کارواں کچھ دن رہا دار الحکومت میں
کمی سے جانبِ حاکم ہوئی کوئی نہ عزت میں

دوسرا نظارہ

شورِ اہلِ سپہر

تمام احوالِ دربارِ یزیدِ شام ہیں ہم نے
لکھے ہیں خلدون[1] مخزن[2] اور شرح صواعق[3] سے

اگر لکھا ہے وہ مجلس بیچ ہادی علی خاں نے
از اول تا بہ آخر ہے وہ بالکل مختلف اس سے

۱؎ تاریخ علامہ ابن خلدون ۲؎ وہ مخزن مصنفہ حکیم نصر اللہ خاں ۳؎ شرح صواعق یعنی [illegible]

سہیلؓ ساعدی کی آپ نے تشریح لکھی ہے
نہایت صاف لفظوں میں روایت یہ بیاں کی ہے

سہیلؓ ساعدی تھے شام کے تاجر صحابی تھے
معمّر با وجاہت نیک با ریش خضابی تھے

دمشق آراستہ دیکھا انھوں نے اپنی آنکھوں سے
نمایاں ساز و سامانِ مسرت شہر میں دیکھے

درِ ساعات سے تھا داخلہ بیکس اسیروں کا
ہجوم عام تھا ہر جا امیروں کا غریبوں کا

مگر اس اژدہام بیکراں سے بند تھیں راہیں
خوشی کے تھے کہیں نغمے لبوں پر تھیں کہیں آہیں

گذر دروازۂ ساعات سے ممکن نہ تھا اصلا
بالآخر باب توما سے پلٹ کر قافلہ گذرا

سحر سے ظہر تک پہنچے یہ قیدی قصرِ عالی تک
ہوئی مشکل رسائی قافلہ کی بابِ عالی تک

سجائے جا چکے تھے قصر شاہانہ کے بام و در
یزیدِ شام تھا بیٹھا ہوا تختِ مرصع پر

کھڑے تھے حاجب و دربان ہر اک جانب صفیں باندھے
امیرانِ مقرب مسندوں پر اپنی تھے بیٹھے

بٹھایا ایک گوشہ میں اسیروں کو جدا سب سے
نمائش کی سروں کی کرسیوں پر سامنے رکھ کے

یزید احباب سے ہر سر کی تفصیلات سنتا تھا
زخود رفتہ و خود غیض سے تھا سر کو دھنتا تھا

سرِ شاہ شہیداں کو طلب آخر میں فرمایا
بشیر اس سر کو لے کر شمر سے خود سامنے آیا

سرِ اطہر کو شمر نا خلف کیوں خود نہیں لایا
تھا واقف خوئے والی سے بخوبی بد فرمایا

مذبذب تھا یزید شام کی جانب سے بیزاری
نظر کے سامنے تھی اسکے اپنی ذلت و خواری

بشیر امید انعام و عطایا دل میں رکھتا تھا
رجز پڑھتا ہوا ہر ہر قدم منزل میں رکھتا تھا

پڑھے اشعار کچھ ناگفتنی دربار شاہی میں
تجاوز کر گیا حدِ ادب سے خیر خواہی میں

کہا اس نے یہ سر اس تاجدار سروراں کا ہے
یہ سر اس سرور و سردارِ خوبانِ جہاں کا ہے

نہ تھا جس کی شجاعت کا زمانہ میں کوئی ثانی
یہ وہ ہے ختم تھے جس پر تمام اوصاف انسانی

یہ وہ ہے دو جہاں میں محترم تر ہے نسب جسکا
ہے یہ وہ ذات ہے نازاں ہوئے تو اعرب جسکا

مناقب بر محل سن کر یہ غصہ میں یزید آیا
کفِ جلاد سے اس ہی لیے اس کو قتل کروایا

یزیدِ شام نے سر کو رکھا طشتِ طلائی میں
ہوا مصروف پھر ظالم تشدد آزمائی میں

لب و دنداں پہ چوب خشک سے صدما پہونچائے
ہوئے بیتاب سمرہؓ ابن جندب ان مظالم سے
یزید فتنہ ساماں بارہا میں نے یہ دیکھا ہے
گریں ہاتھوں پہ منبر سے بجلیاں قہر الٰہی کی
نہیں میا یہ گستاخی سر پر نور سے تجھکو
کہا ظالم نے سمرہؓ سے کہ سمرہؓ تو صحابی ہے
صحابی تو نہ ہوتا گر رسول اللہ کا سمرہؓ
کہا سمرہؓ نے عزت ہے صحابی کی ترے دل میں
یہودی کوئی سردار اگرچہ تھا دربار میں حاضر
یہ سر ہے ایک باغی کا جو داعی تھا امامت کا
حسینؓ ابن علیؓ تھا یہ نواسہ یہ نبیؐ کا تھا
سپاہ کوفہ نے اس کو سزا دی ہر بغاوت کی
یہودی نے کہا داؤد کی اولاد سے ہوں میں
ابھی تک مجھ سے تا داؤد ستر پشت گزری ہیں
رسول اللہ جو تشریف فرما تم میں تھے کل تک
نبیؐ کو حشر میں تم ظالموں کیا منہ دکھاؤ گے
یزید نا سزا جوش غضب میں اور جھلایا
یہودی نے سر اقدس کا بوسہ لے لیا رو کر
غلام بے نوا ہوں آپ پر ایمان لاتا ہوں
خدا کے سامنے روز جزا امداد فرمانا
یزید شام بولا خوف سے مذہب بدلتا ہے

زباں پر طعنہ ہائے نارو ابھی غیض میں آئے
کہا فرط غضب میں یہ سر دربار حاکم سے
خدا شاہد نبیؐ نے ان لب دنداں کو چوما ہے
ہو ساری آبرو برباد تیری بادشاہی کی
جہنم کے شرارے تاکتے ہیں دور سے تجھکو
وگرنہ قابل تعزیر یہ حاضر جوابی ہے
تو مقتل ابھی ہوتا یہی دربار کا کمرہ
مگر ابن رسول اللہ پر یہ ظلم محفل میں
کہا اس سے یزید شام نے اے محترم تاجر
خفا الغضر تے ہو تم تک جو رہا میری طاعت کا
ابھی دربردہ کچھ سودا جنون مذہبی کا تھا
یہی تعزیر ہے ان باغیان بد جبلت کی
وطن سے دور رہ کر بھولا ہوا ابھی یاد سے ہوا ہیں
مگر ابتک مری تعظیم کے قائل یہودی ہیں
کئے تم نے ستم انکی مبارک آل پر بیشک
قیامت میں خدا کے سامنے کس طرح جاؤ گے
ندا غصہ سے دی جلاد کو فی الفور بلوایا
کہا جوش عقیدت سے کہ اے سردار اے سرور
مسلماں ہو رہا ہوں آپ کو شاہد بناتا ہوں
مجھے نانا کی خدمت میں لب تسلیم لے جانا
مجھے دیتا ہے دھوکہ یہ آگے چال چلتا ہے

کہا اس نے کہ سو جانیں مری اسلام پر صدقے
خوشی سے جان کرتا ہوں نبیؐ کے نام پر صدقے

مجھے تو قتل کر دے شوق سے راضی ہوں میں اس پر
حسینؓ ابن علیؓ ہوں کاش میرے شافعِ محشر

یہ نومسلم ہوا ذوق آشنا آخر شہادت سے
نہ باز آیا یزید اپنی جفا آگیں عداوت سے

طلبیٔ عترتِ اطہار

یزید اس ظلم اس جور و جفا سے مطمئن ہو کر
ہوا گویا سرِ محفل کہاں ہے عترتِ حیدرؓ

بلایا زینبؓ و کلثومؓ و سجادؓ و سکینہؓ کو
سرِ دربار دیکھا آلِ سلطانِ مدینہؐ کو

سرِ شاہِ شہیداں دیکھ کر زینبؓ ہوئیں غمگیں
سنبھل کر پھر یزیدِ شام سے بولیں بصد تمکیں

یزید اے حاکمِ نامہرباں اے شام کے والی
تجھے ہے آج حاصل اقتدارِ ملکی و مالی

مگر یہ تختِ شاہی یہ حکومت چند روزہ ہے
یہ تیرا جسم و جاں پیکرِ نخوت چند روزہ ہے

ذرا سی زندگی پر اس قدر نازاں ہو ناداں
خدا سے ڈر قضا کو یاد کر خود کو سمجھ بیجاں

حبابِ آب سا یہ سارا زندگی کا کارخانہ ہے
قیامت میں خدا کے سامنے اک روز جانا ہے

ستم ہے تیرے گھر کی عورتیں سب گھر کے اندر ہیں
نبیؐ کی بیٹیاں بے پردہ ہیں بے گھر ہیں بے در ہیں

ہمیں نامحرموں کے ساتھ کیوں تو نے بلایا ہے
تماشائی ہمارا آج ہر اپنا پرایا ہے

نبیؐ کو تو ابھی ختم الرسل تسلیم کرتا ہے
ابھی تو کلمۂ اسلام کی تعظیم کرتا ہے

نبی زادوں پہ کب تک نہ رہے تو باز آئیگا
خدا کو حشر میں کل منہ کیا تو دکھائیگا

یزیدِ فتنہ ساماں نے سنی یہ گفتگو ساری
سرِ دربار اس پر ہیبتِ حق ہو گئی طاری

کیا دریافت لوگوں سے یہ دختر کس کی لڑکی ہے
کہا اہلِ شرف نے فاطمہ زہرہؓ کی بیٹی ہے

یہ زینبؓ ہیں ہمشیرہ حسینؓ ابن علیؓ کی ہیں
نبی الانبیاء شانِ رسالتؐ کی نواسی ہیں

یزیدِ شام کا سر جھک گیا فرطِ ندامت سے
رہا محفل میں تھوڑی دیر تک خاموش غیرت سے

حالتِ کلثومؓ مغموم

باندوہِ الم کلثومؓ بولیں گر اجازت ہو
سرِ اطہر اٹھا لوں تاکہ پوری دل کی حسرت ہو

ہوا اذن امّ کلثومؓ حزیں کو سر اٹھانے کا
ملا موقع بہن کو بھائی پر آنسو بہانے کا

زیارت کی خواتینِ حرم نے فرقِ اطہر کی
جہاں تک ہو سکا ہر ایک نے توقیر کی سر کی

زباں سے آہ کی منہ رکھ دیا کلثومؓ نے سر پہ
بندھی ہچکی بدن کانپا ہوئیں بیہوش سر دھن کر

رہا کچھ دیر تک سکتہ کا عالم آپ پہ طاری
مآلِ کار جب سنبھلی طبیعت خود بہ دشواری

یزیدِ شام سے بولیں ستم یہ رنگ لائے گا
ستا کر ہم کو راحت تو بھی دنیا میں نہ پائیگا

شہیدوں کا لہو بیداد گر زائل نہیں ہوتا
خدائی کی نظر میں سرخرو قاتل نہیں ہوتا

تعجب سے یزیدِ شام نے ان کی طرف دیکھا
کہا یا تو ہے اس خاتون نے عزت کی ہیں سمجھا

خواہر ہیں یہ معصومہ حسینؓ پاک کی شاید
ہیں یہ بھی رکن آلِ حبیب لولاک کی شاید

کہا افرادِ قبیلہ نے انھیں کلثومؓ کہتے ہیں
انھیں اہلِ عقیدت کیا خدا معاذ کہتے ہیں

کہا ظالم نے اے کلثومؓ دیکھا تم نے سچ کہنا
نہیں جھوٹا کیا ثابت خدا نے خلق میں کیسا

کہا کلثومؓ نے جھوٹے نہیں ہرگز ستمگر ہم
خدا شاہد کہ قائم آج تک ہیں راستی پر ہم

منافق کو خدائے پاک نے جھوٹا ہے فرمایا
ذرا سچ تو بتا ہے کون کاذب اے فرومایا

یزید اس طعنۂ برجستہ سے نادم ہوا دل میں
رہا منہ پھیر کر کچھ دیر تک خاموش محفل میں

مکالمہ یزید اور حضرت سجادؓ

توجہ کی یزیدِ شام نے پھر جانبِ عابدؓ
کہا تم کون ہو مضطر دو ہم صورت زاہد

کہا عابدؓ نے میں بیٹا حسینؓ ابنِ علیؓ کا ہوں
جگر افگار اک بیمار نسلِ ہاشمی کا ہوں

یزیدِ شام بولا تھے حسینؓ اس بات کے خواہاں
خلافت چھین کر مجھ سے بنیں خود سرِ زور داراں

انھیں خواہش تھی انکے نام کا خطبہ پڑھا جائے ۔ امیر المومنین ان کو مساجد میں کہا جائے

انھیں ارمان تھا ہوں شہ نشین مسجد و ممبر ۔ انھیں تھی آرزو شاہی کریں وہ ہفت کشور پر

مگر شکرِ خدا پورے نہ ارماں ہو سکے ان کے ۔ نہ اربابِ شرف مرہونِ احساں ہو سکے انکے

پڑھیں سجادؓ نے آہستہ کچھ آیاتِ قرآنی ۔ عیاں تھی جن سے توہینِ جفاکوشی ستمرانی

یزید آیاتِ قرآں سن کے عابدؓ سے ہوا بدظن ۔ کہا جلاد سے لیجا کے انکی مار دے گردن

کہا کلثومؓ نے اے حکمراں کیا ظلم کرتا ہے ۔ ضعیف و زار ہے بیمار عابدؓ خود ہی مرتا ہے

پسر آلِ حسینؓ پاک میں یہ ایک باقی ہے ۔ یہی ہم سب کا محرم ہے۔ یہ امر اتفاقی ہے

یہ کہہ کر آپ نے سوئے مدینہ یاس سے دیکھا ۔ جمالِ مصطفیٰ کو دور رہ کر پاس سے دیکھا

دہائی دے کے نانا جان سے فریاد و زاری کی ۔ طلب امداد کی شاہِ رسل سے رب باری کی

گذارش کی کہ نانا جان دیکھو کیا قیامت ہے ۔ یزید اسوقت بھی آمادۂ قتل و ہلاکت ہے

نبوت کا چمن سارا ہوا برباد غربت میں ۔ کرے گا قتل اب سجادؓ کو جلاد غربت میں

ہمارا اب کوئی نہیں یا نبیؐ اب کون محرم ہے ۔ فقط اولاد میں سرکار کی سجادؓ کا دم ہے

مرے سجادؓ کو اب مرے نانا جان بچا لو تم ۔ یزید شام کے دل میں خدارا رحم ڈالو تم

ادھر کلثومؓ و زینبؓ کی ابھی فریاد جاری تھی ۔ ادھر قلبِ یزیدِ شام پر ہیبت سی طاری تھی

عیاں تھی حالتِ درباریاں سلطنت اس پر ۔ تھے اکثر طعنہ زن باشندگانِ سلطنت اس پر

کہا جلاد سے ہٹ چھوڑ دے سجادؓ کو فوراً ۔ تہ دامن چھپائے خنجرِ بیداد کو فوراً

یزید آمادہ فوراً ہو گیا اظہارِ الفت پر ۔ بٹھایا عابدؓ بیمار کو تختِ حکومت پر

باندازِ محبت دیر تک کرتا رہا باتیں ۔ ادب سے مختلف ربا ہوئے کیں ملاقاتیں

پئے گفتن سکوں کچھ مضطرب سجادؓ نے پایا ۔ اسی دوران میں ڈھلنے لگا دن وقت شام آیا

بجا نقارۂ وقت شام جب شاہی حکومت کا ۔ پھر عابدؓ سے یوں بولا یزید نا سعادت کا

بتاؤ بھائی عابد بج رہی ہے کس کی نوبت ۔ کہا عابد نے ٹھہرو دو مجھے کچھ دیر کی مہلت

اذاں کی یک بیک گونجی صدا مینارِ مسجد سے
سنا عابدؓ نے جب نامِ خدا مینارِ مسجد سے

کہا عابدؓ نے اے ابن یزید اے صاحبِ دولت
یہ آوازِ اذاں یہ قدر نبی اسلام کی نوبت

بجے گی تیرے گھر نہ روز و شب نوبت قیامت تک
ابد آثار یہ نوبت ہمارے گھر کی ہے بیشک

تمہاری ہے فقط دو دن کی یہ نوبت یہ نقارا
بلند اللہ اکبر کا رہے گا تا ابد نعرہ

یقیناً چند روزہ ہیں یہ تاج و تختِ عز و جاہ
قیامت تک کہیں گے سب محمدؐ کو رسول اللہ

یزید شام سے عابدؓ نے فرمایا کہ اے سلطاں
بتا ناکس کے گھر جبریل لائے عرش سے قرآں

فرشتوں نے کہو تو کس کے گھر کی آکے دربانی
ہوئی ہیں کس پہ نازل عرش سے آیاتِ قرآنی

ہوئی ہے آیۂ تطہیر نازل تم پہ یا ہم پر
رہا ہے کعبۂ ایماں تمہارا یا ہمارا گھر

بتاؤ فرض ہے کس کی محبت اہل ایماں پر
تمہارے ہیں کہ ہیں نانا ہمارے شافعِ محشر

یہ باتیں صاحبِ قرآں کے نور العین کی سن کر
سکوت طاری ہوا از خود یزید شام کے دل پر

کہا لا ریب تم زین حسینؓ ابن علیؓ تم ہو
خدا والوں کے تم والی ہو عابد ہو ولی تم ہو

مری خواہش ہے جو حاجت تمہاری ہو بیاں کر دو
تمہارے دل میں جو ارماں ہو اسکو عیاں کر دو

کہا سجادؓ نے حاجت واللہ میرا ہے
رضائے حق پہ راضی قلب حق آگاہ میرا ہے

مگر ہاں تم مجھے دیدو مرے والد کے قاتل کو
خیالِ انتقامِ خونِ ناحق ہے مرے دل کو

جستجوئے قاتل امامؑ

یزید شام نے سن کر کلامِ عابدؓ بسمل
بلایا افسرانِ فوج کوفہ کو سر محفل

ہر اک سردار سے پوچھا حسینؓ پاک کا قاتل
ہے تم میں ایسا کون کم عقل ہے تم میں کون سنگین دل

کہا لوگوں نے خولی قاتلِ شاہِ شہیداں ہے
مگر منکر ہوا خولی کہا یہ کارِ شیطاں ہے

لیا نام سناں ابن انس خولی نے جستہ
رہا خود منکر قتل کے دامن سے دل بستہ

یزید اس اختلافِ باہمی سے غیض میں آیا
ہر اک سردار کو دیں جھڑکیاں غصے سے فرمایا

تعجب ہے کہ ہر سردار ہے انعام کا خواہاں — مگر قتل حسینؓ ابن علیؓ کا راز ہے پنہاں

کہا اکثر نے قاتل شاہ کا ہے شمر ذی الجوشن — مگر تھا منکر قتل عمد یہ دین کا دشمن

کہا اس نے معاذ اللہ میں ہرگز نہیں قاتل — مجھے معلوم ہے موجود ہے لیکن نہیں قاتل

یزید شام بولا شمر ہیں سب متفق اس پر — کہ تو نے ہی اُتارا ہے حسینؓ ابن علیؓ کا سر

کہا شمر لعین نے جو مجھے قاتل بتاتے ہیں — وہ خود کذاب ہیں از قصد اس حقیقت کو چھپاتے ہیں

سنان ابن انس جو واقعی حضرت کا قاتل تھا — نگاہ شمر سے پنہاں تھا غافل ہیچ دل تھا

پریشاں تھا دوبارہ یہ نہ دے پھر شمر نام اسکا — اجل کر دے نہ دم بھر میں کہیں قصہ تمام اسکا

مگر شمر شقی اپنی کہے جاتا تھا بے ڈر تھا — عبث اس کی نظر میں جان جوکھوں کا یہ منظر تھا

یزید شام نے جھلا کے پوچھا سچ بتاؤ تم — حسینؓ ابن علیؓ کا مارنے والا کہاں ہے گم

کہا یہ شمر نے اتنی حقیقت ہے جو سچ پوچھو — بنائے قتل خود واہب جکو مستحق جو سچ پوچھو

وہ قاتل ہے کیا مجبور شمر کو جس نے بیعت پر — وہ قاتل ہے جسے تھا ناز طاقت پر جکو منبر پر

وہ قاتل ہے عبید اللہ کو جس نے حکومت دی — وہ قاتل ہے سپاہ کوفہ کی جس نے اعانت کی

وہ قاتل ہے خزانہ کا کیا وا جس نے دروازہ — وہ قاتل ہے کیا برہم عرب کا جس نے شیرازہ

وہ قاتل ہے کیا اقرار خود انعام کا جس نے — وہ قاتل ہے کیا بیجان جسد اسلام کا جس نے

وہ قاتل ہے کئے جس نے فراہم جنگ کے ساماں — وہ قاتل ہے بھلا دی جس نے دل سے عزت قرآں

یزید شام نے باتیں سنیں یہ شمر کی ساری — کہا شعلہ بداماں ہو کے غصہ سے کہ اے ناری

غلط الزام اس قتل عمد کا مجھکو دیتا ہے — ہے خود قاتل مگر سفاک میرا نام لیتا ہے

یزید اس درجہ شمر یاوہ گو سے ہو گیا برہم — اٹھا لی تیغ غصہ پھر مگر کچھ پڑ گیا مدھم

سنان و شمر و علی کی غلط گوئی پہ لعنت کی — سر دربار ہر کوفی سپاہی پر ملامت کی

شرارت پر یہاں تک کوفیوں کی طیش میں آیا — بصد تذلیل سب کو قصر شاہی سے نکلوایا

صلہ کی خواہشوں پر نامرادی کا پھرا پانی — ہوئے سب بے آبرو حاصل ہوئی بے جا پشیمانی

بجائے خلعت و انعام منہ پر گالیاں کھائیں
غرض غارت گر دنگی دل کی امیدیں بر آئیں

سلگ اٹھا جگر نالہ لب اظہار سے نکلا
گروہِ کوفہ لعنت بر زباں دربار سے نکلا

یزید اور حضرت سجادؓ کی دوبارہ گفتگو

ستم کیشانِ کوفہ سے ہوا دربار جب خالی
ہوا سجادؓ سے صرفِ تکلم شام کا والی

کہا فرمائیے آپ کو حاجت اگر کوئی
نہ رکھیے میری جانب سے ذرا دل میں خطر کوئی

کہا عابدؓ نے مہیا کیجئے مجھکو شہیدوں کے
کہ بے سر کربلا میں جسم ہیں ان سر بریدوں کے

سروں کو میتوں کے ساتھ جاکر دفن کر دوں گا
شہیدوں کو میں اپنے ہاتھ سے مٹی کر دوں گا

کہا والی نے ہے منظور سو لے جائیے سارے
مکرر اور جو حاجت ہو کہیئے اے جگر پارے

کہا عابد نے اہلبیت کو ہمراہ کر دیجئے
بعجلت شام سے رخصت مجھے للّٰہ کر دیجئے

دعا میں راستہ بھر تا درِ قبر الشہیدوں گا
عبادت کے لئے میں زندگی کو وقف کر دوں گا

کہا والی نے یہ ارشاد بھی منظور ہے مجھکو
بھر تدبیر کرنا آپ کو مسرور ہے مجھکو

بجز اس کے ضرورت آپ کی جو اور ہو کہیئے
اگر دل میں کوئی تجویز زیرِ غور ہو کہیئے

کہا عابدؓ نے روز جمعہ ہے کل میری حسرت ہے
پڑھوں میں خطبہ سن لے خلق جو حکم شریعت ہے

یزید شام نے یہ شرط بھی منظور فرمالی
نتیجہ پر مگر اس کے بہت گہری نظر ڈالی

جامع دمشق

نماز جمعہ کو جب خلق مسجد میں سمٹ آئی
یزید شام پر ہیبت سی کچھ سجادؓ کی چھائی

اسے اچھے نہ اہل شہر کے تیور نظر آئے
نمازی جس قدر آئے باندازِ دگر آئے

ولائے اہل بیتِ پاک کا تھا جوش ہر دل میں
تھی یادِ مصطفےٰ کھولے ہوئے آغوش ہر دل میں

سرِ ممبر خلافِ وعدہ اِک شہری خطیب آیا
نظر اسکو صفوں میں جب یزیدِ بد نصیب آیا

ثنا آلِ ابوسفیان کی، کی اس نے خطبہ میں
کیا حد سے زیادہ کچھ شغفِ والی کے رتبہ میں

اہانت کی علیؑ کی آلِ حیدرؑ کی مذمت کی
شہیدانِ زمینِ کربلا پر بھی ملامت کی

برائی یہ ابِ جد کی نہ عابدؑ کو پسند آئی
جلالِ ہاشمی نے لی غضب آمیز انگڑائی

مُصلے ہی سے حضرت نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا
نمازِ جمعہ پڑھنے کو یہاں ہر شخص ہے آیا

ہے مستحسن کہ ہو خطبہ میں حمدِ حضرتِ باری
یہاں کی جا رہی ہے ہم غریبوں کی دل آزاری

بیاں خطبہ میں ہوتے کاش احکامِ خداوندی
یہاں ملحوظ ہے مخلوق کی لیکن رضامندی

محمدؐ کی ثنا آلِ محمدؐ کی مذمت ہے
مسلمانوں خدارا سچ کہو یہ کیا خطابت ہے

کیا تھا کل یہ تم سے حکمرانِ شام نے وعدہ
کہ مسجد میں پڑھے گا آج یہ خطبہ نبی زادہ

شکستِ عہد بھی ہے آج اس پر یہ جفا بھی ہے
نبی زادوں پہ یہ سب و شتم مجھ پر جفا بھی ہے

یہ کہہ کر آپ نے چاہا کہ اب خاموش ہو جائیں
اصولِ دین سے واقف اہلِ عقل و ہوش ہو جائیں

صفوں میں برہمی پیدا ہوئی اک بار ہر جانب
نظر آئے ملال و غیض کے آثار ہر جانب

ہوا غل ہر طرف خطبہ پڑھیں سجادؑ ممبر پر
اتر آئے خطیبِ بد زباں ممبر سے بہتر

یہ بے چینی کا منظر حکمراں کو جب نظر آیا
باندازِ سیاست حضرتِ عابدؑ سے فرمایا

کریں ارشاد خطبہ آپ حسرت سب کی بر آئے
شقی خطبہ خواں فی الفور ممبر سے اتر آئے

مسلمانوں نے دیکھی منزلت سبطِ پیمبرؐ کی
صدا مسجد میں گونجی ہر طرف اللہ اکبر کی

حضرت عابدؓ کا خطبہ

سرِ ممبر بعز و جاہ زین العابدینؑ آئے
برائے خطبہ فرزندِ امام المرسلینؑ آئے

قبائے سبز در بر ہاشمی دستار سر پر تھی
ضعیف و ناتواں عابدؓ پہ جلوہ کی نچھاور تھی

تجلی تھی رخِ روشن میں انوارِ الٰہی کی
تنِ مسموم پہ مائل تھیں شعاعیں تاجِ شاہی کی

رواۓ دمشق میں تھیں جذب برق طور کی لہریں
نگاہ شرمگیں سے جلوہ گر تھیں نور کی لہریں

نسیم خلد نے چومے قبائے ناز کے دامن
جبیں حق نما کے نور سے مسجد ہوئی روشن

لب شیریں سے بسم اللہ کے الفاظ جب نکلے
ہوا معلوم اوج عرش سے انوار رب نکلے

بیاں حمد خدائے ذوالمنن کی اس فصاحت سے
کہا قدسیوں نے بارک اللہ بام رفعت سے

ہوئے لب آشنا جب نام محبوب مکرم سے
ہوئی گلپاشی انوار وحدت عرش اعظم سے

احادیث نبیؐ آیات قرآنی تلاوت کیں
بیاں جملوں میں تفصیل احکام شریعت کیں

تصدق تھی فصاحت ہاشمی رنگ فصاحت پر
زباں منہ چومتی تھی اس لطافت اس سلاست پر

فصیحان دمشق و شام پر تھیں حسرتیں طاری
بقدر ذوق تھیں خاموش مسجد کی صفیں ساری

جو فقرہ برمحل بیساختہ منہ سے نکلتا تھا
اثر انداز ہوتا تھا اثر میں ڈوبا ہوتا تھا

نمازی آفریں برلب تھے اس طرز تکلم پر
فرشتے کہہ رہے تھے رحمتیں اللہ کی تم پر

مخاطب کر لیا سجادؓ نے حضار کو جس دم
کہے دو چار جملے مختصر با دیدۂ پُرنم

کہا اے ساکنان شام ہے یہ خبر تم کو
سمجھتا ہے زمانہ امت خیر البشر تم کو

وہی خیر البشر خالق کا جو پیغام لائے تھے
وہی خیر البشر جو عرش سے اسلام لائے تھے

وہی خیر البشر ختم الرسل تم جن کو کہتے ہو
وہی فرمانروائے جزو کل تم جن کو کہتے ہو

وہی ختم رسل محبوب رب العالمیں ہیں جو
وہی ختم رسل تاج سر عرش بریں ہیں جو

وہی نام مبارک ہے محمد مصطفیٰ جن کا
وہی معراج قرآن مبیں ہیں ہے خدا جنکا

وہی سلطان عالم تاجدار یثرب و بطحا
وہ کعبہ کے امیں وہ حجلۂ قوسین کے دولہا

خدا شاہد امام الانبیاء وہ میرے نانا ہیں
مجھے کہتے ہیں فرزند نبیؐ جو لوگ دانا ہیں

بھتیجا ہوں حسنؓ کا فاطمہ زہرا کا پوتا ہوں
نبیرہ شیر یزداں حیدر صفدرؓ کا پوتا ہوں

حسینؓ ابن علیؓ شاہ شہیداں کا پسر ہوں میں
گل ریحان باغ حضرت خیر البشر ہوں میں

امام دستۂ مظلوم کا نور نظر ہوں میں
بتولؓ و زینبؓ و کلثومؓ کا لخت جگر ہوں میں

میں وہ ہوں بے خطا لوٹا گیا ہے کارواں میرا ۔ ہوا ہے قتل دشتِ کربلا میں خانداں میرا
میں وہ ہوں پا بجولاں شام تک لایا گیا جس کو ۔ میں وہ ہوں جا بجا زنداں میں ٹھہرایا گیا جس کو
میں وہ ہوں جو خواتینِ حرم کا ایک محرم ہوں ۔ میں وہ ہوں خود جو اپنی بیکسی پر وقفِ ماتم ہوں
وہ مستورات جنکے حق میں آیاتِ حجاب اُتریں ۔ نہ اپنے گھر کی چوکھٹ سے کبھی جو بے نقاب اُتریں
انھیں بے پردہ گلیوں میں پھرایا کوفہ والوں نے ۔ انھیں غربت میں لوٹا شام کے فوجی رسالوں نے
نبیؐ کے گھر کی مستورات پر کیا کیا ستم ڈھائے ۔ ستمگر ہائے اُس پردہ دری پر کچھ نہ شرمائے
یہ وہ جملے تھے بنکر تیر جو دل سے گذرتے تھے ۔ یہ وہ جملے تھے جو ہر قلب کو مجروح کرتے تھے
فغاں کا شور مسجد سے اُٹھا افلاک تک پہونچا ۔ فلک سے آنسوؤں کا مینہ فرشِ خاک تک پہونچا
صفیں مسجد کی تصویرِ صفِ ماتم بنیں ساری ۔ تجاوز کر گیا حد سے یہ شورِ گریہ و زاری
مؤذن سے کہا والی نے اب فوراً اذاں کہدے ۔ کرے تعجیل تکبیرِ اقامت بھی یہاں کہدے
مؤذن نے کہا آواز سے اللہ اکبر جب ۔ کہا سجادؑ نے لاریب ہے اللہ میرا رب
کہا پھر اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ جب مؤذن نے ۔ شہادت دی اُس رب کی دل سے بھی اُمت کے محسن نے
صدائے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا سنتے ہی عابدؑ ۔ ہوئے گویا کہ اے بندگانِ خالقِ واحد
شہادت دو بتاؤ یہ محمدؐ کس کے نانا ہیں ۔ یزیدِ شام کے یا آپ کے یا میرے نانا ہیں
رسول اللہ ختم الانبیاء یہ وہ محمدؐ ہیں ۔ مرے دادا ہیں میرے عم و اب کے جدِ امجد ہیں
ہوئے ہیں خانماں برباد ہم اس نام کی خاطر ۔ ہوا کنبہ ہمارا سب شہید اسلام کی خاطر
اثر میں تھی عجب ڈوبی ہوئی تقریر غازی کی ۔ تھیں آنکھیں آنسوؤں سے خود بخود تر ہر نمازی کی
دوبارہ پھر اُٹھا شورِ الم آثار مسجد میں ۔ دوبارہ پھر ہوئی ہلچل بپا اک بار مسجد میں
یزیدِ شام پھر بولا مؤذن سے علی الاعلان ۔ توقف کیوں ہے تکبیرِ اقامت ختم کر نادان

بپا مسجد میں کوئی فتنۂ تازہ نہ ہو جائے
کہیں پھر ہم مسلمانوں کا شیرازہ نہ ہو جائے

نماز جمعہ کو صف بندیاں ہونے لگیں آخر
ہوئی قائم جماعت پیش رب العالمیں آخر

فقیر و اغنیا شاہ و گدا یکساں نظر آئے
زمیں پر سر بسجدہ پیش حق انساں نظر آئے

سیاست یزید

نمازی ہو کے فارغ اپنے اپنے گھر ہوئے واپس
دمشق و شام میں تھا حکمراں پر طعنہ زن ہر کس

خلاف حکمران شام تھے شامی نمایندے
لرزتے تھے خدا کے قہر سے اللہ کے بندے

فضائے ناموافق یہ حکومت سے نہ تھی پنہاں
بعجلت ہو رہے تھے راز میں اصلاح کے ساماں

یزید شام نے تدبیر فوراً سوچ لی دل میں
بلایا حضرت عابدؑ کو پھر اک بار محفل میں

کیا دربار اک نئی القور ایوان حکومت میں
نئی اک روح پھونکی قلب افراد رعیت میں

بلایا شام کے ذی رتبہ اشراف و عمائد کو
طلب فرمالیا کوفہ کے ہر سردار و قائد کو

سر دربار اک پر مغز تقریر سیاسی کی
سراسر کی اہانت کوفیوں کی بدحواسی کی

کہا ابن زیاد و ابن سعد و شمر پر لعنت
کہ ان اشرار نے کی کچھ نہ اہلبیت کی عزت

سناں ابن انس پر اور خولی پر ملامت کی
غرض تکذیب جب کرنی تھی انکی قتل و غارت کی

کہا یہ بھی کہ ہے ابن زیاد اس ظلم کا بانی
کہا یہ بھی کہ ابن سعد نے کی یہ ستم رانی

کہا یہ بھی کہ کوئی میری بدنامی کا باعث ہیں
کہا یہ بھی یہ دشمن میری ناکامی کا باعث ہیں

کہا یہ بھی کہ راحت ابن مرجانہ نہ پائے گا
حسینؑ ابن علیؑ کا خون ناحق رنگ لائیگا

امام دوسرا کا قتل کب منظور تھا مجھکو
انھیں نذر نظر رکھنا فقط محصور تھا مجھکو

نہیں میری خطا اس میں خدا پر میرے روشن ہے
مگر حکم قضا کے آگے کس کو تاب گفتن ہے

کیا سجادؑ کا دربار میں اعزاز شاہانہ
کیا رخصت انھیں آخر بصد انداز شاہانہ

روانگی کاروانِ اہلبیتؑ

مدینہ طیبہ کو

صفر کی بیسویں تاریخ سنہ اَٹھ کا وہ دن تھا
بلادِ شام میں ہر عیش ممکن غیر ممکن تھا

امیرِ کاروانِ اہلبیتِ مصطفیٰ عابدؓ
حضورِ قرۃ العین شہیدِ کربلا عابدؓ

خواتینِ حرم کے ساتھ تا بابِ دمشق آئے
سلامِ رخصتی کرنے کو اربابِ دمشق آئے

جلو میں نالہ برلب تھے ہزاروں خویش و بیگانے
لگی تھی کس بلا کی چوٹ سینوں میں خدا جانے

ہزاروں مرد و زن سر دُھن رہے تھے وقفِ ماتم تھے
ہزاروں غمگسارانِ وطن باچشمِ پُرنم تھے

فغاں کا شور تھا ہر کوچہ و ہر راہ میں ہر گھر میں
رواں تھے اشک کے دریا غمِ سبطِ پیمبر میں

عمائدِ اغنیا اشرافِ ایوانِ حکومت کے
حیا سے سرنگوں تھے ساتھ فرزندِ رسالت کے

یزید آیا مگر کچھ دور تک پھر ہو گیا واپس
گیا ساعات تک ہمراہ لیکن ہر کس و ناکس

تماشائے قدمبوسی میں دنیا ٹوٹی پڑتی تھی
ردائے صبر دستِ غمزدہ سے چھوٹی پڑتی تھی

حدودِ شہر سے جب قافلہ آگے نکل آیا
رُکے سرکار اور نعمانؓ سے آہستہ فرمایا

مسلمانوں کی زحمت مجھ سے اب دیکھی نہیں جاتی
وفورِ غم سے دل میں بات بھی تو کی نہیں جاتی

ذرا ان آنے والوں سے بترحم کہو کہ رُک جائیں
مری خاطر زیادہ اور اب زحمت نہ فرمائیں

مخاطب شہر والوں سے ہوئے نعمانؓ انصاری
کہا ہے قدر کے قابل یہ ہمدردی یہ غمخواری

ذرا ٹھہریں مسلماں جو یہاں تک آنے والے ہیں
امامِ دوسرا کچھ آپ سے فرمانے والے ہیں

رُکے سب لوگ ٹھہرا قافلہ حضرت نے فرمایا
مسلمانوں تمہارے قلب میں ایمان کا سرمایا

تم اپنے غمزدہ بھائی کو رخصت کرنے آئے ہو
خدا حافظ مجھے کہنے فقط تشریف لائے ہو

میں ہمیشہ رہوں منت آپ کی مہماں نوازی کا
کیا ہے آپ نے اکرام جو کچھ اک حجازی کا

خدائے پاک بے شک آپ کو اس کی جزا دے گا
یہ عاجز آپ کو تا زندگی دل سے دعا دے گا

عزیزانِ گرامی آپ سے ہے التجا میری
ہمیشہ اتباعِ دینِ حق کرتے رہو لوگو!
کرو ہر کام میں تعمیلِ احکامِ شریعت کی
کرو تبلیغ دینِ مصطفےٰ جب تک ہو دنیا میں
ہمیشہ متحد رہنا نشانِ فتح و نصرت ہے
ہے عشقِ اہلبیت و الفتِ اصحاب گر دل میں
گرفتارِ مصائب گر خدا نا خواستہ ہو تم
مصائب یاد کرنا کربلا والے شہیدوں کے
یہ کہہ کر رو بقبلہ ہو کے عابدؓ نے دعا مانگی
کہا اے شام کے احباب جاؤ خدا حافظ

سنو اور قابلِ تعمیل سمجھو یہ صدا میری
نڈر ہو کر رہو اللہ سے ڈرتے رہو لوگو!
ملو آپس میں اے اہلِ وفا و تفریقِ ملت کی
مرو راہِ خدا میں مرضیِ حق کی تمنا میں
ولائے مصطفےٰ تکمیلِ ایماں کی علامت ہے
نہیں آسانیاں پیش آئیں گی ہر ایک مشکل میں
ازالہ ناگہاں آفات کا بھی دل سے چاہو تم
ابد تک سایۂ حسینؓ پاک حامی ناامیدوں کے
دعائے نصرتِ اسلام رب سے برملا مانگی
ہمارے حق میں بھی سب مل کے فرماؤ خدا حافظ

قافلہ کا کوچ

بڑھے نعمانؓ آگے تیس فوجی نوجواں لیکر
چلا منزل بہ منزل قافلہ تا کربلا پہونچا
ہوئے سب قافلہ کے لوگ محوِ گریہ و زاری
مدینہ کی جماعت اور بھی اک کربلا میں تھی
ادا کی تعزیت کی رسم اربابِ مدینہ نے
سروں کو دفن نعشوں سے ملا کر شہ نے فرمایا
مدینہ کو روانہ کربلا سے سب ہوئے ملکر
اٹھا شورِ قیامت خیمہ ہائے آلِ اطہر سے
مزارِ روضۂ انور میں جب یہ کارواں پہونچا

ہوا رخصت یہاں سے کاروانِ سبطِ پیغمبرؐ
امامِ پاک تک ابنِ امام دوسرا پہونچا
یہاں حاضر تھے جابر ابنِ عبداللہ انصاری
ہجومِ رنج سے مصروفِ فریاد و بکا میں تھی
غمِ پیہم کا نظارہ کیا ہر چشمِ بینا نے
خواتینِ حرم کو حد سے زیادہ مضطرب پایا
مدینے کے قریب آئے جب اہلبیتِ پیغمبرؐ
زمینِ طیبہ پر حشر ہوا قائم نئے سر سے
زمیں سے شورِ فریاد و فغاں تا آسماں پہونچا

خواتین حرم نے روضۂ اقدس کو جب دیکھا
ہجوم یاس سے سوئے درِ محبوب رب دیکھا

زباں پر اُمّ کلثومؓ شکستہ دل کے نالے تھے
یہ نالے نطق نے اشعار کے سانچے میں ڈھالے تھے

نبی زادی نبیؐ کے سامنے سرگرم شکوہ تھی
شکستہ دل کی یہ آواز اک پُر درد نوحہ تھی

بالفاظ دگر مفہوم ان اشعار کا یہ تھا
تخیل اُمّ کلثومؓ جگر افگار کا یہ تھا

ترجمہ اشعار حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا

ہمارے سامنے ہرگز نہ آ اے بلدۂ رحمت
یہاں ہم آئے ہیں با دل شکستہ با غم و حسرت

قبیلہ تھا انصار تھے رخصت یہاں سے جب ہوئے تھے ہم
لٹا کر قافلہ سب آگئے ہیں بے مونس و ہمدم

حسینؓ قافلہ سالار کو ہم کھو کے آئے ہیں
ہیں تنہا ہاتھ گویا زندگی سے دھو کے آئے ہیں

بہار ناز کے پالے ہوئے سارے جدا ہم سے
ہوئے روپوش فرزندانِ محبوبِ خدا ہم سے

سواری پر عماری پر گئے تھے ہم مدینہ سے
یہاں آئے ہیں جب اک ہوک سی اٹھتی ہے سینے سے

نبی زادیاں یہاں آئے ہیں ہم محتاج آئے ہیں
شکستہ پیرہن اے صاحبِ معراج آئے ہیں

یہاں سے جب گئے تھے اپنے خالق کی اماں میں تھے
کوئی کلفت نہ تھی ظلِ امیرِ کارواں میں تھے

یہاں آئے ہیں یوں جیسے کہ بے گھر اور بے زر ہیں
رفاقت میں نہ قاسمؓ ہیں نہ اصغرؓ ہیں نہ اکبرؓ ہیں

حسینؓ ابن علیؑ کے ساتھ طیبہ سے گئے تھے ہم
مگر لوٹے شہیدوں کا یہاں کرتے ہوئے ماتم

بنا زیر زمیں مدفن ہماری زیب و زینت کا
ہے دشتِ کربلا مشہد ہمارے عیش و راحت کا

شکستہ دل سکوں برباد ہیں ہم نوحہ گر ہیں ہم
یقیناً بیٹیاں یٰسین و طٰہٰ کی مگر ہیں ہم

ہم اپنے باپ پر بین نوحہ گر ہم صبر کرتے ہیں
وفورِ غم میں رو لیتے ہیں دل پر جبر کرتے ہیں

ہوئے بابا ہمارے قتل ہو کر ہم یتیم آئے
تمہارے خانماں برباد اے جدِّ کریم آئے

حسینؓ اے فاطمہؓ کے لال اے والد سکینہؓ کے
حسینؓ اے قرۃ العینین سلطان مدینہ کے

رعایت مرتبہ کی آپ کے کچھ کی نہ دشمن نے
ہمیں بے پردہ اونٹوں پر پھرایا فتنہ کوشوں نے
سکینہؓ عالیؑ کو تپتی زمیں پر یاد کرتی تھی
کسی کو بیکسی پر ہائے زینبؓ کی نہ رحم آیا
پنھائیں بیڑیاں سجادؓ کے مجروح پیروں میں
پھرایا در بدر دشمن نے ہم کو شاہراہوں پر
مسلمانو ہمارے حال سے آگاہ ہو جاؤ
زباں پر تھا اُدھر کلثومؓ کے یہ مرثیہ جاری
مدینہ کے بزرگ و خورد، عورت مرد گھر گھر سے
نہیں پیر اطفال و مستورات سے گلیاں مدینہ کی
مدینہ کے مہاجر زادے اور انصار زادے سب
قریشی ہاشمی سب پرسشِ احوال کو آئے
جلوسِ بدر دلریش تا بابُ السلام آیا
مچا کہرام شورِ گریۂ اہلِ عزا اٹھا
یہ عالم تھا ہجومِ بیخودی کا جوش بیجا کا
صدائے یا حسینؓ ابنِ علیؑ غم کہہ کے رُتی تھی
جنابِ امِ سلمہؓ فاطمہؓ کو ساتھ میں لائیں
ہوئے سجادؓ حاضر قبرِ سلطانِ دو عالمؐ پر
مزارِ سرورِ دیںؐ کو لگایا اپنے سینے سے
غشی چھائی مراتب ہو گئے بیخود نظر آئے
کنارِ رحمۃ اللعالمیںؐ میں لختِ دل آیا

ہمیں لوٹا اکیلا جان کر غربت میں رہزن نے
اہانت کی ہماری جا بجا ملت فروشوں نے
پیاسی فاطمہؓ بیچین تھی فریاد کرتی تھی
کوئی ظالم ہماری کس مپرسی پر نہ شرمایا
نہ تھی بوئے وفا کچھ پُر جفا دیدہ دلیروں میں
کسی کو بھی نہ رحم آیا ہماری سرد آہوں پر
ہمارا غم بٹاؤ کچھ شریکِ آہ ہو جاؤ
ادھر طیبہ کے مرد و زن تھے وقفِ گریہ و زاری
بچشمِ خونفشاں جا کر ملے آلِ پیمبرؐ سے
نہ تھی پرواہ کسی کو فرطِ غم سے مرنے جینے کی
گھروں سے پا پیادہ چل پڑے صحرا کو بے مرکب
غرض پیر و جواں عابدؑ کے استقبال کو آئے
نظر کے سامنے جب روضۂ خیر الانام آیا
درِ رحمت پہ اک طوفانِ محشر انتہا اٹھا
ہر اک لب پر تھا نعرہ یا محمدؐ یا محمدؐ کا
جسد سے جاں نکلنے کے لیے بیچین ہوتی تھی
خواتینِ حرم سب روضۂ پُر نور پر آئیں
کلیجہ تھام کر پائیں سر قدر رکھ دیا پھر سر
سلامِ آقا کی روحِ پاک پر بھیجا تڑپتے ہے
مبارک دل کے اندر عرش سے کعبے نظر آئے
سکینہ بن کے سینہ میں سکونِ مستقل آیا

بہ نورِ معرفت دیکھا کہ ہیں آغوشِ رحمت میں
نظر آئے شہیدانِ وفا گلزارِ جنت میں

حیاتِ جاوداں قرباں نظر آئی شہیدوں پر
گہر افشانیاں حوروں کی دیکھیں سربریدوں پر

بقدرِ حوصلہ فائز ہوئے انعامِ باری سے
ظہورِ خلد تھا آنکھوں میں کھینچا اشکباری سے

ہوئے جی بھر کے لطف اندوز فیضانِ نبوت سے
کئے انوارِ عرفاں اخذ لمعانِ نبوت سے

اٹھایا سر نہ پابوسہ مزارِ جدِ امجد کو
لیا سینہ میں انوارِ جمالِ ذاتِ سرمد کو

ادب سے دست بستہ چند پڑھے اشعار عابدؓ نے
صلہ میں پایا کیفِ ابد آثار عابدؓ نے

مزار فائز الانوار سے باحسرت و رفعت
ہوئے یہ کہہ کے فرزندِ شہیدِ کربلا رخصت

نہاں تم سے نہیں آقا سرا حالِ دلِ پُر غم
کہ ہو تم رازدارِ عَلّمکَ العالم نلکن نعاہ

اختتام

گھروں میں اپنے اپنے دل شکستہ سوگوار آئے
امامِ دوسرا کی تعزیت کو غمگسار آئے

خزاں بادیہ چمن زہراؓ کا لایا رنگ مرجھا کر
یزیدِ شام پر دنیا کی لعنت رہ گئی چھا کر

یزیدِ شام کا نام و نشاں دنیا سے پنہاں ہے
بہارِ جاوداں زہراؓ کے گلشن کی نگہباں ہے

ہیں زہراؓ کے چمن کی نکہتیں گلزارِ جنت تک
حسینؓ ابنِ علیؓ کی نسل زندہ ہے قیامت تک

یزیدی فتح کی آواز پیغامِ ہزیمت تھی
کہ پیشِ نصرتِ حق سرنگوں باطل کی قوت تھی

ہاں وہ فتح جس پر اک خدائی طعن کرتی ہے
یزیدِ شام پر دنیا ابھی تک لعن کرتی ہے

ابھر کر قوتیں باطل کی مٹ جاتی ہیں دنیا سے
خراجِ فتحِ حق کی رفعتیں باقی ہیں دنیا سے

الٰہی واسطہ حسینؓ کے ذوقِ شہادت کا
الٰہی واسطہ ان سرفروشانِ محبت کا

الٰہی واسطہ خونِ گلوئے ابنِ زہراؓ کا
الٰہی واسطہ لختِ دلِ سلطانِ بطحا کا

حسینؓ ابنِ علیؓ کی منزلت کا واسطہ یارب
جمالِ قاسمِ[1] قدسی صفت کا واسطہ یارب

[1] قاسمؓ ابن حسنؓ بن علیؓ۔

وسیلہ جعفرؓ و عباسؓ و عبداللہؓ و عثمانؓ کا
تصدق حرؓ ابوبکرؓ و حبیبؓ و جانِ مسلمؓ کا
الٰہی ملتِ اسلام کو ذوقِ شہادت دے
عطا فرما مسلمانوں کو توفیقِ عمل یارب
ہمارے قلب سے زائل نفاق و بغض و کینہ ہو
ہمیں آزادیٔ کامل کا احساس مکمل دے
ہماری حریت کوشی نوید کامرانی ہو
ہمیں قرآں بسر خنجر بکف بننے کی ہمت دے
نئی تنظیم ہو مسلم کی درسِ تیغ و قرآں ہو
نمایاں عسکری طاقت کے ہر مسلم مجاہد ہو
ہمارے خوفِ ناکامی میں تازہ انقلاب آئے
ہمیں فتحِ مبیں اعدائے ملت پہ عطا کر دے
گروہ فتنہ کو شانِ وطن پر کر ہمیں غالب
بنا ہادی ہمارا جاں نثارانِ رسالت کو

وسیلہ اکبرؓ و عونؓ و محمدؓ و عبدالرحمانؓ کا
زہیرؓ و عابسؓ و شوذبؓ کی جانِ پاک کا صدقہ
قوائے کفر کو زیر و زبر کرنے کی طاقت دے
منظم کر ہمارا اتحاد بر محل یارب
نثارِ جذبۂ اسلام ہر مسلم کا سینہ ہو
ہماری ہر مہم کو فتوحاتِ مسلسل دے
ہمیں دشمن پہ حاصل اقتدار جاودانی ہو
ہمیں عباسؓ کی صولت ہمیں قاسمؓ کی جرأت دے
مسلماں کی رگوں میں پھر رواں خونِ شہیداں ہو
ہمارے نوجواں تیغ آزمائی کے دلدادہ ہوں
ہمارے ضعف اضمحلال میں جوشِ شباب آئے
الٰہی ہم کو زورِ خالدؓ و فاروقؓ و حیدرؓ دے
ہمیں دے زورِ بازوئے علیؓ ابن ابی طالب
نشانِ نصرتِ اسلام دے احمدؐ کی امت کو

بنا نصرت نشاں خیر الوریٰ کے نام کا جھنڈا
رہے یارب قیامت تک بلند اسلام کا جھنڈا

لے تا سے پسران حضرت علیؓ از بطن ام البنین بنت الحرام ۴ے عبداللہ علی اصغرؓ ۵ے علی اکبرؓ پسران حسینؓ بن علی ۶ے و ۷ے پسران عبداللہؓ بن جعفرؓ بن ابی طالب از بطن حضرت زینبؓ ۸ے محمد بن ابی سعید بن عقیل و محمد بن علیؓ از بطن ام الولد ۹ے ۹۲ے پسران عقیل ۹ے ابوبکر بن حسن بن علیؓ۔

راس حسینؓ

ہے تاریخی ثبوت آئینہ اُن اسرارِ پنہاں کا
سرِ اقدس کہاں ہے دفن سردارِ شہیداں کا

روایاتِ سِیَر نامعتبر ہیں بے دلائل ہیں
مگر ہم بے سند خود ساختہ باتوں کے قائل ہیں

اکابر اہلِ دانش کا قوی تر یہ قرینہ ہے
سرِ شاہِ شہیداں رونقِ ارضِ مدینہ ہے

بقیعِ پاک میں نزدِ مزارِ محملِ زہرا
ہوا کوفہ سے دفن آکر سرِ لختِ دلِ زہرا

سنانت یہ بھی آتی ہے نظر اقوالِ دیگر میں
سرِ انور رہے پہلوئے مزارِ سبطِ اکبر میں

ہیں شیعی[1] شاہدانِ باخبر اس بات کے قائل
سرِ پُرنور جسمِ نازنیں کے ساتھ ہے شامل

دمشق[2] و شام میں ہے دفن سر یہ بھی روایت ہے
زمینِ عسقلانِ[3] پاک کو بھی سر سے نسبت ہے

روایت ہے کہ مستنصر[4] کے ایامِ خلافت میں
نیا طوفاں اٹھا بدر جمالی[5] کی عقیدت میں

کھلا رازِ سرِ پُرنور جب بدر جمالی پر
زیارت کے لئے فی الفور آیا قبرِ عالی پر

سرِ شاہِ شہیداں کا عیاں یہ فیضِ کامل تھا
دیارِ عسقلاں جنت نشاں تھا خلد منزل تھا

نکالا قبرِ کہنہ سے سرِ پُرنور کو باہر
گئے موتی عقیدت کے نچھاور فرقِ اطہر پر

کرامت آفریں تھی فرقِ خون آلودہ کی صورت
بنِ ہر موئے سر سے آئینہ تھی ہاشمی شوکت

رکھی بنیادِ مشہد بدر نے جوشِ عقیدت میں
رہا مصروف مشہد فرقِ مبارک کی حفاظت میں

نسیمِ خلد نے کی عطر بیزی باغِ گیتی میں
ہوئی تعمیرِ مشہد چار سو چوراسی ہجری میں[۴۸۴ھ]

کیا مدفون پھر سر کو بصد توقیر مشہد میں
رفیع الشان ممبر بھی کیا تعمیر مشہد میں

---

۱ نورالابصار ۲ دمشق نزد باب الفرادیس یہاں سر دفن ہوا یا اسلحہ خانہ میں محفوظ کیا گیا بعہد سلطان عبدالملک ۳ دمشق سے سر مبارک عسقلان بھیجا گیا ۴ خلیفہ المستنصر باللہ والی مصر ۴۲۸ھ ۔
۵ بدر جمالی وزیرِ اعظم نے عسقلان میں مشہد و مسجد و منبر تعمیر کرائے اور جائیداد وقف کر دی ۔

ہوئی جب سطوتِ شانِ خلافت درہم و برہم
نظر آنے لگا خطرہ میں اوجِ عسقلاں جس دم

خرد مندوں نے قائم کی یہ رائے مستقل فوراً
کیا فرقِ شہِ دیں کو یہاں سے منتقل فوراً

یہ قصہ پانصد و ہشت و چہل ہجری میں پیش آیا
نصاریٰ نے تسلط عسقلانِ[1] پاک پر پایا

سرِ اطہر کو اربابِ عقیدت مصر لے آئے
مگر منبر خطیبِ مسجدِ اقصیٰ کو دے آئے

لبِ علامہ ہروی[2] سے بھی یہ نغمہ نمایاں تھا
یقیناً عسقلاں میں مشہدِ شاہِ شہیداں تھا

دیارِ عسقلان وہ شہرِ دلکش خلد پایا تھا
جہاں علامہ ہروی پانسو ستر میں آیا تھا

سرِ اطہر جب آیا عسقلاں سے مصر کی حد میں
رہا کچھ دن نہاں تہ خانۂ قصرِ زمرد میں

مکمل پانچسو چالیس دن میں جب ہوا مشہد
بنا فرمانِ شاہی کے بموجب خوشنما گنبد

ہوا مدفون پھر فرقِ امام دوسرا اس میں
تجلی بن کے چمکا ہر طرف نورِ خدا اس میں

زیارت گاہ اہلِ قاہرہ جب سے ہے یہ مشہد
بنا ہے قبلۂ حاجات حکمِ رب سے یہ مشہد

صلاح الدین ایوبی کے عہدِ عدل گستر میں
مدارس بھی قائم ہوئے جب قاہرہ بھر میں

شہنشاہِ معظم نے قریبِ مشہدِ عالی
بنائے مدرسہ سن پانچسو ستر میں ڈالی

ترقی دی مدارس کے نصابِ ابتدائی کو
کیا تعلیم پر مامور علامہ بجھائی کو

یہ علامہ دمشقی ایک فقیہہ نام آور تھے
جہانِ علم میں سب اپنے ہمعصروں کے افسر تھے

معین الدین ابن شیخ الشیوخ پاک طینت نے
قریبِ مشہدِ عالی کئے[3] تعمیر کچھ حجرے

بنائی خانقاہِ خوشنما ایوان کی صورت
غرض دی مشہدِ اس حسین پاک کو زینت

---

[1] انگریزوں کا تسلط ۲۷ جمادی الثانی ۵۴۸ھ میں ہوا۔ ۵۸۳ھ ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے دوبارہ عسقلان فتح کیا۔ [2] امام ہروی سیاح نے ۵۴۹ھ میں سر مبارک کے قاہرہ منتقل ہونے کی شہادت دی۔ [3] فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی نے مدرسہ مشہد حسین قائم کیا۔ اور امام فقیہہ بجھائی دمشقی کو صدر مدرس بنایا۔

ابھی تک حکمران مصر تھے شاہان ایوبیؒ — ابھی تک قاہرہ تھا نو عروس شان محبوبی
تعالی اللہ تھا یہ مشہد پر نور کا پایا — یہاں ابن جبیر[1] نامور سیاح بھی آیا
یہاں کی اس نے حالت خود بچشم ادراک لکھی ہے — ثنائے مشہد راس حسینؓ پاک لکھی ہے
لکھا ہے نامور سیاح نے شذرہ یہ مشہد پہ — کہ ہے فرق شہ دیں نقرئی تابوت کے اندر
ابو القاسم[2] نے چھ سو بیس یا چھبیس ہجری میں — اضافہ خود کیا مشہد کی خوبی خوشنمائی میں
کھنچا زینہ فلک تک مشہد راس منور کا — منارہ باب اخضر پہ کیا تعمیر پتھر کا
لگی چھ سو چھیالیس میں بھڑک کر آگ مشہد میں — مگر آئی نہ آنچ اصلا در ایوان مرقد میں
درستی از سر نو ہو گئی فوراً عمارت کی — نئی صناعیوں نے شان بالی زیب و زینت کی
یہ سیاح جہاں ابن بطوطہ[3] کی شہادت ہے — سر سلطنت کی قاہرہ میں اک زیارت ہے
بطوطہ سات سو چھبیس ہجری میں یہاں آیا — بذوق معرفت آداب مشہد سب بجا لایا
سفرنامہ میں اس نے تذکرہ لکھا ہے مشہد کا — بطوطہ معترف ہے قبر کے اعزاز بے حد کا
بیاں اک اور خالد ابن عیسیٰ[4] مغربی کا ہے — یہاں کا ماجرائے چشم دید اس نے بھی لکھا ہے
یہاں سیاح یہ سن سات سو انتیس میں آیا — لکھا سب حال اس سامان کا موجود جو پایا
ہے خالد کا یہ دلکش تبصرہ سامان مشہد پر — مرصع کار ہے ایوان میں اک مقصورۂ انور
اگر جھاڑ شیشے کے ہیں محرابوں میں آویزاں — ہر اک فانوس مینا کار ہر قندیل نور افشاں
خدیو مصر سلطان چقماق[5] باسعادت کا — خط طغرا میں ہر شیشہ پہ نام پاک ہے لکھا
تھا اک شیشۂ عجب ان شیشہ آلات میں شامل — نگاہیں جس کی تابش جس کی رعنائی سے تھیں حیراں
فزوں ہوتے رہے ہر دور میں زینت کے ساماں — ہمیشہ والیان مصر مشہد کے رہے نگراں

---

[1] مغربی سیاح [2] ابن یحییٰ بن ناصر السکری المعروف بالنذر [3] مشہور سیاح [4] ابن علی الہادی مشہور سیاح [5] الملک الظاہر ابو سعید چقماق والی مصر ۸۵۷ھ

ملقب کتخدا امیر حسن[1] نے عہد میں اپنے — توجہ صرف کی توسیع مشہد میں عقیدت سے
بنایا خوشنما تابوت چوب آبنوسی کا — سنہرا کام تھا جس پر نمایاں تھا اور چاندی کا
تھی اس تابوت اطہر پر حریر سبز کی چادر — زیارت کے لئے افراد شاہی آتے تھے اکثر
بفرمان خدیو مصر سلطان جہاں پرور — لکھے اشعار عبداللہ شبراوی[2] نے ہر در پر
بصد تزئین ہر محراب زر پر روز روشن ہیں — ہوئے تحریر یہ اشعار سن گیارہ سو چھپن میں
ہوئی پھر یکہزار و یکصد و ستر میں مشہد کی — بحکم عبدالرحمن[3] کتخدا تعمیر میں بیشی
کیا تعمیر قبہ خوبصورت اس نے مشہد پر — کرایا نصب باب المجر پر تاریخ کا پتھر
خوشا ذوق عقیدت اے خوشا ذوق جہانداری — رہا مشہد کی تعمیرات نو کا سلسلہ جاری
بعہد شاہی سید علی[4] الوالا ذی عزت — ہوئی توسیع تعمیر جوار مشہد حضرت
مکرر یک ہزار و دو صد و سن چار ہجری تھا — توجہ کی علی نے اور مشہد کی ترقی میں
خدیو قاہرہ عباس[5] اول صاحب شوکت — بنانا چاہتے تھے مشہد پرنور کو جنت
مکاں اکثر خریدے آپ نے ایوان بنوائے — قریب مشہد انور نئے دالان بنوائے
ہوئے واصل بحق عباس بارہ سو نواسی میں — ارادے لے گئے مرحوم جی کے تا لحد جی میں
ہوئے مسند نشین مصر اسمٰعیل پاشا جب — بنائے قصر مشہد میں نئے سر نو سے روز و شب
عمارات حسین مشہد[6] کے گرد و پیش بنوائیں — مکلف خوشنما اطراف میں راہیں نکلوائیں
منگایا خاص استنبول سے سامان عمارت کا — دقیقہ کوئی بھی نہ چھوڑا زیب و زینت کا

---

۱ امیر حسن کتخدا غربان الجلفی المتوفی ستہ ۱۱۲۴ھ ۲ مشہور عربی شاعر مصر ۳ عبدالرحمن والی مصر
۴ والی مصر ۵ عباس پاشا والی مصر ۶ مشہد راس حسین کا یہ وہ مشہور خلوت کدہ
ہے جس میں سر مبارک تابوت کے اندر محفوظ ہے اور سالانہ جس کی زیارت شاہی اہتمام کے
ساتھ کرائی جاتی ہے۔ حالات ہم نے شہید سنت مولانا مظہر الدین مالک الامان دہلی کے سفرنامے سے لئے ہیں

مرصع کاریاں آئینہ برکف تھیں اک شے میں
ہوئی تکمیل تعمیرات کی بارہ سو نوے میں [۱۲۹۰]

بنا زریں غلاف اس لوحِ تابوت مبارک کا
ہوا ہر نقش صاف اس لوحِ تابوت مبارک کا

ہوا رد و بدل اس دور میں جو اس عمارت کا
ہے اس کا ہر ورق آئینہ تاریخی شہادت کا

ہے دورِ حاضرہ میں مشہدِ اقدس کی یہ صورت
کہ ہر ذرہ یہاں کی سرزمیں کا ہے فلک رفعت

مگر گو عمارت عہدِ سابق سے اکثر ہے
قدیم آثار میں باقی مگر اک بابِ اخضر ہے

نہایت خوشنما بائیں طرف محراب باقی ہے
گذشتہ دور کی یہ جنتِ شاداب باقی ہے

منارہ گو نہیں باقی ہے لیکن منزلِ زیریں
عیاں ہر نقش سے جس کے ہے ابتک شوکتِ تمکیں

منارہ کی مرصع اور مطلا اوپری منزل
ستونِ مسجدِ راس الحسین میں ہوئی شامل

نشانِ عہدِ ماضی وہ حسین و خوشنما گنبد
ہے آغوشِ افق میں درۃ التاجِ سرِ مشہد

اسی قبہ کی سطحِ ارض میں ہے اک تہ خانہ[۱]
رکھا ہے تختِ سنگیں پر جہاں تابوتِ شاہانہ

اسی تابوت میں پنہاں سرِ شاہِ شہیداں ہے
یہی وہ سر ہے جانِ سرفروشاں جس پہ قرباں ہے

درونِ قبہ رنگ آمیزیاں ہیں دید کے قابل
بہشت آثار نکہت ریزیاں ہیں دید کے قابل

در و دیوار پہ نقش و نگار آئینہ برکف ہیں
بآبِ سیم و زر ہر جا رقم آیاتِ مصحف ہیں

ابھی سن یک ہزار و تین سو سولہ میں حلمی نے
درونِ قبہ انور گئے جب نصب آئینے

کرائی صیقل آبِ طلا آیاتِ رحمت میں
چڑھایا رنگ جو گلکاریِ زینت میں نزاکت نے

باندازِ نگاہِ شوق ہیں دلکش یہ اندازے
ہنوز اس قبہ پر نور کے ہیں چار دروازے

ہے اک دروازہ بحری جس کی حد تا بابِ اخضر ہے
قریبِ بابِ سجادہ دوسرا اور تیسرا در ہے

کواڑوں پیشِ درِ اوّل کے ضخم تانبے کی چادر ہے
جنوبی رخ کے ہر دروازہ پر چاندی کا پتر ہے

ہے سوئے قبلہ چوتھا دم مرصع کار دروازہ
بعنوانِ دگر کھلنے کا ہے جس کے یہ اندازہ

---

[۱] خدیو مصر نے تابوت مبارک پر زردوزی کا غلاف چڑھایا جو شاہ فواد کے زمانہ میں بدلا گیا۔

قریبِ قبہ کمرہ جو آثارِ شریفہ کا
اسی جانب ہمیشہ یہ کھلا کرتا ہے دروازہ

پئے تقدیسِ آثارِ شہ مرسل ز طہ
بنا ہے ایک ہزار و تین سو گیارہ ہجری کو

یہ کمرہ جس کو فردوسِ زمیں جنت محل کہئے
یہ کمرہ جس کو قصرِ رحمتِ عز و جل کہئے

زیارت کرتی ہے دنیا جن آثارِ معظم کی
شرف ہے جن کو قسمت سے شہانِ مصر کی جبیں کی

اسی حجرہ میں پنہاں ہیں اسی حجرہ کی زینت ہیں
سرِ شاہِ شہیداں کیلئے تاجِ سعادت ہیں

ہے نزدِ مشہدِ راسِ حسینؑ پاک یہ حجرہ
ہے رحمت یابِ آثارِ شہِ لولاک یہ حجرہ

جنابِ سید محمود شیخِ مشہدِ اقدس
زعیمِ قاہرہ شیخ الطریق ہر کس و ناکس

ہوئے فائز زیارت سے درونِ قصرِ توشہ خانہ
بجا لائے عقیدت سے تمام آدابِ شاہانہ

انھوں نے حسبِ معمولاتِ فرقِ شاہِ والا کی
زیارت ایک ہزار و تین سو اکیس میں کی تھی

وکیلِ مسجدِ مشہد محمد عرفہ ذی عزت
بطورِ خود ہوئے فائز زیارت سے اسی مدت

سرِ پرنور کی دونوں نے گو کی زیارت کی
ہے اہلِ مصر میں توقیر ایسی عینی شہادت کی

سرِ پرنور کی نسبت یہ تاریخی نظائر ہیں
خلافِ واقعہ ہیں اور جو ذہنی ذخائر ہیں

جنابِ مظہرِ دیں نے یہ سب حالات لکھے ہیں
شیوخِ قاہرہ سے بعد تحقیقات لکھے ہیں

عراق و مصر و شام و قاہرہ کا یہ سفرنامہ
ہے سن اٹھائیس کے وقت کا بالتفصیل خزانہ

یہ تحقیقات کامل یہ شہادت مستند تر ہے
تنِ شاہِ شہیداں کربلا میں مصر میں سر ہے

فلسفۂ شہادت

تخیل کو بقدرِ ذوق یہ تنقید کرنا ہے
شہادت کس کو کہتے ہیں شہادت واقعی کیا ہے

شہادت کے نئے عنوان کیوں ظاہر فسانے ہیں
شہیدِ راہِ دانش کس کو کہتے ہیں زمانے میں

شہادت کے مبارک کون سے اسباب ہوتے ہیں
شہید اللہ کے نزدیک کیوں محبوب ہوتے ہیں

شہادت کیوں مکرّم ہے یہ آخر ماجرا کیا ہے
حقیقت میں شہادت کا مکمل فلسفہ کیا ہے
بجا کیوں ہے قتیلِ خنجرِ جانکاہ ہو جانا
ہے کیوں زیبا شہیدِ فی سبیل اللہ ہو جانا
شہادت نزدِ اربابِ عقیدت کسکو کہتے ہیں
شہادت کے ہیں کیا معنی شہادت کسکو کہتے ہیں

بہ گفتن شہادت کے ہیں معنی جان دیدینا
خدا کی راہ میں جاں بن کے خود انجان دیدینا
شہادت ہے مگر وہ جذبۂ ایثار قربانی
ہیں جسکے سامنے عاجز قوائے عقلِ انسانی
شہادت کیفِ روحانی کا ہے اک رازِ سربستہ
نہاں ہے قربِ حق کا جسکے محسوسات میں رشتہ
شہادت جستجوئے راہِ حق کا نام ہے گویا
شہادت عشق کی تکمیل کا پیغام ہے گویا
شہادت وہ اک نعمت جزا مستور ہے جسکی
شہادت وہ ہے لذت زندگی سے دور ہے جسکی
شہادت ہے وہ اک جادۂ عمل دشوار ہے جس پر
شہادت ہے وہ ہر آبِ دمِ تلوار ہے جس پر
شہادت شوقِ وجدانی ہے ذوقِ اضطراری ہے
یہ وہ نعمت ہے جو منجملۂ انعامِ باری ہے
شہادت امتحاں ہے جملہ انسانی رسائی کا
شہادت جاں ربا معیار ہے اوجِ مراتب کا
شہادت کا اثر آغازِ عالم سے ابھی تک ہے
شہادت کا اثر ہر عالمِ انساں کے نبی تک ہے
شہادت کا بالفاظِ دگر ہے نام قربانی
شہادت ہے نویدِ امتحانِ عشقِ ربانی
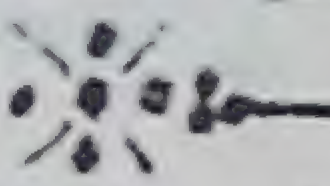
خدا کا حکم ابراہیمؑ کو یہ عرش سے آیا
خلیلؑ اللہ سے رب نے خواب میں ارشاد فرمایا
ہماری راہ میں قربان اسمٰعیل کو کر دو
کہو لختِ جگر سے عشقِ حق میں جان دے مر دو
ذبیح اللہ نے تعمیلِ فرمانِ الٰہی کی
نوزا اپنے قتل کے محضر پہ خود اپنی گواہی کی
چھری رکھ دی پدر نے نوجواں بیٹے کی گردن پہ
شکن آئی نہ اسمٰعیلؑ کے رخسارِ روشن پہ
ہوئی تکمیلِ الفت امتحاں گاہِ محبت میں
رہے ثابت قدم یہ ابن دا بہ راہِ محبت میں

کئے ہیں اور بھی نظارے قربانی کے دنیا نے — رہِ اُلفت میں دی ہے جان یحییٰ
رسولوں نے باذن اللہ یہ قربانیاں دی ہیں — رضائے کبریا میں اپنی جانیں بیکما
فقط پیغمبروں ہی تک تھی محدود قربانی — حسینؓ پاک بھی تھے واقفِ منش
اُنھیں معلوم سارے راز تھے اپنی شہادت کے — انھیں سب یاد تھے اقوالِ سلط
نظر میں ہیچ تھی انکے جہانبانی و سلطانی — رگ و پے میں تھا انکے جذبۂ ایثار
نہ تھا ذوقِ جہاد اُن کا نمود و نام کی خاطر — مٹے وہ راہِ حق میں عزتِ اسلا
خروجِ ملک گیری تھا نہ جذبہ انکی فطرت کا — غلط الزام ہے ان پر حکومت کے
انھیں منظور تھی تقدیس احکامِ شریعت کی — انھیں اصلاح کرنی درحقیقت تھی
انھوں نے جان کر دی آل و مال سب ہی کی قربانی — ابھی تک ہے درِ نصرت پہ شہ خوباں
حق و باطل میں باہم ہے ازل سے کشمکش جاری — ہمیشہ سے رہی ہے حامیِ حق نصر
مٹے ہیں سرفروشانِ وفا حق کے لئے قرباں — حسینؓ ابن علیؓ نے بھی مٹا دی اپنی ج
شہیدانِ محبت نے بنایا کیا ہے قربانی — خدا کے عشق میں خود کو مٹا دینا ہے

ہے قربانی یقیناً امتحاں عشق و محبت کا
ضیاءؔ گویا مکمل فلسفہ ہے یہ شہادت کا

سلام

سلام ان سرفروشانِ وفا کو بارہا کہئے
سلام اپنے شہیدِ کربلا کو بارہا کہئے

سلام اُن پر جو سلطانِ حریم عرشِ اطہر ہیں — سلام اُن پر جو ختم الانبیاء محبوبِ دا
سلام اُن پر جو ہیں اسرارِ عناصر بزمِ وحدت کے — سلام اُن پر جو صدیقؓ و عمرؓ عثمانؓ و

سلام اُن پر جو ہیں نورِ عینِ بتولِ رض فاطمہ زہرا رض
سلام اُن پر جو ہیں شبّرِ خدا فاتحِ خیبر ہیں

سلام اُن پر جو بزمِ معرفت بزمِ امامت میں
حسن رض ابنِ علی ع ہیں راکبِ دوشِ پیمبر ہیں

سلام اُن پر گلا چوما نبی ص نے بارہا جن کا
سلام اُن پر گلے کا ہار جن کے تیغ و خنجر ہیں

سلام اُن پر رہے جو زیبِ دوشِ مصطفےٰ برسوں
سلام اُن پر جو صرفِ سجدۂ خالق بہ ہنگامِ زمیں پر ہیں

سلام اُن پر نبی ص جنکے لئے خطبہ میں اُٹھتے تھے
سلام اُن پر جو زیبِ زینتِ محراب و منبر ہیں

سلام اُن پر جو ہیں ریحانِ بستانِ شہ بطحا
سلام اُن پر جوانانِ بہشتی کے جو سرور ہیں

سلام اُن پر جبیں تھی بوسہ گاہِ مصطفےٰ جنکی
سلام اُن پر کہ زخمِ خونفشاں جنکی جبیں پر ہیں

سلام اُن پر ہوئے جو آلِ اسلام پہ قرباں
سلام اُن پر جو بیشک امّتِ مسلم کے رہبر ہیں

سلام اُن پر رہے جو کربلا میں تین دن پیاسے
سلام اُن پر جو ابنِ ساقیِ تسنیم و کوثر ہیں

سلام اُن پر حسین رض ابنِ علی رض کہتے ہیں سب جنکو
سلام اُن پر شہیدِ عشق ہیں جو بندہ پرور ہیں

سلام اُن پر جہاں جنکے نواسوں کا سلامی ہے
سلام اُن پر ضیا ہم جن کے مدّاح و ثنا گر ہیں

سببِ تالیف

یہ اوراقِ پریشاں جو مرقع ہیں شہادت کے
رقم ہیں تذکرے جس میں شہیدِ راہِ ملت کے

یقیناً مصحفِ حسنِ عقیدت کے ہیں سیپارے
ہیں اس میں مستند تر واقعاتِ کربلا سارے

شکیل[1] خوش بیاں فرزندِ مولانا جمیل احمد[2]
سخن فہم و سخن داں مستِ مدہوشِ مئے سرمد

ہے میرا راحتِ جان و جگر گو دو کا پالا ہے
کسی مرحوم کی تصویر ہے گھر کا اجالا ہے

پئے تفریح پہونچا بمبئی والد کی خواہش پر
سفر لیکن کیا یوسف[3] میاں کو ساتھ میں لیکر

نمازِ عیدِ اضحےٰ پڑھنے دونوں بمبئی پہونچے
بہ عیش و خوشی کے ساتھ اپنے بھائی عمو سے

محرم کی مجالس کا زمانہ جب قریب آیا
مجھے سر بند پیغامِ شکیلِ خوش نصیب آیا

بصد اکراہ مجھکو دونوں بچوں نے یہ لکھا تھا
کہ ہمکو بمبئی کی مجلسیں ہیں بالیقیں پڑھنا

شکیل اللہ رکھے خوش بیاں ہر خوب پڑھتے ہیں
سنانے کو کلامِ خاص جب ممبر پہ چڑھتے ہیں

مسخر خیر سے کر لیتے ہیں اربابِ محفل کو
بقدرِ ذوق کرتے ہیں غرض محظوظ ہر دل کو

مفر تعمیلِ فرمائش سے ممکن ہی نہ تھا مجھکو
بعجلت نظم ماتم کی فقط تھا یہ گلا مجھکو

مرے ہمراہ تھا گنور میں میرا کتب خانہ
کہ ہوں آغاز سے میں کتب بینی کا دیوانہ

نظر تاریخ ابن خلدون آئی کتابوں میں
ہوئے غیبی اشارے بھی مسلسل شب کے خوابوں میں

سحر کو حمد و نعت و منقبت کی ابتدا کر دی
رقم یوں نظم میں کچھ سرگزشتِ کربلا کر دی

قوائے ذہن تھے خدماتِ سرکاری سے وابستہ
لکھے دو تین دن میں پانچسو اشعار برجستہ

نہ تھی گو کثرتِ اشغال سے فرصت کوئی دم کو
یہ پہلی قسط لیکن بھیجدی پہلی محرم کو

---

[1] شاعرِ بے عدیل مولوی شکیل احمد قادری سلمہٗ شکیل [2] ابو الجمال مولانا جمیل احمد صاحب رحمۃ قادری متوفی ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء بروز یکشنبہ [3] محمد اطہر الحق یوسف عین قادری ایم اے

روان کی بمبئی کو پانچویں دن قسط دویم بھی
مگر بعد اس کے پھر نوبت نہ آئی اور لکھنے کی

ہوا مقبول یہ لکھا ہوا اکثر محافل میں
وہاں پڑھتی رہی تھا رشکیل افراد قابل میں

مرقع کی ہوئی تخلیق پہلے پانچ سال اب سے
رہا تازہ مگر جوشِ عقیدت رحمتِ رب سے

گذشتہ سال تک ہر سال آغازِ محرم میں
لکھا جو کچھ کہ لکھا جا سکا ایام ماتم میں

بدایوں آگرہ، گونڈہ، علی گڑھ اور متھرا میں
شکیل اکثر اسے پڑھ آئے ہر خویش و اعزا میں

تقاضے ہر طرف سے تھے مرقع کی طباعت کے
ابھی تک سلسلے جاری تھے باہم خط کتابت کے

مرقع ہے جو اب اک آئینہ ہر فکرِ روشن کا
نمایاں فیض ہے روحِ اسیرؔ[۱] خلد مسکن کا

خدائے پاک تو لاریب دانائے حقیقت ہے
تری بخشش سے بہرہ اندوز تا ابد جوشِ عقیدت ہے

سراپا معصیت مجموعۂ سہو و نسیاں ہوں
مجھے ہے اعترافِ جرم و تقصیرات انساں ہوں

مری تحریر میں جو لغزشیں یارب نظر آئیں
معاف اہل نظر ان کو تری رحمت سے فرمائیں

صلہ پائے ضیاء شاہِ شہیداں کی زیارت ہو
الٰہ العالمین مقبول یہ نذرِ عقیدت ہو

تاریخی قطعات

انصار حضرتِ سید شاہ انصار حسین صاحب سجادہ نشین درگاہ سید صاحب الہ آباد

زہے حبِ آلِ احمد یہ ضیا کی ضوفشانی
کہ تڑپ رہے ہیں ہر سو غم جلوۂ محبت

بجز اسکے اور کیا میں لکھوں سال طبع انصار
کسی دل کا آئینہ ہے یہ مرقع شہادت

۱۳ ۵ ۷۱

---

۱ حضرت مولانا علی احمد خاں صاحب اسیرؔ نقشبندی قادری مرشد و استاد مصنف متوفی ۱۰ محرم ۱۳۳۲ھ

ہاشم منشی ہاشم رضا خانصاحب بدایونی نبیرۂ مصنف

ہاشم ہے مرقع شہادت | افسانہ گلشنِ شجاعت
تاریخ طباعت مکرر | لکھ۔ نوحۂ کشتگانِ الفت

۱۳ ۵ ۷۱

انوار۔ الحاج جناب مولوی حافظ محمد انوار الحق صاحب اکبر آبادی

واقعاتِ شہادتِ حسنینؓ | جز مرقع نہ یافتم انوار
بہر سالش مکن تلاش مزید | تزک کربلا۔ بگو دو بار

۶۸۰ × ۲ = ۱۳۶۰

بزم۔ جناب سید مظہر احمد صاحب نقوی سہسوانی (ایم، اے) علیگ

مستند تر کربلا کے واقعات | ہیں مرقع میں رقم بازیب و زین
ہے اگر سالِ طباعت کا خیال | لکھ جا دید اے بزم تاریخ حسینؓ

۲۱ ۱۳۳۹

حشر۔ جناب ملا محمد مزمل حسین صاحب بدایونی ایڈیٹر نرالی دنیا لاہور

دی ہے مولانا ضیاء کو حق نے وہ طبع سلیم | ورنہ ہے دشوار تر لکھنا صفاتِ اہلبیت
ہے مرقع میں یہ رنگِ شادی زوج بتول | کربلا میں جیسے اتری ہے براتِ اہلبیت
زیست ہے جنت کی ساماں جو مصنف کیلئے | ہے نجاتِ اخروی کا راز ذاتِ اہلبیت
حشر ہے جوشِ عقیدت کا تقاضا بار بار | کہیے تاریخ مرقع۔ التفاتِ اہلبیت

۱۳ ۵۵

خلیق۔ جناب سید عبدالخلیق صاحب نقوی قادر آبادی
متعلم مسلم یونیورسٹی

حضرت قبلہ کی تصنیف لطیف | ہے عجب مخزنِ عرفاں کہیئے
اہلبیت نبوی کے حالات | جس میں ہیں خلد بداماں کہیئے
ہے وہ دلکش یہ شہادت نامہ | اہل دل اس پہ ہیں قرباں کہیئے
صاف تاریخ مرقع کی خلیق | دفترِ شاہ شہیداں کہیئے

۱۳۶۰

سحر۔ جناب سید وراثت علی صاحب بی۔ اے اکبر آبادی

شہادت نورِ عین زہرا ہے عین ایماں اے مسلماں | مرقع برکف گل عقیدت نثار سلطان محترم کر
ہے مستحق ہزار تحسین جناب قبلہ ضیاء کی ہمت | کئے ہیں تاریخ کربلا کے تمام عنوان نظم کر
مرقع پر صبح شام مسلم مثال عباسؓ عونؓ رقم | بجائے سرخی قلم سے گلوئے اعدائے دیں قلم کر
سحر مرقع کی سالِ نادر ابصد خلوص بصد عقیدت | صحیفہ ذکر دلربائی۔ وراثت کربلا رقم کر

۱۳۶۰ ۱۳۶۰

سیفی۔ جناب مولوی رفاقت حسین صاحب قادری بدایونی

کیوں ہو وصف ماتم یہ عزا داروں کی ہر بزم | شرح غم حسنین مرقع کا ہے ہر باب
تاریخ بعنوان دگر بزم میں سیفی | ماتم کدہ شورش دل کہتے ہیں احباب

سحر۔ جناب منشی علی احمد صاحب نقی بدایونی کاتب مرقع

تاریخ کربلا کے یہ منظوم واقعات | ہیں قابلِ ستائش ہر ملت و گروہ
کہتی ہے سرخیٔ شفق آسمان سحر | ہے سالِ طبع خونِ شہیداں با شکوہ

۱۳۶۰

طالبؔ جناب مولوی قدرت اللہ صاحب انصاری گنوروی
فارسی ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول باغبانپورہ لاہور

مُبارکباد مولانا ضیاء کو
ہے مضموں آفریں کسدرجہ تحریر

مرقع ہے یہ وہ منظوم تاریخ
ہے جنگ کربلا کی جس میں تصویر

ہے خونِ ناحق آلِ علی سے
زمین شعر زیر آب شمشیر

ہے طالبؔ صاف تاریخ مرقع
شہادت نامۂ اولاد شبیرؓ

۱۳۶۱

یوسفؔ جناب مولوی محمد یوسف صاحب صدیقی ایم اے ایل ٹی ٹیچر ہائی سکول الہ آباد

اللہ رے کمالِ سخن سنجیٔ ضیاء
ہر شعر ہے مرقع میدانِ کربلا

ہے منقبت حسین علیہ السلام کی
یا سامنے ہے طلعت سلطانِ کربلا

تفصیل واقعات شہادت کی مرحبا
کامل ہے سرگذشت بیابانِ کربلا

یوسفؔ ہے فکر سال مرقع تو کر رقم
اُمیدگاہِ خونِ شہیدانِ کربلا

یوسف حسین صاحب نورؔ قادری جامع اوراق مرقع

مرقع کا ہر شعر صلِّ علےٰ
ہے تنویر آئینۂ کربلا

کرائے نورؔ سالِ طباعت رقم
بیاضِ تجلّیِ آلِ عبا

نازؔ جناب منشی شرافت اللہ صاحب نازؔ صدیقی بدایونی

پڑھئے سو بار مرقع اے نازؔ
ہے ماتم آلِ احمد

کہیئے تاریخ شہادت نامہ
یادگار غم آلِ احمد

۱۳۶۱

نورؔ جناب خطیب نور الدین صاحب نورؔ اعلیٰ پوری

مرقع نزد اہل معرفت در ہر صف ماتم
عجب درس و غم آگیں عجب تاریخ مسعود است

زمن اے نورؔ ہاتف بہر سالش گفت برجستہ
شہادت نامۂ شبیرؓ و شبرؓ گنج بن جود است

۱۹۶۱ ھ

Jammu & Kashmir University Library,
Accession No. 48610